سیرت
النبی ﷺ
بحر
بیکراں
مؤلف:
ڈاکٹر محمد منور حسین

نام کتاب	....	بحرِ بیکراں
موضوع	....	سیرت النبی ﷺ
مصنف	....	ڈاکٹر محمد منور حسین
کمپوزنگ و ڈیزائننگ	....	انجم تنویر
اہتمامِ طباعت	....	انجم تنویر
سال اشاعت	....	جنوری 2018ء
تعداد	....	1100

ملنے کا پتہ: ڈاکٹر محمد منور حسین

مین بازار صدیق اکبر ٹاؤن، نزد سیّد پاک دربار، دھلے، گوجرانوالہ

پاسبان روڈ، راجکوٹ، گلی نمبر 3، رحمت پورہ، گوجرانوالہ

موبائل: 0308-6470039

یہ سب کچھ دنیا کی
پاکیزہ ترین ہستی کے نام
جو وجہ تخلیق کائنات ہیں۔
سلام اے آمنہ کے لال
اے محبوب سبحانی
سلام اے فخر موجودات
سلام اے فخر نوع انسانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم
اللھم صل علی محمد کما تحب وترضی لہ
صل علی محمد النبی الامی وآلہ وسلم
صل علی محمد بعدد کل ذرۃ الف الف مرۃ
سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم
بحرِ بیکراں
لِلتقسیم والتوزیع فِی سبیلِ اللہ
مؤلف:
ڈاکٹر محمد منور حسین

فہرست

فہرست

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد اللّٰہ رب العالمین ۔

والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین۔

اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم ۔

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

میرے خیال نے جتنے بھی الفاظ سوچے ہیں

تیری مثال تیری عظمتوں سے چھوٹے ہیں

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جو بڑی شان اور عظمت والا ہے۔ وحدہٗ لاشریک ہے۔لائق حمد وثنا ہے۔غفور الرحیم ہے۔تمام جہانوں کا مالک ہے۔ستّارالعیوب ہے۔غفارالذنوب ہے۔وہ واحد ہے،اکیلا ہے۔اس کا کوئی ثانی نہیں ہے۔

خالقِ کائنات،قرآن مجید،فرقان حمید میں فرماتا ہے کہ ''اگر کُل درختوں کی قلمیں بن جائیں اور تمام سمندروں کے پانی کی سیاہی بن جائے تو تمام درختوں کی قلمیں ختم ہوجائیں گی سات سمندروں کی سیاہی بھی ختم ہوجائے گی لیکن اللہ کی باتیں،شانیں اور تعریفیں نہیں لکھ سکتے۔اللہ ہی کا ہے جو کچھ زمین میں ہے اور جو کچھ آسمان میں ہے۔بے شک اللہ بے نیاز اور لائق حمد وثنا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے ہم پر اور ساری مخلوق پر ایک بہت بڑا احسان کیا ہے۔اس باری تعالیٰ کے احسان تو بے شمار ہیں۔ایک پانی کا حق ادا نہیں کر سکتے جیسا کہ ہوا جو ہماری آکسیجن ہے جو ہمیں مفت میں ملتی ہے اس کا کوئی بدل نہیں ہے اور بے شمار نعمتیں جو بے حد اور بے

حساب ہیں۔شمار ہی نہیں کر سکتے۔ان تمام نعمتوں کے بعد سب سے بڑا احسان نبی پاک صاحب لولاک ،نور مجسم ،رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ان کے آنے سے ہم پر جو اللہ کی طرف سے انعام ہے وہ یہ ہے کہ گناہوں پر شکلیں نہیں بدلیں گی۔زندگی میں عذاب نہیں آئے گا۔

آگ لگ جائے اس جہاں میں

اگر ان کی رحمت درمیان میں نہ ہو

کسی شاعر نے کیا خوب لکھا ہے۔

خدا خود ذاکر ہے میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا، یہ ذکر کبھی کم نہ ہوگا

ازل سے سجی ہے محفل میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سجی ہے، سجی رہے گی

جس عظیم ہستی کے ساتھ اللہ خود محبت کرتا ہے۔**ید اللہ فوق ایدھیم**۔جن کے ہاتھوں کو رب اپنے ہاتھ کہے۔جس کو کبھی **یا ایھا المزمل** کہے۔یا ایھا المدثر کہے۔طٰہٰ ،یٰسین ،**ما ینطق عن الھویٰ** کہے۔یا ایھا النبی کہے یا ایھا الرسول کہے۔ان کی تعریف کیلئے کتنے سمندروں کی سیاہی درکار ہوگی۔ان کی شانیں کوئی احاطہ تحریر میں نہیں لاسکتا۔

نبی کریم ،روف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جان سکتا۔جس کی تعریف اٹھارہ ہزار مخلوق کررہی ہو۔چرند، پرند ،جمادات، نبادات ،حیوانات ،الغرض کائنات کا ہر ایک ذرہ ذرہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کرتا ہے۔خود خالق کائنات قرآن مجید میں فرماتا ہے۔"**ان اللہ وملکتہ**" میں اور میرے

فرشتے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام بھیجتے ہیں۔اس لئے اے ایمان والو!تم بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام بھیجو''۔

خدائے رب ذوالجلال خود اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجتا ہے۔جن کے ادب کا یہ مقام ہو۔

ادب گاهیست زیر آسمان از عرش نازك تر

نفس کم کرده می آید جنید و بایزید اینجا

تو پھر یہ گنہگار، خاکسار، عاجز گذار، خاک نعلین سر پر رکھنے والا تعریف کیسے کر سکتا ہے۔جس کی تعریف کائنات کا ذرہ ذرہ کرتا ہے۔بندۂ عاجز تو ان سمندروں سے ایک قطرہ لیکر اور اس کا سوواں، ہزارواں حصہ بھی نوکِ قلم پر نہیں لا سکا۔جن کے اوصاف کا یہ عالم ہو کہ زندگیاں ختم ہو جائیں اور قلم ٹوٹ جائیں تو ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' تیرے اوصاف کا اک باب بھی پورا نہ ہوا۔

جن کی مدحت اور تعریف میں کبھی الفاظ لکھنے سے پہلے علامہ اقبال نے کیسا شعر کہا ہے۔

هزار بار بشویم دهن به مشك وگلاب

هنوز نام توگفتن کمال بے ادبیست

یہ بحر بیکراں ہے اس کا کوئی کنارہ نہیں ہے۔جس کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

''ورفعنا لک ذکرنک'' میں تیرے ذکر کو بلند کرتا ہوں۔

نگاہ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر

وہی قرآن، وہی فرقان، وہی یٰس ، وہی طٰہٰ

یہ بندہ عاجز سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح سرائی کیا کر سکتا ہے، جن کے مقام اور مرتبے کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جان سکتا۔

جس طرح نمرود حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جلانے کیلئے جلتی آگ میں پھینکا تو کبوتر اپنی چونچ میں پانی کا ایک قطرہ لے کر آ گیا۔ کہنے لگا کہ میں اس آگ کو بجھا تو نہیں سکتا لیکن میرا نام بھی آگ بجھانے والوں میں آ جائیگا۔ اس طرح بازارِ مصر میں یوسف علیہ السلام سر بازار فروخت ہوئے تو ایک بوڑھی اماں روئی کی اٹی لے کر آ گئی۔ کہنے لگی میں یوسف کو خرید تو نہیں سکتی لیکن خریداروں میں شامل ہونے آئی ہوں۔

لا یمکُن الثناء کما کان حقہ'

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر!

مؤدبانہ گذارش

قارئین کرام سے التماس ہے کہ کتاب ہٰذا میں کہیں کوئی املاء کی غلطی یا دیگر کوئی کمی آپکی نظروں سے گزرے تو ہم اسکی پیشگی معذرت چاہتے ہیں اور آپ سے گذارش ہے کہ ہمیں مطلع فرما کر عقیدت کے اس سفر میں اپنا حصہ ڈالیں۔

خاکسارِ مدینہ

ڈاکٹر محمد منور حسین
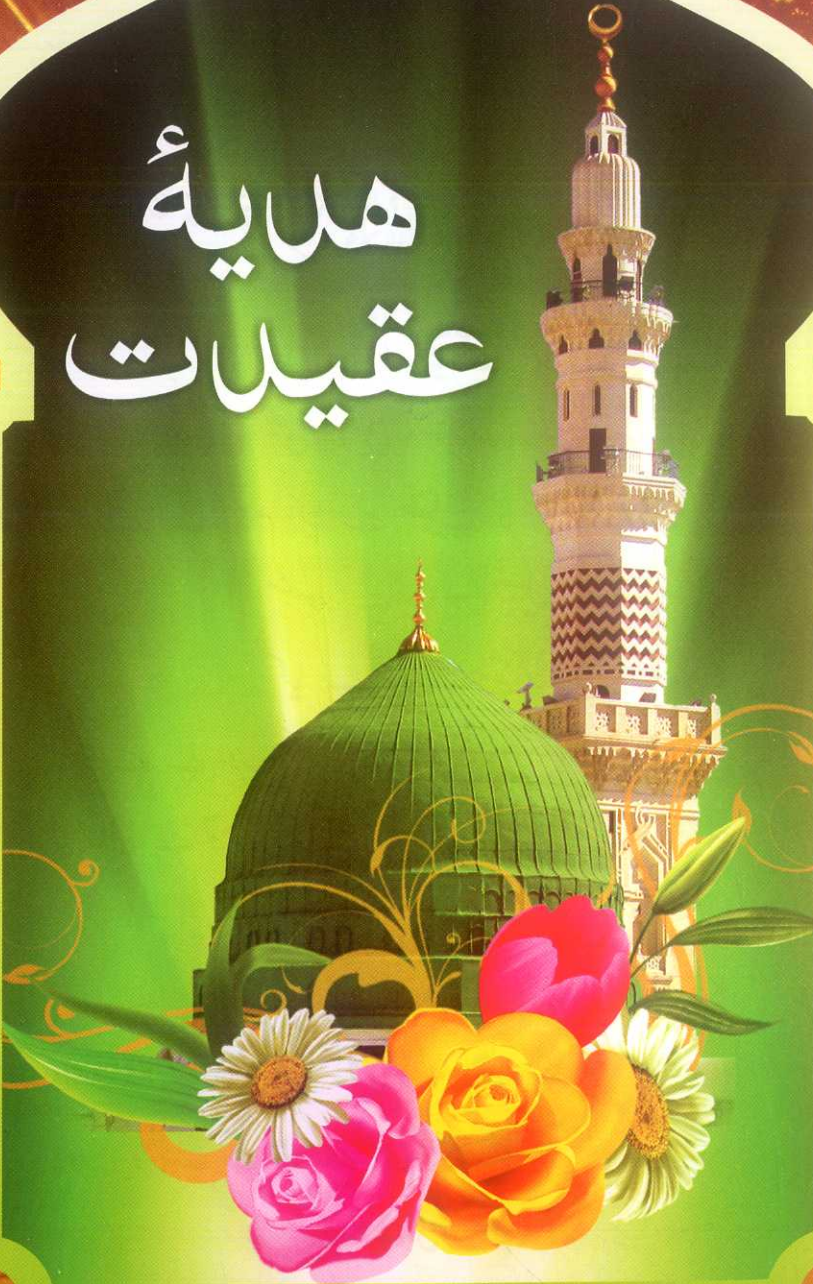
ھدیۂ عقیدت

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ
وعلیٰ آلک و اصحابک یا سیدی یا حبیب اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم

ذکر رسول مقبول

سنگِ درِ حبیب ﷺ ہے، اور سر غریب کا
کس اوج پر ہے، آج ستارہ نصیب کا

پھر کس لئے ہے میرے گناہوں کا احتساب
جب واسطہ دیا ہے تمہارے حبیبؐ کا

راہِ فراق میں بھی رفیقِ سفر رہا
زخمِ جگر نے کام کیا ہے طبیب کا

منصور ہے نہ کوئی مسیحا نظر میں ہے
کیا بے محل ہے تذکرہ دار و صلیب کا

رکھتا ہے بے ادب بھی یہاں زعم آگہی
یہ حال ہے تو حال نہ پوچھو ادیب کا

یہ بارگاہِ حُسنِ دو عالم نہ ہو کہیں
ہے پاسباں رقیب یہاں کیوں رقیب کا

واصفؒ علی تلاش کرے اب کہاں تجھے
دُوری کو جب ہے تجھ سے تعلق قریب کا

(حضرت واصف علی واصفؒ)

ہدیۂ عقیدت

میرے آقا روحی فداہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حسنِ مُطلق کی ادا

زینتِ ارض وسماء

مظہرِ ذاتِ ارض وسماء

مظہرِ ذاتِ ربّ العلا

خواجۂ دُوسرا

بحرِ جودوسخا

ابرِ لطف وعطا

خوش خصال وادا

حسنِ صبرورضا

شاہدِ کبریا

سرورِ انبیاء

خاتم الانبیاء

قبلۂ انبیاء

کعبۂ اصفیاء

فقر کی انتہا

سرفرازِ رضا

تاجدارِ غناء

شاہِ والانسب

بادشاہِ عجم

تاجدارِ عرب

سرورِ ذی حشم

بحرِ جودو کرم

پاسبانِ حرم

شاہِ مُلکِ اِرم

ساربانِ کرم

مہرِ لطف و کرم

کانِ گنجِ نعم

اِمامُ الامم

شفیع الامم

امیرِ حرم

فضل اَتَم

حسنِ اَتَم

بندہ نواز

نورِ حجاز

صاحبِ لولاک

سائرِ افلاک

ھادیٔ برحق

رہبرِ برحق

ساقیٔ کوثر

مالکِ کوثر

خلق کے سرور

نورِ مجسم

نورِ دوعالم

شمس الضّحٰے

بدرُ الدُّجٰے

صدرُ العُلٰے

نورُ الھدیٰ

نجم اُلھدیٰ

منبع الھدیٰ

شفیع الوریٰ

خیرُ الوریٰ

نقشِ خرد

نازِ اَحَد

شانِ صَمَد

مہرِ ازل

ماہِ لبد

رشکِ ملائک

نازِ بشر

مُونسِ اِنس وجاں

حامئ بے کساں

ہادئ گمرہاں

رحمتِ دو جہاں

سرِّ کون ومکاں

باعثِ کُن فکاں

حاصلِ کُن فکاں

دلبرِ قدسیاں

مرسلِ مرسلاں

ماورائے گماں

پرتوِ حسنِ حق

والئ بحر وبر

رحمتِ کردگار

فضلِ پروردگار

شاھدِ ذُوالمنن

رونقِ انجمن

ساقیٔ بزمِ حق

زینتِ میکدہ

حسنِ جام وسبو

پیکرِ رنگ وبو

رہبرِ بے مثل

مظہرِ عزوجل

میرے آقا روحی فداہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

رونق افزائے بزمِ رسالت

مایوسوں میں حرفِ بشارت

ضمیرِ انساں کی بصیرت وبصارت

قائدِ مسلکِ وحدت

دو جہاں کے لئے آیۂ رحمت

فراز وشوکتِ بندگی

یقین وعلم کی تازگی

کمالِ حق کی دلیل

ہدایت کا مہرِ منیر

حبیبِ ربِّ کبیر

جلال و جمال کا مظہر

جلالِ خسرواں

جمالِ دلبراں

بدرِ منیر

عدیم النظیر

سیّدُ الانام

خیرُالانام

نورِ ازل

سرتاجِ رُسُل

فصیح البیاں

وحیدُ الزماں

حقیقت کی زباں

بے نشاں کا بیّن نشاں

وجہِ تخلیقِ کون و مکاں

سکوں کا ساحلِ بیکراں

چارہ سازِ غمِ نہاں

محبوبِ ربِّ دو جہاں

قائدِ علم و عرفاں

عشق کا سرمایۂ حیات

محبوبِ ربِّ کائنات

قاسمُ الخیراتُ الحسنات

صاحبِ جمیع صفات

حسن کا معیار

خیر کا گلزار

انیس الغریبین

شفیع المذنبین

شمس العارفین

سراج السّالکین

رحمۃ للعالمین

سیّدالثقلین

امام القبلتین

سرورِکونین

محورِکونین

زینتِ کونین

نورِعَین

رحمتِ دارین

سیّدالحرمین

انوارِ یزداں

روحِ ایماں

جانِ ایماں

سِرِّ ایماں

حیاتِ ایماں

پناہِ عاصیاں

وسیلۂ مجرماں

مہرِ درخشاں

نیرِّ تاباں

ماہِ ضوفشاں

تزئینِ گلستاں

روحِ صباء

جانِ بہاراں

سیّدِ ذیشاں

سرِّ پنہاں

حاملِ قرآں

مشعلِ ایماں

مُصحفِ یزداں

فخرِ زمیں

فخرِ زماں

مہرِ ہدایت

ماہِ رسالت

زیبِ رسالت

فخرِ رسالت

شمعِ رسالت

فخرِ نبوت

پیکرِ رحمت

صاحبِ عظمت

میرے آقا روحی فداہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

خَلق کی ابتدا

خُلق کی انتہا

میرے آقا روحی فداہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ہر ابتدا سے اوّل

ہر انتہا سے آخر

حضرت عبدالرزاق رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن

عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے عرض کیا:

''میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہ فدا ہوں، مجھ کو خبر دیجئے کہ سب اشیاء سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کون سی چیز پیدا کی؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! اللہ تعالیٰ نے سب اشیاء سے پہلے تیرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور اپنے نور سے پیدا کیا۔ پھر وہ نور قدرتِ الٰہیہ سے جہاں اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا، سیر کرتا رہا اور اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم تھا نہ بہشت تھی نہ دوزخ تھی نہ فرشتہ تھا نہ آسمان تھا نہ زمین تھی نہ سورج تھا نہ چاند تھا نہ جنّ تھے اور نہ انسان۔

پھر اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نے نور کے چار حصے کیے۔

ایک حصے سے قلم پیدا کیا

دوسرے حصے سے لوح

اور تیسرے سے عرش

پھر چوتھے حصے کو چار جزوں میں تقسیم کیا۔

پہلے حصے سے عرش اٹھانے والے فرشتوں کو پیدا کیا۔

دوسرے سے کرسی کو

تیسرے سے باقی تمام ملائکہ کو

پھر چوتھے جز کو چار حصوں میں تقسیم کیا، پس

پہلے حصے سے آسمانوں کو پیدا کیا

دوسرے سے زمینوں کو

تیسرے سے جنت اور دوزخ کو

پھر چوتھے حصے کو چار حصوں میں تقسیم کیا، پس

پہلے حصے سے مومنوں کی آنکھوں کے نور کو پیدا کیا

دوسرے سے ان کے دل کے نور کو جس سے مراد اللہ تعالیٰ کی معرفت ہے۔

تیسرے حصے سے ان کا نور، اُنس پیدا کیا، اور وہ توحید ہے۔

لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم

(الانوار المحمدیہ من مواہب اللدنیہ مصری ص ۹، از امام قسطلانی رحمتہ اللہ علیہ)

مرحبا مکرما مشرفا

حضورِ اقدس رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور کائناتِ عالم کی ہر شے میں جلوہ گر ہے۔

عالم کی تخلیق میں اندھیرا چھایا ہوا تھا،

نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے جلوہ سے اجالا ہوا۔

سورج کی ہیئت میں نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر وقت جلوہ گر رہتا ہے،

کوئی بھی شے اوجھل نہیں رہتی۔

سورج کبھی غروب نہیں ہوتا، کسی نہ کسی عالم میں روشن رہتا ہے۔

قدرت کے تمام معجزات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نوری وجود کے حکم کے تابع ہوتے ہیں اور اُن کا نور اِس دنیا میں سورج کی اتھاہ گہرائیوں میں دیکھا جاسکتا ہے بشرطیکہ وہ نظر اللہ تبارک وتعالیٰ کی مقبولیت حاصل کیے ہوئے ہو۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی بَدْرِ التَّمَامِ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی نُوْرِ الظَّلَامِ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مِفْتَاحِ دَارِ السَّلَامِ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی الشَّفِیْعِ فِیْ جَمِیْعِ الْاَنَامِ

چاند کی چاندنی سے پھلوں میں رس پیدا ہوتے ہیں اور بدر التمام کی روشنی

سے مٹھاس۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ حضرت جبریل علیہ السلام سے دریافت فرمایا کہ اے جبریل علیہ السلام! تمہاری عمر کتنی ہے؟ جبریل علیہ السلام نے عرض کیا کہ حضور مجھے کچھ خبر نہیں۔ میں اتنا جانتا ہوں: چوتھے حجاب میں ایک ستارہ ستّر ہزار (70000) برس کے بعد چمکا کرتا تھا، میں نے اسے بہتّر ہزار (72000) دفعہ چمکتے دیکھا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سن کر فرمایا:

''مجھے اپنے رب کی عزت کی قسم، میں ہی وہ تارا ہوں''۔ (تفسیر روح البیان جلد اوّل)

ف: ستّر ہزار ضرب بہتّر ہزار برابر ہے پانچ ارب اور چار کروڑ سال کے اور واضح ہو کہ حضرت آدم علیہ السلام کو دنیا میں تشریف لائے کوئی نوے پچانوے صدیاں گزری ہیں۔

اللہ رب العالمین نے یہ دنیا اپنے حبیب اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے اور انہیں اپنے لئے پیدا فرمایا۔ اُن کے گھر کے ایک صاحب ابھی آنا باقی ہیں

،اُن ہی کے انتظار میں یہ دنیا باقی ہے۔

بلبل نے جسے جا کے گلستان میں دیکھا

ہم نے اسے ہر خارِ بیابان میں دیکھا

روشن ہے وہ ہر ایک ستارے میں زلیخا

جس نور کو تو نے مہِ کنعان میں دیکھا

برھم کرے جمعیتِ کونین جو پل میں

لٹکا وہ تری زلفِ پریشان میں دیکھا

میرے آقا روحی فداہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! تیری ایک مسکراہٹ ہی نے بزمِ کونین کو رونق بخشی ہوئی ہے۔

اگر وہ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا، نہ یہ دنیا ہوتی نہ اس کے رنگ و بو۔

انہی کی بدولت تو یہ کائنات سجائی ہوئی ہے۔

اے نورِ مکمل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کائنات کی تخلیق کا مدعا تو ہی تو ہے۔

فاطمہ بنت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے وقت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قریب تھی۔ میں نے اس وقت جس چیز کو بھی دیکھا اسے نور ہی نور پایا اور میں نے دیکھا کہ

ستارے قریب آتے جا رہے ہیں، حتیٰ کہ میں سوچنے لگی کہ مجھ پر گر پڑیں گے، پس جب رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ہوئی تو ان کے نور سے گھر کے تمام درودیوار منور ہو گئے حتیٰ کہ ہر طرف نور ہی نور دکھائی دینے لگا۔ یہ بات ظاہر ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کی رات اور معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رات، یہ دونوں راتیں افضل ترین راتوں میں سے ہیں لہٰذا ان کو تمام مسلمانوں کو عید کی طرح ہی منانا چاہیئے۔

تیری شان کے شایاں الفاظ نہیں ملتے...... چپ ہیں۔

جب بھی کسی نے پکارا

جب بھی کسی دل میں اترا

بحال کر گیا، مالا مال کر گیا

بوستان بن گیا، داستان بن گیا

تمنا تھی کر نہ سکے۔ آخر یہ کہ سر کے بل چلتا ہوا جان کا ہدیہ پیش کروں۔

ویروی انه لما خلق الله تعالےٰ ادم علیه السلام الهمه ان قال یا رب لم کنیتنی ابا محمد؟ قال الله یا ادم ارفع راسک فرفع راسه فرای نور محمد صلی اللّٰه علیه و آله وسلم فی سرادق العرش فقال یارب ما هذا النور؟قال هذا نور نبی من ذریتک اسمه فی السماء احمد و فی

الارض محمد لولا ہ ما خلقتک ولا خلقت سماء ولا ارضا.

حضرت امام قسطلانی علیہ الرحمۃ مواہب لدُنّیہ میں فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ان کے دل میں ڈالا کہ اے رب! تو نے میری کنیت ابومحمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیوں رکھی ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم علیہ السلام! اپنا سر اٹھا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنا سر اٹھایا تو عرش کے پردوں میں ایک نور دیکھا عرض کیا اے رب یہ نور کیسا ہے؟ فرمایا یہ نور ایک نبی کا ہے جو تیری اولاد میں سے ہوں گے۔ ان کا نام آسمان میں احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور زمین میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ اگر وہ نہ ہوتے تو میں نہ تمہیں پیدا کرتا نہ آسمان کو اور نہ زمین کو۔ (مواہب اللدنیہ جلد اوّل ص ۸)

سُنت بنے، مہنت بنے اور میرے آقا روحی فداہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کے چمک پا کر سورج کے مصداق بنے۔

تیری آمد ہی نے آدمیت کو انسانیت و بشریت کا شرف بخشا۔

کائنات کی ہر شے کا وجود حضور اقدس حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور کی بدولت ہے۔ اگر وہ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا۔ نہ آسمان ہوتا نہ زمین، نہ حیوانات نہ نباتات، نہ معدنیات نہ جمادات۔

باب نمبر ۳
رسالت نامہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ
وعلیٰ آلک واصحابک یا سیدی یا حبیب اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم

ذکر رسول مقبول

چار سُو نُور کی برسات ہوئی آج کی رات
احمد اور احمد ﷺ کی ملاقات ہوئی آج کی رات

گفتگو ذات سے بالذّات ہوئی آج کی رات
مختصر یہ کہ بڑی بات ہوئی آج کی رات

راکبِ وقت نے کھینچی ہے زمامِ گردش
حیرتِ ارض و سماوات ہوئی آج کی رات

یوں تو الطاف تھے سرکار ﷺ پہ روزِ کن سے
وا مگر چشمِ عنایات ہوئی آج کی رات

رِفعتِ عبد کو جبریلؑ امین نے دیکھا
کیوں نہ ہو، رافعِ درجات ہوئی آج کی رات

پردۂ میم کے اندر ہے مقامِ محمود
کاشفِ سرِّ حجابات ہوئی آج کی رات

قابَ قوسَین سے دوگام و راجا نکلا
عقل والوں کو بڑی مات ہوئی آج کی رات

جُملہ ایّام سے تابندہ ہے میلاد کا دن
جُملہ راتوں سے حسین رات ہوئی آج کی رات

آج کی رات ہے عبادات کا ثمرہ واصفؒ
حمد و تسبیح و مناجات ہوئی آج کی رات

(حضرت واصف علی واصفؒ)

رسالت نامہ

22 اپریل 571ء	ولادت 12 ربیع الاوّل (عام الفیل) مطابق یکم جیٹھ سمت 628 بکرمی) صبح صادق سے پہلے بروز سوموار
تقریباً ایک ہفتہ بعد	حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی آغوش رضاعت میں
5 سال کی عمر میں	پھر آغوش مادر میں
6 سال کی عمر میں	والدہ ماجدہ کا انتقال
8 سال کی عمر میں	دادا (عبدالمطلب) کی وفات
12 سال کی عمر میں	شام کا پہلا تجارتی سفر
25 سال کی عمر میں	حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح
30 سال کی عمر میں	قوم کی طرف سے الامین کا خطاب
35 سال کی عمر میں	تمام قبائل کی طرف سے حَکَم (ثالث) دیوارِ کعبہ میں حجرِ اسود نصب کرنے کے وقت
37 سال کی عمر میں	غارِ حرا میں خلوت اور عبادت و تفکر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کفالت

40سال کی عمر میں	نزولِ وحی
3نبوی 43سال کی عمر میں	چالیس زن ومرد کا اسلام قبول کرنا
5نبوی 45سال کی عمر میں	حبشہ کی طرف ہجرت کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حکم
6نبوی 46سال کی عمر میں	حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسلام قبول کرنا
7نبوی 47سال کی عمر میں	کفارِ قریش کی جانب سے بائیکاٹ اور شعب ابی طالب میں محصور ہونا
10نبوی 50سال کی عمر میں	معاشرتی (بائیکاٹ) کا خاتمہ چچا ابو طالب کا انتقال، حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات، تبلیغ اسلام کے لئے طائف کا سفر، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح، رخصتی چار سال بعد ہوئی تھی، معراج کا واقعہ۔
11نبوی 51سال کی عمر میں	یثرب (مدینے) کے 6 آدمیوں کا قبول اسلام
12نبوی 52سال کی عمر میں	یثرب کے 12 آدمیوں کا قبول اسلام
13نبوی 53سال کی عمر میں	یثرب کے 72 آدمیوں کا قبول اسلام

1ہجری 54 سال کی عمر میں	مدینے کے شہری نظم ونسق کی دیکھ بھال
2ہجری 55 سال کی عمر میں	کفار کا پہلا حملہ (واقعہ بدر) کفار کی تعداد تقریباً ایک ہزار اور مسلمان 313 تھے۔
3ہجری 56 سال کی عمر میں	کفار کا دوسرا حملہ (واقعہ احد)
4ہجری 57 سال کی عمر میں	بنی عامر کی چالبازی اور قاریوں کی شہادت
5ہجری 58 سال کی عمر میں	کفار کا تیسرا حملہ (واقعہ خندق) حملہ آوروں کی تعداد 12 اور 15 ہزار کے درمیان تھی۔
6ہجری 59 سال کی عمر میں	صلح حدیبیہ، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ 1800 صحابہ تھے۔
7ہجری 60 سال کی عمر میں	فتح خیبر، بادشاہوں کو دعوت نامے
8ہجری 61 سال کی عمر میں	موتہ کا واقعہ، فتح مکہ اور حنین کا واقعہ
9ہجری 62 سال کی عمر میں	واقعہ تبوک، مسلمانوں کا حج ادا کرنا، وفود کی آمد
10ہجری 63 سال کی عمر میں	حج الوداع اور مشہور آخری خطبہ
11ہجری 63 سال کی عمر میں	علالت ورحلت

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صاحب زادیاں اور صاحب زادے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چار صاحب زادیاں تھیں اور تین صاحب

زادے تھے۔

سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحب زادیوں میں سب سے بڑی تھیں۔ ان کی شادی ان کی ماں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنی خالہ کے لڑکے ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ الاموی کے ساتھ کردی۔ ان کا انتقال 8ھ میں مدینہ منورہ میں ہوا۔ ان کے بطن سے ایک فرزند اور ایک لڑکی پیدا ہوئی۔

سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

یہ سیدہ زینب السلام اللہ علیہا سے چھوٹی تھیں۔ ان کی شادی قبل از اسلام ابولہب کے لڑکے عتیبہ کے ساتھ ہوئی۔ ظہورِ اسلام کے بعد ابولہب نے اپنے بیٹے سے طلاق دلوادی اور سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوگئی۔ 2ھ میں وفات پائی۔ ان کے بطن سے ایک لڑکا ہوا، جس کا نام عبداللہ تھا۔

سیدہ اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا

سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے چھوٹی تھیں۔ ان کی شادی بھی ابولہب کے دوسرے لڑکے عتبہ کے ساتھ قبل از اسلام ہوئی تھی اور انہیں بھی ابولہب نے عتبہ سے طلاق دلوادی تھی۔ سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے انتقال کے بعد

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی شادی بھی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کردی۔ اس لیے عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوذوالنورین کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ 9ھ میں بمقام مدینہ منورہ انتقال فرمایا۔

سیدۃ النساء حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے چھوٹی صاحب زادی تھیں۔ ان کا نکاح حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ہوا۔ انہوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے چھ ماہ بعد 3 رمضان 11ھ کو انتقال فرمایا۔ ان کے بطن سے دو صاحب زادے حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دو لڑکیاں حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا پیدا ہوئیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تین صاحب زادے تھے، جن کے نام ابراہیم، عبداللہ اور قاسم تھے۔ انہوں نے عالم طفولیت ہی میں انتقال فرمایا۔ عبداللہ اور قاسم حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے اور ابراہیم حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لباس

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفید لباس بے حد پسند فرماتے۔ زیادہ تر روئی کا لباس پہنتے تھے۔ صوف اور کتان کا لباس بھی کبھی کبھی پہن لیتے تھے۔ جُبّہ، قمیض،

ازار، عمامہ، ٹوپی، چادر، حلہ، موزہ یہ سب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہنے ہیں۔ سبز رنگ کی یمنی چادر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت پسند تھی، جو برد یمانی کے نام سے مشہور تھی سرخ لباس کو منع فرماتے تھے کبھی کبھی سیاہ عمامہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باندھا ہے۔ ٹوپی بھی پہنا کرتے تھے اور اسے عمامہ کے نیچے پہننے کی تاکید کرتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسلحہ

تلواریں:......آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس 9 تلواریں تھیں، جن کے نام یہ ہیں، ماثور، العضب، قلعی، البتار، الحتف، الرسوب، المخزم اور ذوالفقار۔

زرھیں:......ان کی تعداد سات تھی، ذات الفضول لوہے کی زرہ تھی، جسے آپ نے ایک یہودی کے پاس گروی رکھا تھا اور اس سے تین صاع غلہ اپنے عیال کے لئے قرض لئے تھے۔ اس کے علاوہ ذات الوشاح، السوریہ، ذات الحواشی، فضہ، البتر ء الخرنق تھیں۔

کمانیں:...... چھ تھیں، جن کے نام یہ ہیں،

الزورائ، الروحائ، الصفر ائ، البیضائ، الکتوم اور شوخط۔

ڈھالیں:......دو تھیں: الزلوق، الفقق۔

عہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مساجد

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مساجد کی تعمیر پر بھی زور دیا تھا اور اس امر کی تاکید فرمائی کہ جو معلوم ہو، وہ اپنے مقام پر عبادت کے لئے ایک مسجد فوراً تیار کرے۔ آپ کے مبارک عہد میں بڑی بڑی آبادیوں میں کئی مساجد تھیں۔ صرف مدینہ منورہ میں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ 9 مساجد تیار ہو چکی تھیں، جن میں علیحدہ علیحدہ پانچوں وقت نماز ہوتی تھی، مسجد بنو رضی اللہ تعالیٰ عنہ، مسجد عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، مسجد بنو ساعدہ، مسجد بنو عبید، مسجد بنو زریق، مسجد بنو سلمہ، مسجد بنو غفار، مسجد بنو اسلم، مسجد بنو جہینہ، مسجد بنو بیاضہ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مؤذنین

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چار مؤذن تھے۔ دو مدینہ طیبہ میں، بلال بن رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عمرو بن ام مکتوم قرشی العامری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نابینا۔ ایک قبا میں سعد القراظہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اوس بن مغیرہ بن جمحی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ میں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری کے جانور

گھوڑے:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سات گھوڑے تھے اور کسی صفت خاص کی وجہ

سے ان کے مختلف نام تھے۔ سکب، لحیف، شجا، ظرب، لزاز، مرتجز اور الورد۔

خچر:

پانچ خچر تھے، ایک دلدل نامی جو مقوقس شاہ مصر نے، دوسرا نصہ نامی فروۃ الجذامی نے تیسرا صاحب ایلہ نے، چوتھا دومتہ الجندل کے حکمران نے اور پانچواں نجاشی شاہ حبش نے آپ کی خدمت میں بھیجا تھا۔

گدھے:

تین تھے، ایک یعفور جو مقوقس شاہ مصر نے بھیجا تھا، دوسرا فروۃ الجذامی اور تیسرا حضرت سعد بن عبادہ الخرزجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہدیۃً پیش کیا تھا۔

اونٹ:

ان کی تعداد تین بتائی جاتی ہے، جن میں سے ایک کا نام القصوئ تھا، جس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت فرمائی تھی۔

بکریاں:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملکیت میں ایک سو بکریاں تھیں، سو سے زیادہ ہوتیں تو انہیں ذبح کروا دیتے اور پوری ایک سو رکھتے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدنی نقیب

ہجرت سے پہلے مدینے کے جن بارہ اصحاب کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے نقیب بنایا تھا، ان میں نو خزرج کے تھے اور تین اوس کے اور یہ سب قبائل مدینہ کے رؤسا تھے:

1۔ اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
2۔ ابوالہیثم بن الیتہان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
3۔ سعد بن نشیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
4۔ سعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
5۔ سعد بن الربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ
6۔ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
7۔ سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
8۔ منذر بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ
9۔ برائبن معرور رضی اللہ تعالیٰ عنہ
10۔ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ
11۔ عبادہ بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ
12۔ رافع بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آزاد کردہ غلام

زید بن حارث ،ابورافع اسلم، ثوبان، ابوکبشہ،ثقران، براح،یسا، مذغم

،ذکوان،افلح ،ابوموہیبہ، آنسہ، ضمیرہ بن ابی ضمیرہ، عبیداللہ بن اسلم ، عبید بن عبدالغفار،فضالہ الیمانی،ابوعسیب احمر،اسامہ بن زید،افلح ،ایمن بن اُم ایمن،زید بن بولا، سابق، سالم ،سلمان فارسی ، مہران ، ابوعبدالرحمٰن ،نافع ، واقد،ابواشیلہ ، ابوالحمریٰ،ابوالسمع ،ابوعبید،حنین،بدر،حاتم،باذام،دوس،رویفع ،سعد،غیلان،کریب ،محمد ، نابیہ، کحول، نہیک ،نفیع، وردان ، ابوصیفہ ، ابواقیلہ وغیرہ کل 66(ابن الجوزی: تلقیح ص18)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کاتبانِ وحی

ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ،عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ،ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، زید بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حنظلہ بن الربیع الاسیدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابان بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ، خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ،علاٗ بن حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ(تلقیح ص 37)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محافظ

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عباد بن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ذکوان بن عبد قیس انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

وہ لوگ جن کی شکل وصورت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملتی تھی

1۔ جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

2۔ حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

3۔ قثم بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

4۔ ابوسفیان بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ

5۔ سائب بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

6۔ مسلم بن معتب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

7۔ کابس بن ربیعہ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ (تلقیح ص 38)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خدام

1۔ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ — آپ کے گھر میں کام کرتا

2۔ ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ — وضو کراتا

3۔ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ — جوتے پہناتا

4۔ عقبہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ — خچر کی دیکھ بھال کرتا

5۔ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ

6۔ سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

7۔ عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

8۔ بکیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

9۔ اسود بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

10۔ ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ

11۔ ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

12۔ سالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

13۔ سابق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

14۔ ہلال بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اور 25 دیگر مختلف کام کرتے تھے۔کل 39 (تلقیح ص 17)

عہد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مفتی

خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم، عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ایضاً ص 225)۔

باب نمبر ۴
اقرا باسم ربک
الذی خلق
خلق الانسان
من علق
غار حرا
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کی ابتدائی زندگی

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ
وعلیٰ آلک واصحابک یا سیدی یا حبیب اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم

ذکر رسول مقبول

در دل مسلم مقام مصطفی است

آبروئے ماز نام مصطفی است

مسلمانوں کے دلوں میں حضورؐ کا مقام ہے

ہم مسلمانوں کی عزت و آبرو حضورؐ کے نام کی بدولت ہے

طور موجے از غبار خانه اش

کعبه رابیت الحرم کاشانه اش

کوہ طور تو آپؐ کے مبارک گھر کی گرد کی لہر ہے

کعبہ کے لئے آپ کا کاشانہ مبارک بیت الحرام کی مانند ہے

کمتر از آنے ز اوقاتش، ابد

کاسب افزائش از ذاتش ابد

ابد جس کی انتہا نہیں آپؐ کے مبارک اوقات کے ایک پل سے بھی کم ہے

ابد کی افزائش بھی آپؐ کی ذات گرامی کے طفیل ہے

(ڈاکٹر محمد علامہ اقبال)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ابتدائی زندگی

عرب کے شرفاء کے دستور کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی ماں کا دودھ تو نصیب ہی نہ ہوا یا محض چند یوم۔ سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے بڑے چچا ابولہب کی لونڈی ثوبیہ نے دودھ پلایا، جسے اس خوشی میں ابولہب نے آزاد بھی کر دیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بنوسعد بن بکر کی ایک خاتون حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حوالہ کیا گیا۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لے کر اپنی دادی کے پاس چلی گئیں۔ یتیمِ عبداللہ کی فطرت میں خدا نے عدل رکھ دیا تھا۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نہایت حیرت تھی کہ عجیب بچہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی دونوں چھاتیوں کو منہ نہ لگایا۔ ایک چھاتی ہمیشہ اپنے دودھ شریک بھائی کے لئے چھوڑ دیتے تھے۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ دودھ چھڑانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب بامعنی جملے بولنے شروع کئے، تو سب سے پہلے جو بول آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے نکلے وہ یہ تھے:

''اللہ اکبر کبیرا، والحمد للہ کثیرا، سبحان اللہ بکرۃ واصیلا''۔

نہایت حیرت کی بات یہ تھی کہ ایام جاہلیت میں یہ فقرے کسی کی زبان سے نہیں نکلے تھے۔ سب سے پہلے یتیمِ عبداللہ کی زبان سے یہ کلمے ادا ہوئے۔ ان کلموں کو ادا کرتے وقت آپ کی عمر صرف دو یا ڈھائی سال تھی۔ دودھ چھڑانے کے بعد حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ کے پاس لے

گئیں، مگر مکہ کی آب و ہوا، ان دنوں خراب تھی۔ اس لیے حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ دوبارہ واپس کردیا۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دودھ پلانے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پرورش کی اجرت دی جاتی تھی اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کوئی کام نہ لے سکتی تھی، لیکن تین سال کے بچے کی غیرت قابل توجہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مجبور کر کے کہا کہ یہ نہیں ہوسکتا کہ میرے بھائی اور بہن تو دن بھر بکریاں چراتے پھریں اور میں ان کی محنت میں شریک نہ ہوں۔ مجبوراً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بکریاں چرانے کی اجازت دی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بکریوں کے ساتھ چراگاہوں میں جانے کا سلسلہ شروع ہوتے ہی حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بکریوں کی تعداد روز افزوں ہوتی گئی۔ دودھ دینے والی بکریاں زیادہ دودھ دینے لگیں، بکرے تروتازہ ہونے لگے۔ چراگاہ کی ہریالی بھی قدرتاً بڑھنے لگی اور بنوسعد خوش ہوگئے: ''اس ہاشمی کی برکت سے حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عزت وشرف کا اونچا مقام پالیا۔ اس کے مویشی زیادہ ہوئے، اس کا گھر سدھر گیا اور یہ خوش بختی تمام بنی سعد کو عطا ہوئی''۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک جب چھ برس ہوئی، تو حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے پاس بلایا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ساتھ لے کر مرحوم شوہر کی قبر دیکھنے کے لئے مدینہ گئیں۔ ان کے ساتھ آپ کی خادمہ اُمّ ایمن بھی تھیں۔ محلّہ

بنی نجار میں جہاں حضرت عبداللہ کی قبر تھی، ایک ماہ قیام کیا۔ واپسی میں بمقام ابواء ماں نے بھی داغ مفارقت دے دیا، وہیں مدفون ہوئیں۔ حضرت اُمّ ایمن، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ میں واپس لائیں۔ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو آپ کے دادا تھے، اب ماں کے فرائض بھی انجام دینے لگے۔

عمر شریف سات برس کی ہوئی، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آشوب چشم ہو گیا۔ عکاظ کے پاس ایک راہب رہتا تھا۔ علاج چشم کے لئے مشہور تھا۔ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس راہب کے پاس لے گئے۔ راہب نے دیکھتے ہی پہچان لیا کہ یہ لڑکا تو ہو بہو وہی ہے جسے حضرت سلیمان علیہ السلام خِلو محمدیم کا لقب دے چکے تھے، اس نے حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ اس بچے کا خاص خیال رکھنا کیوں کہ میں سمجھتا ہوں کہ خدا نے اسے ایک عظیم الشان کام کے لئے جنم دیا ہے، جو کام سابق انبیا انجام دیتے تھے۔

48ق ھ میں جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک آٹھ برس تھی۔ آپ کے دادا عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی وفات پائی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پرورش کا بار حضرت ابو طالب کو اٹھانا پڑا۔ حضرت ابو طالب تمام بنو عبدالمطلب میں سب سے کم آمدنی اور زیادہ خرچ والے تھے۔ اگرچہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی اولاد سے زیادہ چاہتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی مشکل کام نہ لینا چاہتے تھے، مگر آٹھ سال کے بچے کی ہمت قابل داد ہے۔ آپ نے غریب چچا پر اپنا پورا بارڈالنا پسند

نہ کیا۔ چچا سے اصرار کر کے اجازت لے کر روسائے قریش کی بکریاں اُجرت پر چرانا شروع کیں۔ ہر بکری کی چرائی پر آپ کو ایک قیراط چاندی ملا کرتی تھی، مگر نہیں معلوم کہ یہ قیراط ماہوار ملتی تھی یا سالانہ۔ اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آٹھ برس کی عمر ہی سے چچا کے مالی بوجھ کو ہلکا کرنے میں شریک تھے۔

43ق ھ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک عجیب صورت حال کا احساس ہوا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا چیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے پہلے دیکھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری عمر دس سال اور چند ماہ کی تھی اور میں ایک صحرا میں تھا، دو شخص نظر آئے، ان کے جیسے چہرے اور ان کا جیسا لباس میں نے کبھی نہ دیکھا، ان کے بدن سے جیسی خوشبو پھیلتی تھی اس قسم کی خوشبو میں نے کبھی نہ سونگھی تھی۔ ایک نے دوسرے سے کہا: کیا شخص وہی ہے، پھر دونوں نے میرے پاس آکر میرے بازوؤں کو پکڑا، مگر ان کی گرفت لمس میں نے محسوس نہ کیا، پھر انہوں نے مجھے لٹایا، مگر میں نے لٹانے کا دباؤ محسوس نہ کیا، پھر ایک نے کہا کہ اس کا سینہ چاک کرو، دوسرے نے سینہ چاک کیا لیکن مجھے چیر نے پھاڑنے کا درد محسوس نہ ہوا اور نہ خون نکلا، پھر ایک نے کہا کہ اس کے اندر سے غل وحسد یعنی کینہ اور ڈر نکال دو۔ اس نے جمے ہوئے لہو کا سا ایک لوتھڑا نکال کر پھینک دیا، پھر پہلے نے کہا کہ اس کی جگہ عافیت ورحمت رکھ دو۔ اس نے چاندی جیسی ایک چیز اندر رکھ دی، پھر دونوں نے میرے پاؤں کے انگوٹھے کو جھٹکا دیا اور کہا کہ اٹھ کر دوڑو۔ میں اٹھ کر

دوڑا۔ اس کے بعد میں اپنے دل میں چھوٹے پر ترس اور بڑے پر رحم محسوس کرنے لگا۔ یہ تھا آپ کا سب سے پہلا احساس، جسے بعد میں آپ کے امر نبوت کا پہلا شعور قرار دیا گیا، لیکن ابھی تک آپ کو اس کا وہم تک نہ تھا کہ میں خدا کا نبی مقرر ہونے والا ہوں۔

انہی دنوں میں ایک اور عجیب واقعہ یہ ہے کہ بوانہ نامی ایک بت کی پرستش کا دن آیا۔ قریش سال میں ایک دن رات بھر اس بت کے گرد بیٹھ کر جاگا کرتے اور تبرک کے لئے اسے چھوتے اور قربانیاں پیش کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر اس حد تک پہنچ چکی تھی کہ اب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی اس مذہبی رسم میں شریک ہونا چاہیے تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان کے افراد نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ساتھ لے جانا چاہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جانے سے انکار کیا۔ وہ زبردستی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ساتھ لے گئے۔ بت کے قریب جانے ہی کو تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حالت غیر ہوگئی اور بیہوشی سی طاری ہوگئی۔ بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچاؤں کو بتایا کہ گورے رنگ کے ایک مرد طویل کو میں نے دیکھا کہ وہ مجھے ڈانٹ رہا ہے اور کہتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دور ہی رہنا، قریب نہ آنا، اسے ہرگز نہ چھونا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اٹھا کر گھر لے آیا گیا، پھر کسی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسی رسموں میں شرکت کے لئے نہیں کہا۔

40یا41ق ھ میں جب کہ عمر شریف تیرہ یا چودہ برس کی تھی۔ ایک قافلہ تجارت قریش کا شام کو روانہ ہونے لگا۔ اس قافلے میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے چچا حارث بن عبدالمطلب اور حضرت ابو طالب بھی روانہ ہونے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو طالب کی اونٹنی کی مہار تھام لی اور کہا: ''چچا جان! آپ مجھے کس سہارے پر چھوڑے جاتے ہیں؟ میرا نہ تو باپ زندہ ہے، نہ ماں'' یہ سن کر حضرت ابو طالبؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی اونٹنی پر بیٹھا لیا۔ شام کی طرف روانہ ہوئے۔ بصرہ پہنچے، وہاں ایک خانقاہ تھی، جو دیر بحیرا کہلاتی تھی، اس میں ایک راہب رہا کرتا تھا، جسے بحیرا کہا جاتا تھا۔ یہ نام نہ تھا، عبرانی لفظ بحیر کی بدلی ہوئی صورت ہے، جس کے معنی وہی ہیں جو عربی میں مصطفیٰ یا مرتضیٰ کے ہیں۔ کسی بڑے عہدہ کے لئے جو منتخب کیا جاتا تھا، اسے بحیر کہا جاتا تھا۔ اس راہب کا نام جرجیس تھا، وہ نسلاً عرب تھا اور بنو عبدالقیس میں سے تھا اور نصرانی مذہب کا تھا اس کی خانقاہ کے سامنے ایک سایہ دار درخت تھا۔ قریش کا قافلہ تجارت یہاں دم لیا کرتا تھا۔ اس سال سے پہلے کبھی اس راہب نے قافلہ قریش تک آکر ان سے بات چیت نہیں کی تھی، لیکن اب کی بار وہ اپنے دیر سے نکل کر خود قافلہ میں آیا اور اہل قافلہ کو اپنی ضیافت میں شرکت کی دعوت دی۔

عربی دستور تھا کہ لوگ ضیافتوں میں کم عمر بچوں کو اپنے ساتھ نہیں لے جاتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سامان قافلہ کے پاس چھوڑ کر خانقاہ میں گئے تو جرجیس نے پوچھا، کیا سب اہل قافلہ آگئے؟ لوگوں نے کہا: ہاں۔ البتہ ایک کم عمر لڑکے کو سامان کے پاس چھوڑ دیا گیا ہے۔ جرجیس نے کہا: میں سمجھتا ہوں کہ وہ لڑکا تم ہی لوگوں میں سے ہے۔ لوگوں نے کہا: بنی عبدالمطلب میں سے ایک ہے۔ تب جرجیس نے کہا: میرے لیے یہ شرم

کی بات ہے کہ ایک عالی نسب لڑکا میرے دسترخوان سے الگ رہے۔ حارث بن عبدالمطلب اٹھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی لے آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب آئے، تو اس نے بہت غور سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا اور بار بار دیکھا تو قریش کہنے لگے کہ نہایت عجیب بات ہے؛ اس راہب کے دل میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بڑی قدر ہے۔ جب لوگ واپس جانے لگے، تو اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو روک لیا۔ حضرت ابو طالب بھی رک گئے۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس نے مختلف باتیں پوچھیں خصوصاً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیند کا حال پوچھا۔ سوال کرتے وقت اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لات، عزیٰ ومنات کی قسم دی کہ جو پوچھوں ٹھیک بتانا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لات، عزیٰ ومنات کے نام سے سخت نفرت کا اظہار کیا اور فرمایا کہ مجھے نہ معلوم کیوں ان بتوں اور دیوتاؤں سے سخت نفرت محسوس ہوتی ہے، پھر اس نے حضرت ابو طالب سے پوچھا کہ اس لڑکے سے تمہارا کیا رشتہ ہے؟ حضرت ابو طالب، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو برابر میرا بیٹا کہا کرتے تھے۔ آپ نے یہی جواب دیا، تو جرجیس نے کہا: یہ نہیں ہوسکتا۔ اگر یہ شخص وہی ہے، جو میں خیال کرتا ہوں، تو اس کے باپ اور ماں میں سے کسی کو اس وقت زندہ نہ ہونا چاہیے۔ تب حضرت ابو طالب نے اپنا صحیح رشتہ بتایا اور آپ کے حالات سنائے۔ جرجیس نے کہا: بالکل ٹھیک۔ ابو طالب میں تمہیں صلاح دیتا ہوں کہ اپنے بھتیجے کو لے کر فوراً مکہ واپس چلے جاؤ کیونکہ تمہارے بھتیجے کو ایک بڑی شان

حاصل ہونے والی ہے، اگر اسے کچھ یہود نے دیکھ لیا اور وہ بات جان لی، جو میں جان گیا ہوں، تو اسے مار ڈالنے کی کوشش کریں گے۔

روایت ہے کہ حضرت ابو طالبؓ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو واپس لے جا چکے، تو کچھ یہود بھی اس راہ سے گزرے، بحیرا سے ملے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر مذکور چھیڑا۔ انہوں نے باتوں باتوں میں اپنے ارادۂ قتل کو بھی ظاہر کیا۔ جرجیس نے انہیں سمجھایا کہ اس ارادے سے باز آؤ کیوں کہ اگر واقعی یہ لڑکا وہی ہے تو تم اسے قتل نہ کر سکو گے اور اگر یہ وہ نہیں ہے، تو پھر قتل کی وجہ کیا ہے؟

جرجیس کے سمجھانے سے یہودیوں کا وہ طبقہ بات مان گیا اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیچھا نہ کیا۔

38 ق۔ھ میں جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر 16 برس کی ہوئی۔ تو اب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تجارت میں حصہ لینا شروع کیا۔ 15 برس کی عمر تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بکریاں اور اونٹ اجرت پر چراتے تھے اور یہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذریعہ معاش تھا۔ 16 برس کی عمر میں سب سے پہلا تجارتی سفر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچا زبیر بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہم راہ یمن کی طرف کیا۔ اس سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھیوں نے بہت کامیاب تجارت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تجارتی مشاغل نے آپ کو ان بہت سی خرابیوں سے واقف کرا دیا، جو عربی اصول تجارت میں داخل تھیں۔ احادیث میں بیع وشرا سے متعلق جو اوامر و نواہی ملتے

ہیں، ان کے پس پشت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تاجرانہ تجربات بھی جھانکتے نظر آتے ہیں۔ اس سفر کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور بھی سفر کیے ہوں گے، مگر ان سفروں کا حال ہمیں نہیں معلوم۔

34 ق ھ جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر 20 برس کی تھی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ جن کی عمر اس وقت 18 برس کی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملک شام کی طرف دوسری بار بغرض تجارت سفر کیا۔ اسی سفر نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زندگی بھر کا رفیق بنا دیا۔ اب کے سفر میں یہ خاص واقعہ پیش آیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک درخت کے نیچے بیٹھے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی ضرورت سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے الگ ایک طرف کو جارہے تھے، ادھر سے ایک راہب آرہا تھا، اس نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ وہ صاحب جو درخت کے تلے بیٹھے ہیں، ان کا کیا نام ہے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب۔ راہب نے کہا: بالکل ٹھیک ہے۔ انہیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہونا چاہئے۔ غالباً اس نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت وحلیہ دیکھ کر پہچان لیا تھا کہ یہ شخص حضرت سلیمان کا ''خلومحمدیم'' ہی ہوسکتا ہے۔

34 ق ھ میں ایک روز رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوطالب سے کہا: چچا جان! کئی راتوں سے مجھے ایسا نظر آتا ہے کہ دو شخص آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ''یہ تو وہی ہے، مگر ابھی اس کا وقت نہیں آیا ہے''۔

حضرت ابو طالب نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسکین دی کہ یہ محض خواب ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک شب ایسا محسوس ہوا کہ ان دونوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سینہ چیر کر قلب مبارک کو دیکھا، پھر کہا: یہ قلب تو بالکل پاک صاف ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچا حضرت ابو طالب سے اس کا بھی ذکر کیا۔ اب حضرت ابو طالب گھبرا گئے۔

راہب نے کہا: عبدالمناف! تمہارا فرزند اچھا خاصا ہے۔ اسے کوئی مرض نہیں۔ اسے جو شخص نظر آیا ہے، وہ کوئی شیطان نہیں ہے بلکہ دلوں کو ٹٹولنے والا فرشتہ ہے۔ جاؤ اطمینان رکھو۔ تمہارا فرزند ایک عظیم انسان ہونے والا ہے۔

28 ق ھ میں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمات مستعار لیں اور اپنا مال تجارت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے کیا اور اپنے غلام میسرہ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شام کی طرف روانہ کیا۔ اس سفر میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی درخت کے پاس قیام کیا۔ جہاں پہلے قیام کیا تھا اور بحیرا سے ملاقات ہوئی تھی۔ اب کے بار ایک دوسرے راہب سے ملاقات ہوئی، جس کا نام نسطور تھا۔ اس نے بھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وہی باتیں دریافت کیں، جو بحیرا نے پوچھی تھی، پھر وہ کہنے لگا: ''وہی، وہی قسم ہے انجیل کی''۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غور سے دیکھنے لگا۔ خزیمہ بن حکیم السلمیٰ کو کچھ برے ارادے کا خوف ہوا اور تلوار سونت کر راہب کی طرف لپکے۔ راہب اپنے صومعہ میں

بھاگ گیا اور دروازہ بند کر کے اس نے اہل قافلہ سے کہا: تم لوگ ناحق ڈر گئے۔ خدا کی قسم ! میں اس شخص کا دشمن نہیں ہوں بلکہ مجھے اس شخص سے محبت ہے۔ اس کی بابت جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔ اس شخص کو بہت جلد ایک بڑا رتبہ حاصل ہونے والا ہے۔

اس سفر سے واپسی کے بعد میسرہ سے آپ کی بابت بہت سی باتیں معلوم کرنے کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جو کہ 40 برس کی تھیں اور بیوہ تھیں، پیغام نکاح بھیجا اور حضرت ابو طالب کے مشورہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ام المومنین ہونے کے شرف سے نوازا۔

رُسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر شریف جب چالیس برس کے قریب ہو چلی اور اس دوران آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اب تک کے تاملات نے قوم سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذہنی اور فکری فاصلہ بہت وسیع کر دیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تنہائی محبوب ہوگئی چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پانی لے کر مکہ سے کوئی دو میل دور کوہِ حراء کے ایک غار میں جا رہتے۔ یہ ایک مختصر سا غار ہے جس کا طُول چار گز اور عرض پونے دو گز ہے۔ یہ نیچے کی جانب گہرا نہیں ہے بلکہ ایک مختصر راستے کے بازو میں اوپر کی چٹانوں کے باہم ملنے سے ایک کوتل کی شکل اختیار کئے ہوئے ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب یہاں تشریف لے جاتے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ جاتیں اور قریب ہی کسی جگہ موجود رہتیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان بھر اس غار میں قیام فرماتے۔ آنے جانے والے مسکینوں کو کھانا کھلاتے اور بقیہ اوقات اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گزارتے۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر چالیس برس ہوگئی اور یہی سن کمال ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہی پیغمبروں کی بعثت کی عمر ہے۔ تو زندگی کے افق کے پار سے آثار نبوت چمکنا اور جگمگانا شروع ہوئے۔ یہ آثار خواب تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو بھی خواب دیکھتے وہ سپیدۂ صبح کی طرح نمودار ہوتا۔ اس حالت پر چھ ماہ کا عرصہ گزر گیا۔ جو مدتِ نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے اور کل مدت نبوت تئیس برس ہے۔ اس کے بعد جب حراء میں خلوت نشینی کا تیسرا سال آیا تو اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ روئے زمین کے باشندوں پر اس کی رحمت کا فیضان ہو۔ چنانچہ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت سے مشرف کیا اور حضرت جبریل علیہ السلام قرآن مجید کی چند آیت لے کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور اس نے تین بار کہا پڑھو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں پڑھا لکھا نہیں ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس نے اس پر مجھے پکڑ کر اس زور سے دبایا کہ میری قوت نچوڑ دی۔ پھر چھوڑ کر کہا: پڑھو! میں نے کہا میں پڑھا لکھا نہیں ہوں۔ اس نے دوبارہ پکڑ کر دبوچا۔ پھر چھوڑ کر کہا: پڑھو! میں نے پھر کہا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ اس نے تیسری بار پکڑ کر دبوچا پھر چھوڑ کر کہا:

اقرا باسمه ربک الذی خلق. خلق الانسان من علق. اقرا وربک الاکرم.

"پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا، انسان کو لوتھڑے سے۔
پڑھو اور تمہارا رب نہایت کریم ہے"۔

(سیرت انسائیکلوپیڈیا از سید قاسم محمود)

باب نمبر ۵
اسراء اور
معراج

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ
وعلیٰ آلک واصحابک یا سیدی یا حبیب اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم

ذکر رسول مقبول

اے حبیب کبریا، اے منبع جود و صفات
باعث تکوین عالم، مرکز کل کائنات

ہوگیا پیدا تیری خاطر نظام ہست و بُود
بارگاہ حق میں ہے مقبول کتنی تیری ذات

تو نہیں، کچھ بھی نہیں، تو ہے تو سب موجود ہے
تیرے ہی دم سے ہوا قائم وجود شش جہات

کیوں نہ ہم سمجھیں محبت کو تیری ایمان اصل
جب اسی اک بات پر موقوف ہے اپنی نجات

جس کے منہ میں پڑ گیا اک مرتبہ تیرا لعاب
اُس نے ٹکڑے کر دیا پیمانۂ آب حیات

تو نے فرمایا ھواللہ احد دنیا میں جب
سر بسجدہ تیرے قدموں میں گرے لات ومنات

ریزہ چیں تیری بساطِ حسن کے شمس و قمر
اے مجسم نور حق اے مشعلِ کل کائنات

عاصیوں کو ناز ہو کیونکر نہ تیری ذات پر
مانی جائے گی تیری محشر کے دن ہر ایک بات

تیرے نور پاک سے ضو ریز مہروماہ ہوئے
تیرے حسن لم یزل کی اس طرح نکلی زکات

مرجع خلق خدا ہے تیری ذات باصفا
ہو ریاض دل حزیں پر بھی نگاہ التفات

علامہ سیّد ریاض الدین سہروردی

اسراء اور معراج

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت و تبلیغ ابھی کامیابی اور ظلم وستم کے اس درمیانی مرحلے سے گذر رہی تھی اور افق کی دور دراز پہنائیوں میں دھندلے تاروں کی جھلک دکھائی پڑنا شروع ہو چکی تھی کہ اسراء اور معراج کا واقعہ پیش آیا۔ یہ معراج کب واقع ہوئی؟ اس بارے میں اہل سیر کے اقوال مختلف ہیں جو یہ ہیں:

۱۔ جس سال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت دی گئی اس سال معراج بھی واقع ہوئی (یہ طبری کا قول ہے)

۲۔ نبوت کے پانچ سال بعد معراج ہوئی (اسے امام نووی اور امام قرطبی نے راجح قرار دیا ہے)

۳۔ نبوت کے دسویں سال ۲۷ رجب کو ہوئی (اسے علامہ منصور پوری نے اختیار کیا ہے۔)

۴۔ ہجرت سے سولہ مہینے پہلے یعنی نبوت کے بارہویں سال ماہ رمضان میں ہوئی۔

۵۔ ہجرت سے ایک سال دو ماہ پہلے یعنی نبوت کے تیرہویں سال محرم میں ہوئی۔

۶۔ ہجرت سے ایک سال پہلے یعنی نبوت کے تیرہویں سال ماہ ربیع الاوّل میں ہوئی۔

ان میں سے پہلے تین اقوال اس لیے صحیح نہیں مانے جاسکتے کہ حضرت خدیجہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات نماز پنجگانہ فرض ہونے سے پہلے ہوئی تھی۔اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ نماز پنجگانہ کی فرضیت معراج کی رات ہوئی۔اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات معراج سے پہلے ہوئی تھی اور معلوم ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات نبوت کے دسویں سال ماہ رمضان میں ہوئی تھی۔لہٰذا معراج کا زمانہ اس کے بعد کا ہوگا اس سے پہلے کا نہیں۔باقی رہے آخر کے تین اقوال تو ان میں سے کسی کو کسی پر ترجیح دینے کے لئے کوئی دلیل نہ مل سکی۔البتہ سورہ اسراء کے سیاق سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ واقعہ مکی زندگی کے بالکل آخری دور کا ہے۔

ائمہ حدیث نے اس واقعے کی جو تفصیلات روایت کی ہیں ہم اگلی سطور میں ان کا حاصل پیش کر رہے ہیں۔ابن قیم لکھتے ہیں کہ صحیح قول کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کے جسم مبارک سمیت بُراق پر سوار کر کے حضرت جبریل علیہ السلام کی معیت میں مسجد حرام سے بیت المقدس تک سیر کرائی گئی پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں نزول فرمایا اور انبیاء کی امامت فرماتے ہوئے نماز پڑھائی اور براق کو مسجد کے دروازے کے حلقے سے باندھ دیا تھا۔

اس کے بعد اسی رات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیت المقدس سے آسمانِ دنیا تک لے جایا گیا۔جبریل علیہ السلام نے دروازہ کھلوایا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کے لئے دروازہ کھولا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں انسانوں کے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو دیکھا اور انہیں سلام کیا۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مرحبا کہا۔ سلام کا جواب دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا اقرار کیا۔ اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے دائیں جانب سعادت مندوں کی روحیں اور بائیں جانب بدبختوں کی رُوحیں دکھلائیں۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دوسرے آسمان پر لے جایا گیا اور دروازہ کھلوایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام اور حضرت عیسےٰ بن مریم علیہما السلام کو دیکھا۔ دونوں سے ملاقات کی اور سلام کیا۔ دونوں نے سلام کا جواب دیا، مبارک باد دی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا اقرار کیا۔

پھر چوتھے آسمان پر لے جایا گیا۔ وہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ادریس علیہ السلام کو دیکھا اور انہیں سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا، مرحبا کہا، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا اقرار کیا۔

پھر پانچویں آسمان پر لے جایا گیا۔ وہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ہارون بن عمران علیہ السلام کو دیکھا اور انہیں سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا، مبارک باد دی اور اقرار نبوت کیا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھٹے آسمان پر لے جایا گیا۔ وہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملاقات حضرت موسیٰ بن عمران سے ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلام کیا۔ انہوں نے مرحبا کہا اور اقرار نبوت کیا۔ البتہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں سے آگے بڑھے تو وہ رونے لگے۔ اُن سے کہا گیا آپ کیوں رو رہے ہیں؟ انہوں نے کہا: میں اس لیے رو رہا ہوں کہ ایک نوجوان جو میرے بعد مبعوث کیا گیا اس کی امت کے لوگ میری امت کے لوگوں سے بہت زیادہ تعداد میں جنت کے اندر داخل ہوں گے۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ساتویں آسمان پر لے جایا گیا۔ وہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملاقات حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا، مبارک باد دی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا اقرار کیا۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سدرۃ المنتہیٰ تک لے جایا گیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بیت معمور کو ظاہر کیا گیا۔

پھر خدائے جبار جل جلالہ کے دربار میں پہنچایا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے اتنے قریب ہوئے کہ دو کمانوں کے برابر یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔ اس وقت اللہ نے اپنے بندے پر وحی فرمائی جو کچھ کہ وحی فرمائی اور پچاس وقت کی

نمازیں فرض کیں۔اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس ہوئے یہاں تک کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گذرے تو انہوں نے پوچھا کہ اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کس چیز کا حکم دیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پچاس نمازوں کا؟ انہوں نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت اس کی طاقت نہیں رکھتی۔اپنے پروردگار کے پاس واپس جائیے اور اپنی امت کے لئے تخفیف کا سوال کیجئے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام کی طرف دیکھا گویا ان سے مشورہ لے رہے ہیں۔انہوں نے اشارہ کیا کہ ہاں اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہیں۔اس کے بعد حضرت جبریل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جبّار تبارک تعالیٰ کے حضور لے گئے۔بعض طرق میں صحیح بخاری کا لفظ یہی ہے۔کہ خدائے جبار جل جلالہ نے دس نمازیں کم کردیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نیچے لائے گئے۔جب موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گذر ہوا تو انہیں خبر دی۔انہوں نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے رب کے پاس واپس جائیے اور تخفیف کا سوال کیجئے۔اس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اللہ عزّ وجل کے درمیان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد ورفت برابر جاری رہی۔یہاں تک کہ اللہ عزّ وجل نے صرف پانچ نمازیں باقی رکھیں۔اس کے بعد بھی موسیٰ علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو واپسی اور طلب تخفیف کا مشورہ دیا مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اب

مجھے اپنے رب سے شرم محسوس ہو رہی ہے۔ میں اسی پر راضی ہوں اور سر تسلیم خم کرتا ہوں۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مزید کچھ دور تشریف لے گئے تو ندا آئی کہ میں نے اپنا فریضہ نافذ کر دیا اور اپنے بندوں سے تخفیف کر دی۔

اس کے بعد ابن قیم نے اس بارے میں اختلاف ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب تبارک تعالیٰ کو دیکھا یا نہیں؟ پھر امام ابن تیمیہ کی ایک تحقیق ذکر کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنکھ سے دیکھنے کا سرے سے کوئی ثبوت نہیں اور نہ کوئی صحابی اس کا قائل ہے؟ اور ابن عباس سے مطلقاً دیکھنے اور دل سے دیکھنے کے جو دو قول منقول ہیں۔ ان میں سے پہلا دوسرے کے منافی نہیں اس کے بعد امام ابن قیم لکھتے ہیں کہ سورۂ نجم میں اللہ تعالیٰ کا جو یہ ارشاد ہے:

ثم دنا فتدلی

''پھر وہ نزدیک آیا اور قریب تر ہو گیا''۔

تو یہ اس قربت کے علاوہ ہے جو معراج کے واقعے میں حاصل ہوئی تھی کیونکہ سورۂ نجم میں جس قربت کا ذکر ہے اس سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام کی قربت وتدلی ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے؟ اور سیاق بھی اسی پر دلالت کرتا ہے اس کے برخلاف حدیث معراج میں جس قربت وتدلی کا ذکر ہے اس کے بارے میں صراحت ہے کہ یہ رب تبارک و

تعالیٰ سے قربت وتدلی تھی اور سورۂ نجم میں اس کو سرے سے چھیڑا ہی نہیں گیا ہے بلکہ اس میں یہ کہا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں دوسری بار سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا اور یہ حضرت جبریل علیہ السلام تھے۔ انہیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی اپنی شکل میں دو مرتبہ دیکھا تھا ایک مرتبہ زمین پر اور ایک مرتبہ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس۔ واللہ اعلم

اس دفعہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شَقِّ صَدر (سینہ چاک کئے جانے) کا واقعہ پیش آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس سفر کے دوران کئی چیزیں دکھائی گئیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دودھ اور شراب پیش کئے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دودھ اختیار فرمایا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فطرت کی راہ بتائی گئی، یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فطرت پالی۔ اور یاد رکھیئے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شراب لی ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت گمراہ ہو جاتی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنت میں چار نہریں دیکھیں، دو ظاہری اور دو باطنی، ظاہری نہریں نیل وفرات تھیں۔ (اس کا مطلب غالباً یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت نیل وفرات کی شاداب وادیوں کو اپنا وطن بنائے گی، یعنی

یہاں کے باشندے نسلاً بعد نسل مسلمان ہوں گے۔ یہ نہیں کہ ان دونوں نہروں کے پانی کا منبع جنت میں ہے۔ واللہ اعلم)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مالک، داروغہ جہنم کو بھی دیکھا۔ وہ ہنستا نہ تھا اور نہ اس کے چہرے پر خوشی اور بشاشت تھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنت وجہنم بھی دیکھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کو بھی دیکھا جو یتیموں کا مال ظلماً کھا جاتے ہیں۔ ان کے ہونٹ اونٹ کے ہونٹوں کی طرح تھے اور وہ اپنے منہ میں پتھر کے ٹکڑوں جیسے انگارے ٹھونس رہے تھے جو دوسری جانب ان کے پاخانے کے راستے سے نکل رہے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سودخوروں کو بھی دیکھا۔ ان کے پیٹ اتنے بڑے بڑے تھے کہ وہ اپنی جگہ سے ادھر اُدھر نہیں ہو سکتے تھے۔ اور جب آلِ فرعون کو آگ پر پیش کرنے کے لئے لے جایا جاتا تو ان کے پاس سے گذرتے وقت انہیں روندتے ہوئے جاتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زنا کاروں کو بھی دیکھا۔ اُن کے سامنے تازہ اور فربہ گوشت تھا اور اسی کے پہلو بہ پہلو سڑا ہوا چھیچھڑا بھی تھا۔ یہ لوگ تازہ اور فربہ گوشت چھوڑ کر سڑا ہوا چھیچھڑا کھا رہے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان عورتوں کو دیکھا جو اپنے شوہروں پر دوسروں کی اولاد داخل کر دیتی ہیں۔ (یعنی دوسروں سے زنا کے ذریعے حاملہ ہوتی ہیں لیکن لاعلمی کی وجہ سے بچہ ان کے شوہر کا سمجھا جاتا ہے)۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں دیکھا کہ ان کے سینوں میں بڑے بڑے ٹیڑھے کانٹے چبھا کر انہیں آسمان وزمین کے درمیان لٹکا دیا گیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آتے جاتے ہوئے اہل مکہ کا ایک قافلہ بھی دیکھا اور انہیں ان کا ایک اونٹ بھی بتایا جو بدک کر بھاگ گیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا پانی بھی پیا جو ایک ڈھکے ہوئے برتن میں رکھا تھا۔ اس وقت قافلہ سو رہا تھا، پھر اآپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسی طرح برتن ڈھک کر چھوڑ دیا اور یہ بات معراج کی صبح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دعوی کی صداقت کی ایک دلیل ثابت ہوئی۔

علامہ ابن قیم فرماتے ہیں کہ جب صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی قوم کو ان بڑی بڑی نشانیوں کی خبر دی۔ جو اللہ عزّ وجل نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دکھلائی تھیں تو قوم کی تکذیب اور اذیت وضرر رسانی میں اور شدت آ گئی۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ بیت المقدس کی کیفیت بیان کریں۔ اس پر اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بیت المقدس کو ظاہر فرما دیا

اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہوں کے سامنے آ گیا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قوم کو اس کی نشانیاں بتلانا شروع کیں اور ان سے کسی بات کی تردید نہ بن پڑی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جاتے اور آتے ہوئے اُن کے قافلے سے ملنے کا بھی ذکر فرمایا اور بتلایا کہ اس کی آمد کا وقت کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس اونٹ کی بھی نشاندہی کی جو قافلے کے آگے آگے آ رہا تھا، پھر جیسا کچھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا تھا ویسا ہی ثابت ہوا لیکن ان سب کے باوجود ان کی نفرت میں اضافہ ہی ہوا۔ اور ان ظالموں نے کفر کرتے ہوئے کچھ بھی ماننے سے انکار کر دیا۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اسی موقع پر صدیق کا خطاب دیا گیا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس واقعے کی اس وقت تصدیق کی جبکہ اور لوگوں نے تکذیب کی تھی۔

معراج کا فائدہ بیان فرماتے ہوئے جو سب سے مختصر اور عظیم بات کہی گئی وہ یہ ہے:

لنریه من ایا تنا

''تا کہ ہم (اللہ تعالیٰ) آپ کو اپنی کچھ نشانیاں دکھلائیں''۔

اور انبیاء کرام کے بارے میں یہی اللہ تعالیٰ کی سنت ہے۔ ارشاد ہے:

وکذلک نری ابراھیم ملکوت السموت والارض ولیکون من الموقنین۔(۷۵:۶)

''اوراسی طرح ہم نے ابراہیم علیہ السلام کوآسمان وزمین کانظامِ سلطنت دکھلایا۔اور تاکہ وہ یقین کرنے والوں میں سے ہو''۔

اور موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا:

لنریک من ایاتنا الکبری (۲۰:۲۳)

''تاکہ ہم تمہیں اپنی کچھ بڑی نشانیاں دکھلائیں''۔

پھران نشانیوں کے دکھلانے کا جومقصود تھا۔اسے بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے ارشاد ولیکون من الموقنین (تاکہ وہ یقین کرنے والوں میں سے ہو) کے ذریعے واضح فرمادیا۔چنانچہ جب انبیاء کرام کے علوم کواس طرح کے مشاہدات کی سند حاصل ہوجاتی تھی توانہیں عین الیقین کا وہ مقام حاصل ہوجاتا تھا جس کا اندازہ لگانا ممکن نہیں کہ ''شنیدہ کے بود مانند دیدہ'' اور یہی وجہ ہے کہ انبیاء کرام اللہ کی راہ میں ایسی ایسی مشکلات جھیل لیتے تھے جنہیں کوئی اور جھیل ہی نہیں سکتا۔درحقیقت ان کی نگاہوں میں دُنیا کی ساری قوتیں مل کر بھی مچھر کے پر کے برابر حیثیت نہیں رکھتی تھیں اسی لیے وہ ان قوتوں کی طرف سے ہونے والی سختیوں اور ایذارسانیوں کی کوئی پروانہیں کرتے تھے۔

اس واقعہ معراج کی جزئیات کے پس پردہ مزید جو حکمتیں اور اسرار کارفرما تھے ان کی بحث کا اصل مقام اسرارِ شریعت کی کتابیں ہیں البتہ چند موٹے موٹے حقائق ایسے ہیں جو اس مبارک سفر کے سرچشموں سے پُھوٹ کر سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گلشن کی طرف رواں دواں ہیں اس لیے یہاں مختصراً انہیں قلمبند کیا جا رہا ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ اسراء میں اسراء کا واقعہ صرف ایک آیت میں ذکر کر کے کلام کا رُخ یہود کی سیاہ کاریوں اور جرائم کے بیان کی جانب موڑ دیا ہے، پھر انہیں آگاہ کیا ہے کہ یہ قرآن اس راہ کی ہدایت دیتا ہے۔ جو سب سے سیدھی اور صحیح راہ ہے۔ قرآن پڑھنے والے کو بسا اوقات شُبہ ہوتا ہے کہ دونوں باتیں بے جوڑ ہیں لیکن درحقیقت ایسا نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ اس اسلوب کے ذریعے یہ اشارہ فرما رہا ہے کہ اب یہود کو نوعِ انسانی کی قیادت سے معزول کیا جانے والا ہے کیونکہ انہوں نے ایسے ایسے جرائم کا ارتکاب کیا ہے جن سے ملوث ہونے کے بعد انہیں اس منصب پر باقی نہیں رکھا جا سکتا، لہٰذا اب یہ منصب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سونپا جائے گا اور دعوتِ ابراہیمی کے دونوں مراکز ان کے ماتحت کر دیئے جائیں گے۔ بالفاظ دیگر اب وقت آ گیا ہے کہ روحانی قیادت ایک امت سے دوسری امت کو منتقل کر دی جائے یعنی ایک ایسی امت سے جس کی تاریخ غدر و خیانت اور ظلم و بدکاری سے بھری ہوئی ہے، یہ قیادت چھین کر ایک ایسی امت کے حوالے کر دی

جائے جس سے نیکیوں اور بھلائیوں کے چشمے پھوٹیں گے اور جس کا پیغمبر سب سے زیادہ درست راہ بتانے والے قرآن کی وحی سے بہرہ ور ہے۔

لیکن یہ قیادت منتقل کیسے ہوسکتی ہے جب کہ اس امت کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکے کے پہاڑوں میں لوگوں کے درمیان ٹھوکریں کھاتا پھر رہا ہے؟ اس وقت یہ ایک سوال تھا جو ایک دوسری حقیقت سے پردہ اٹھا رہا تھا اور وہ حقیقت یہ تھی کہ اسلامی دعوت کا ایک دور اپنے خاتمے اور اپنی تکمیل کے قریب آلگا ہے اور اب ایک دوسرا دور شروع ہونے والا ہے جس کا دھارا پہلے سے مختلف ہوگا۔ اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ بعض آیات میں مشرکین کو کھلی وارننگ اور سخت دھمکی دی گئی ہے۔ ارشاد ہے:

واذا اردنا ان نهلک قرية امرنا مترفيها ففسقوا فيها فحق عليها القول فد مرنا هاتد ميرا (۱۶:۱۷)

''اور جب ہم کسی بستی کو تباہ کرنا چاہتے ہیں تو وہاں کے اصحابِ ثروت کو حکم دیتے ہیں مگر وہ کھلی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ پس اس بستی پر (تباہی کا) قول برحق ہو جاتا ہے اور ہم اسے کچل کر رکھ دیتے ہیں''۔

وكم اهلكنامن القرون من بعدنوح . وكفى بربک بذنوب عباده خبيرا بصيرا (۱۷:۱۷)

''اور ہم نے نوح کے بعد کتنی ہی قوموں کو تباہ کر دیا، اور تمہارا رب اپنے بندوں کے جرائم کی خبر رکھنے اور دیکھنے کے لئے کافی ہے''۔

پھر ان آیات کے پہلو بہ پہلو کچھ ایسی آیات بھی ہیں جن میں مسلمانوں کو ایسے تمدنی قواعد و ضوابط اور دفعات و مبادی بتلائے گئے ہیں۔ جن پر آئندہ اسلامی معاشرے کی تعمیر ہونی تھی۔ گویا اب وہ کسی ایسی سرزمین پر اپنا ٹھکانا بنا چکے ہیں، جہاں ہر پہلو سے ان کے معاملات ان کے اپنے ہاتھ میں ہیں اور انہوں نے ایک ایسی وحدت متماسکہ بنالی ہے جس پر سماج کی چکی گھوما کرتی ہے۔ لہٰذا ان آیات میں اشارہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عنقریب ایسی جائے پناہ اور امن گاہ پالیں گے۔ جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کو استقرار نصیب ہوگا۔

یہ اسراء و معراج کے بابرکت واقعے کی تہ میں پوشیدہ حکمتوں اور رازہائے سربستہ میں سے ایک ایسا راز اور ایک ایسی حکمت ہے۔ جس کا ہمارے موضوع سے براہِ راست تعلق ہے۔ اس لئے ہم نے مناسب سمجھا کہ اسے بیان کر دیں۔ اسی طرح کی دو بڑی حکمتوں پر نظر ڈالنے کے بعد ہم نے یہ رائے قائم کی ہے کہ اسراء کا یہ واقعہ یا تو بیعت عقبہ اولیٰ سے کچھ ہی پہلے کا ہے یا عقبہ کی دونوں بیعتوں کے درمیان کا ہے۔ واللہ اعلم

باب نمبر ٦

بیعت عقبہ و نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ھجرت

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ
وعلیٰ آلک واصحابک یا سیدی یا حبیب اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم

ذکر رسول مقبول

مِرا مذہب محمدؐ ہیں مِرا ایمان ہیں آقا
خدا معبود ہے ، معبود کی پہچان ہیں آقا
زمینوں ، آسمانوں سے بھی پہلے نُور تھا اُن کا
اگر انسان کہتا ہے ، فقط انسان ہیں آقا
شعور و آگہی ، نُورِ بصیرت آپؐ کا پر تو
امام الانبیاء ، نور الہدیٰ ، ذیشان ہیں آقا
غلامی آپؐ کی ممتاز کرتی ہے زمانے میں
محمدؐ کے خدا کا ہم پہ اک احسان ہیں آقا
مِرے ابّا نے گھُٹی دِی تھی مجھ کو اسم احمد کی
مِری سانسوں میں بستے ہیں مِرے سلطان ہیں آقا

پہلی بیعت عقبہ

ہم بتا چکے ہیں کہ نبوت کے گیارھویں سال موسمِ حج میں یثرب کے چھ آدمیوں نے اسلام قبول کرلیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وعدہ کیا تھا کہ اپنی قوم میں جا کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی تبلیغ کریں گے۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اگلے سال جب موسم حج آیا (یعنی ذی الحجہ ۱۲ نبوی، مطابق جولائی ۶۲۱ء تو بارہ آدمی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان میں حضرت جابر بن عبداللہ بن رمّاب کو چھوڑ کر باقی پانچ وہی تھے جو پچھلے سال بھی آ چکے تھے اور ان کے علاوہ سات آدمی نئے تھے۔ جن کے نام یہ ہیں۔

۱۔ معاذ بن الحارث ابن عفراء — قبیلہ بنی النجار (خزرج)

۲۔ ذکوان بن عبدالقیس — قبیلہ بنی زریق (خزرج)

۳۔ عبادہ بن صامت — قبیلہ بنی غنم (خزرج)

۴۔ یزید بن ثعلبہ — قبیلہ بنی غنم کے حلیف (خزرج)

۵۔ عباس بن عبادہ بن نضلہ — قبیلہ بنی سالم (خزرج)

۶۔ ابوالہیثم بن التیہان — قبیلہ بنی عبدالاشہل (اوس)

۷۔ عویم بن ساعدہ — قبیلہ عمرو بن عوف (اوس)

ان میں صرف اخیر کے دو آدمی قبیلہ اوس سے تھے، بقیہ سب کے سب قبیلہ

خزرج سے تھے۔ ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منٰی میں عقبہ کے پاس ملاقات کی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چند باتوں پر بیعت کی۔ یہ باتیں وہی تھیں جن پر آئندہ صلح حدیبیہ کے بعد اور فتح مکہ کے وقت عورتوں سے بیعت لی گئی۔

عقبہ کی اس بیعت کی تفصیل صحیح بخاری میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آؤ! مجھ سے اس بات پر بیعت کرو کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو گے، چوری نہ کرو گے، زنا نہ کرو گے، اپنی اولاد کو قتل نہ کرو گے، اپنے ہاتھ پاؤں کے درمیان سے گھڑ کر کوئی بہتان نہ لاؤ گے اور کسی بھلی بات میں میری نافرمانی نہ کرو گے۔ جو شخص یہ ساری باتیں پوری کرے گا اس کا اجر اللہ پر ہے اور جو شخص ان میں سے کسی چیز کا ارتکاب کر بیٹھے گا پھر اسے دنیا ہی میں اس کی سزا دے دی جائے گی تو یہ اس کے لئے کفارہ ہو گی اور جو شخص ان میں سے کسی چیز کا ارتکاب کر بیٹھے گا پھر اللہ اس پر پردہ ڈال دے گا تو اس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے، چاہے گا تو سزا دے گا اور چاہے گا تو معاف کر دے گا۔ حضرت عبادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی۔

مدینہ میں اسلام کا سفیر:

بیعت پوری ہوگئی اور حج ختم ہوگیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کے ہمراہ یثرب میں اپنا پہلا سفیر بھیجا تا کہ وہ مسلمانوں کو اسلامی احکام کی تعلیم دے اور انہیں دین کے درو بست سکھائے اور جولوگ اب تک شرک پر چلے آرہے ہیں ان میں اسلام کی اشاعت کرے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سفارت کے لئے سابقین اولین میں سے ایک جوان کا انتخاب فرمایا جس کا نام نامی اور اسم گرامی مصعب بن عمیر عبدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔

قابل رشک کامیابی:

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ پہنچے تو حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر نزول فرما ہوئے۔ پھر دونوں نے مل کر اہل یثرب میں جوش وخروش سے اسلام کی تبلیغ شروع کردی۔ حضرت مصعب مقری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خطاب سے مشہور ہوئے۔ (مقری کے معنی ہیں پڑھانے والا، اس وقت معلم اور استاد کو مقری کہتے تھے)۔

تبلیغ کے سلسلے میں ان کی کامیابی کا ایک نہایت شاندار واقعہ یہ ہے کہ ایک روز حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہیں ہمراہ لے کر بنی عبدالاشہل اور بنی ظفر کے محلے میں تشریف لے گئے اور وہاں بنی ظفر کے ایک باغ کے اندر مرق نامی

ایک کنویں پر بیٹھ گئے۔ ان کے پاس چند مسلمان بھی جمع ہو گئے۔ اُس وقت تک بنی عبدالاشہل کے دونوں سردار یعنی حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (مسلمان نہیں ہوئے تھے) بلکہ شرک ہی پر تھے۔ انہیں جب خبر ہوئی تو حضرت سعد رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت اُسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ ذرا جاؤ اور ان دونوں کو، جو ہمارے کمزوروں کو بیوقوف بنانے آئے ہیں، ڈانٹ دو اور ہمارے محلے میں آنے سے منع کر دو۔ چونکہ اسعد بن زرارہ میری خالہ کا لڑکا ہے (اس لیے تمہیں بھیج رہا ہوں) ورنہ یہ کام میں خود انجام دے دیتا۔

اُسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا حربہ اٹھایا۔ اور ان دونوں کے پاس پہنچے۔ حضرت اسعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں آتا دیکھ کر حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا: یہ اپنی قوم کا سردار تمہارے پاس آ رہا ہے۔ اس کے بارے میں اللہ سے سچائی اختیار کرنا۔ حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: اگر یہ بیٹھا تو اس سے بات کروں گا۔ اُسید پہنچے تو ان کے پاس کھڑے ہو کر سخت سست کہنے لگے۔ بولے: تم دونوں ہمارے یہاں کیوں آئے ہو؟ ہمارے کمزوروں کو بیوقوف بناتے ہو؟ یاد رکھو! اگر تمہیں اپنی جان کی ضرورت ہے تو ہم سے الگ ہی رہو۔ حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: کیوں نہ آپ بیٹھیں اور کچھ سنیں۔ اگر کوئی بات پسند آ جائے تو قبول کر لیں پسند نہ آئے تو چھوڑ دیں۔ حضرت اُسید نے کہا: بات منصفانہ کہہ رہے

ہو۔اس کے بعد اپنا حربہ گاڑ کر بیٹھ گئے۔اب حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام کی بات شروع کی اور قرآن کی تلاوت فرمائی۔ان کا بیان ہے کہ بخدا ہم نے حضرت اُسید کے بولنے سے پہلے ہی اُن کے چہرے کی چمک دمک سے ان کے اسلام کا پتہ لگا لیا۔اس کے بعد انہوں نے زبان کھولی تو فرمایا: یہ تو بڑا ہی عمدہ اور بہت ہی خوب تر ہے۔تم لوگ کسی کو اس دین میں داخل کرنا چاہتے ہو تو کیا کرتے ہو؟ انہوں نے کہا: آپ غسل کر لیں۔کپڑے پاک کر لیں۔پھر حق کی شہادت دیں: پھر دو رکعت نماز پڑھیں۔انہوں نے اٹھ کر غسل کیا یا کپڑے پاک کئے۔کلمۂ شہادت ادا کیا اور دو رکعت نماز پڑھی۔پھر بولے۔! میرے پیچھے ایک اور شخص ہے، اگر وہ تمہارا پیروکار بن جائے تو اس کی قوم کا کوئی آدمی پیچھے نہ رہے گا: اور میں اس کو ابھی تمہارے پاس بھیج رہا ہوں۔(اشارہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن معاذ کی طرف تھا)۔

اس کے بعد حضرت اُسید نے اپنا حربہ اٹھایا اور پلٹ کر حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچے۔وہ اپنی قوم کے ساتھ محفل میں تشریف فرما تھے (حضرت اُسید کو دیکھ کر) بولے: میں بخدا کہہ رہا ہوں کہ یہ شخص تمہارے پاس جو چہرہ لے کر آرہا ہے۔یہ وہ چہرہ نہیں ہے جسے لے کر گیا تھا۔پھر جب حضرت اُسید محفل کے پاس آن کھڑے ہوئے تو حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے دریافت کیا کہ تم نے

کیا کیا؟ انہوں نے کہا: میں نے ان دونوں سے بات کی تو واللہ مجھے کوئی حرج تو نظر نہیں آیا۔ ویسے میں نے انہیں منع کر دیا ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ ہم وہی کریں گے جو آپ چاہیں گے۔

اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ بنی حارثہ کے لوگ اسعد بن زرارہ کو قتل کرنے گئے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ جانتے ہیں کہ اسعد آپ کی خالہ کا لڑکا ہے۔ لہٰذا وہ چاہتے ہیں کہ آپ کا عہد توڑ دیں۔ یہ سن کر سعد غصے سے بھڑک اُٹھے اور اپنا نیزہ لے کر سیدھے ان دونوں کے پاس پہنچے۔ دیکھا تو دونوں اطمینان سے بیٹھے ہیں۔ سمجھ گئے کہ اُسید کا منشا یہ تھا کہ آپ بھی ان کی باتیں سنیں لیکن یہ ان کے پاس پہنچے تو کھڑے ہو کر سخت سست کہنے لگے۔ پھر اسعد بن زرارہ کو مخاطب کر کے بولے: خدا کی قسم اے ابو امامہ! اگر میرے اور تیرے درمیان قرابت کا معاملہ نہ ہوتا تو تم مجھ سے اس کی امید نہ رکھ سکتے تھے۔ ہمارے محلے میں آکر ایسی حرکتیں کرتے ہو جو ہمیں گوارا نہیں؟

ادھر حضرت اسعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پہلے ہی سے کہہ دیا تھا کہ بخدا تمہارے پاس ایک ایسا سردار آرہا ہے جس کے پیچھے اس کی پوری قوم ہے۔ اگر اس نے تمہاری بات مان لی تو پھر ان میں سے کوئی بھی نہ بچھڑے گا، اس لئے حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ

تعالیٰ عنہ سے کہا: کیوں نہ آپ تشریف رکھیں اور سنیں۔ اگر کوئی بات پسند آ گئی تو قبول کرلیں اور اگر پسند نہ آئی تو ہم آپ کی ناپسندیدہ بات کو آپ سے دور ہی رکھیں گے۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: انصاف کی بات کہتے ہو۔ اس کے بعد اپنا نیزہ گاڑ کر بیٹھ گئے۔ حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان پر سلام پیش کیا اور قرآن کی تلاوت کی۔ اُن کا بیان ہے کہ ہمیں حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بولنے سے پہلے ہی ان کے چہرے کی چمک دمک سے اُن کے اسلام کا پتا لگ گیا۔ اس کے بعد انہوں نے زبان کھولی اور فرمایا: تم لوگ اسلام لاتے ہو تو کیا کرتے ہو؟ انہوں نے کہا: آپ غسل کرلیں کپڑے پاک کرلیں، پھر حق کی شہادت دیں، پھر دو رکعت نماز پڑھیں۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسا ہی کیا۔

اس کے بعد اپنا نیزہ اٹھایا اور اپنی قوم کی محفل میں تشریف لائے۔ لوگوں نے دیکھتے ہی کہا: ہم بخدا کہہ رہے ہیں کہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو چہرہ لے کر گئے تھے اس کے بجائے دوسرا ہی چہرہ لے کر پلٹے ہیں۔ پھر جب حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہل مجلس کے پاس آ کر رُکے تو بولے: اے بنی عبد الاشہل! تم لوگ اپنے اندر میرا معاملہ کیسا جانتے ہو؟ انہوں نے کہا، آپ ہمارے سردار ہیں۔ سب سے اچھی سوجھ بوجھ کے مالک ہیں اور ہمارے سب سے بابرکت پاسبان ہیں۔ انہوں نے کہا: اچھا تو سنو! اب تمہارے مردوں اور عورتوں سے میری بات چیت حرام ہے

جب تک کہ تم لوگ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہ لاؤ۔ ان کی اس بات کا یہ اثر ہوا کہ شام ہوتے ہوتے اس قبیلے کا کوئی بھی مرد اور کوئی بھی عورت ایسی نہ بچی جو مسلمان نہ ہوگئی ہو۔ صرف ایک آدمی جس کا نام اصیرم تھا اس کا اسلام جنگ احد تک موخر ہوا۔ پھر احد کے دن اس نے اسلام قبول کیا اور جنگ میں لڑتا ہوا کام آ گیا۔ اس نے ابھی اللہ کے لئے ایک سجدہ بھی نہ کیا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس نے تھوڑا عمل کیا اور زیادہ اجر پایا۔

حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت اسعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن زرارہ ہی کے گھر مقیم رہ کر اسلام کی تبلیغ کرتے رہے یہاں تک کہ انصار کا کوئی گھرانہ باقی نہ بچا جس میں چند مرد اور عورتیں مسلمان نہ ہو چکی ہوں۔ صرف بنی امیہ بن زید اور خطمہ اور وائل کے مکانات باقی رہ گئے تھے۔ مشہور شاعر قیس بن اسلت انہیں کا آدمی تھا اور یہ لوگ اسی کی بات مانتے تھے۔ اس شاعر نے انہیں جنگ خندق (۵ ہجری) تک اسلام سے روکے رکھا۔ بہر حال اگلے موسم حج یعنی تیرہویں سال نبوت کا موسم حج آنے سے پہلے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کامیابی کی بشارتیں لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں مکہ تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قبائل یثرب کے حالات، ان کی جنگی اور دفاعی صلاحیتوں اور خیر کی لیاقتوں کی تفصیلات سنائیں۔

دوسری بیعت عقبہ

نبوت کے تیرہویں سال موسم حج جون ۶۲۲ء میں یثرب کے 70 سے زیادہ مسلمان فریضہ حج کی ادائیگی کے لئے مکہ تشریف لائے۔ یہ اپنی قوم کے مشرک حاجیوں میں شامل ہو کر آئے تھے اور ابھی یثرب ہی میں تھے یا مکے کے راستے ہی میں تھے کہ آپس میں ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ ہم کب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یوں ہی مکے کے پہاڑوں میں چکر کاٹتے، ٹھوکریں کھاتے اور خوفزدہ کئے جاتے چھوڑے رکھیں گے؟

پھر جب یہ مسلمان مکہ پہنچ گئے تو درپردہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سلسلہ جنبانی شروع کی اور آخر کار اس بات پر اتفاق ہوگیا کہ دونوں فریق ایام تشریق کے درمیانی دن ۱۲ ذی الحجہ کو منیٰ میں جمرۂ اولی، یعنی جمرۂ عقبہ کے پاس جو گھاٹی ہے اسی میں جمع ہوں اور یہ اجتماع رات کی تاریکی میں بالکل خفیہ طریقے پر ہو۔

آیئے اب اس تاریخی اجتماع کے احوال، انصار کے ایک قائد کی زبانی سنیں کہ یہی وہ اجتماع ہے جس نے اسلام و بت پرستی کی جنگ میں رفتارِ زمانہ کا رُخ موڑ دیا۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

ہم لوگ حج کے لئے نکلے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایام تشریق

کے درمیانی روز عقبہ میں ملاقات طے ہوئی اور بالآخر وہ رات آگئی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات طے تھی۔ ہمارے ساتھ ہمارے ایک معزز سردار عبداللہ بن حرام بھی تھے (جو ابھی اسلام نہ لائے تھے) ہم نے ان کو ساتھ لے لیا تھا۔ ورنہ ہمارے ساتھ ہماری قوم کے جو مشرکین تھے ہم ان سے اپنا سارا معاملہ خفیہ رکھتے تھے۔ مگر ہم نے عبداللہ بن حرام سے بات چیت کی اور کہا کہ اے ابو جابر! آپ ہمارے ایک معزز اور شریف سربراہ ہیں اور ہم آپ کو آپ کی موجودہ حالت سے نکالنا چاہتے ہیں تا کہ آپ کل کلاں کو آگ کا ایندھن نہ بن جائیں۔ اس کے بعد ہم نے انہیں اسلام کی دعوت دی اور بتلایا کہ آج عقبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہماری ملاقات طے ہے۔ انہوں نے اسلام قبول کرلیا اور ہمارے ساتھ عقبہ میں تشریف لے گئے اور نقیب بھی مقرر ہوئے۔

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ واقعے کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ہم لوگ حسبِ دستور اس رات اپنی قوم کے ہمراہ اپنے ڈیروں میں سوئے ، لیکن جب تہائی رات گذر گئی تو اپنے ڈیروں سے نکل نکل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ طے شدہ مقام پر جا پہنچے۔ ہم اس طرح چپکے چپکے دبک کر نکلتے تھے جیسے چڑیا گھونسلے سے سکڑ کر نکلتی ہے، یہاں تک کہ ہم سب عقبہ میں جمع ہو گئے۔ ہماری کل تعداد 75 تھی۔ 73 مرد اور 2 عورتیں۔ ایک امّ عمارہ نسیبہ بنت کعب تھیں

جو قبیلہ بنو مازن بن نجار سے تعلق رکھتی تھیں اور دوسری ام منیع اسماء بنت عمرو تھیں۔ جن کا تعلق قبیلہ بنو سلمہ سے تھا۔

ہم سب گھاٹی میں جمع ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتظار کرنے لگے اور آخر وہ لمحہ آ ہی گیا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت عباس بن عبدالمطلب بھی تھے۔ وہ اگرچہ ابھی تک اپنی قوم کے دین پر تھے مگر چاہتے تھے کہ اپنے بھتیجے کے معاملے میں موجود رہیں اور ان کے لئے پختہ اطمینان حاصل کر لیں۔ سب سے پہلے بات بھی انہیں نے شروع کی۔

گفتگو کا آغاز اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے معاملے کی نزاکت کی تشریح

مجلس مکمل ہو گئی تو دینی اور فوجی تعاون کے عہد و پیان کو قطعی اور آخری شکل دینے کے لیے گفتگو کا آغاز ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت عباس نے سب سے پہلے زبان کھولی۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ وہ پوری صراحت کے ساتھ اس ذمہ داری کی نزاکت واضح کر دیں جو اس عہد و پیان کے نتیجے میں ان حضرات کے سر پڑنے والی تھی۔ چنانچہ انہوں نے کہا:

خزرج کے لوگو! عام اہلِ عرب انصار کے دونوں ہی قبیلے یعنی خزرج اور اوس

کو خزرج ہی کہتے تھے۔ ہمارے اندر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو حیثیت ہے وہ تمہیں معلوم ہے۔ ہماری قوم کے جو لوگ دینی نقطۂ نظر سے ہمارے ہی جیسی رائے رکھتے ہیں۔ ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان سے محفوظ رکھا ہے۔ وہ اپنی قوم اور اپنے شہر میں قوت وعزت اور طاقت وحفاظت کے اندر ہیں مگر اب وہ تمہارے یہاں جانے اور تمہارے ساتھ لاحق ہونے پر راضی ہیں، لہٰذا اگر تمہارا یہ خیال ہے کہ تم انہیں جس چیز کی طرف بلا رہے ہو اسے نبھالو گے اور انہیں ان کے مخالفین سے بچالو گے تب تو ٹھیک ہے۔ تم نے جو ذمے داری اٹھائی ہے اسے تم جانو۔ لیکن اگر تمہارا یہ اندازہ ہے کہ تم انہیں اپنے پاس لے جانے کے بعد ان کا ساتھ چھوڑ کر کنارہ کش ہو جاؤ گے تو پھر ابھی سے انہیں چھوڑ دو کیونکہ وہ اپنی قوم اور اپنے شہر میں بہر حال عزت وحفاظت سے ہیں۔

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ آپ کی بات ہم نے سُن لی۔ اب اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گفتگو فرمائیے اور اپنے لیے اور اپنے رب کے لئے جو عہد و پیمان پسند کریں لیجئے۔

اس جواب سے پتہ چلتا ہے کہ اس عظیم ذمے داری کو اٹھانے اور اس کے پُر خطر نتائج کو جھیلنے کے سلسلے میں انصار کے عزمِ محکم، شجاعت و ایمان اور جوش و اخلاص

کا کیا حال تھا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گفتگو فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے قرآن کی تلاوت کی، اللہ کی طرف دعوت دی اور اسلام کی ترغیب دی۔اس کے بعد بیعت ہوئی۔

بیعت کی دفعات:

بیعت کا واقعہ امام احمد نے حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ نے تفصیل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ہم نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کس بات پر بیعت کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس بات پر کہ

۱۔ چستی اور سُستی ہر حال میں بات سنو گے اور مانو گے۔

۲۔ تنگی اور خوشحالی ہر حال میں مال خرچ کرو گے۔

۳۔ بھلائی کا حکم دو گے اور برائی سے روکو گے۔

۴۔ اللہ کی راہ میں اُٹھ کھڑے ہو گے اور اللہ کے معاملے میں کسی ملامت گر کی ملامت کی پروا نہ کرو گے۔

۵۔ اور جب میں تمہارے پاس آجاؤں گا تو میری مدد کرو گے اور جس چیز سے اپنی جان اور اپنے بال بچوں کی حفاظت کرتے ہو اس سے میری بھی حفاظت کرو گے۔

اور تمہارے لیے جنت ہے۔

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں جسے ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے۔ صرف آخری دفعہ (۵) کا ذکر ہے۔ چنانچہ اس میں کہا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن کی تلاوت، اللہ کی طرف دعوت اور اسلام کی ترغیب دینے کے بعد فرمایا: میں تم سے اس بات پر بیعت لیتا ہوں کہ تم اس چیز سے میری حفاظت کرو گے جس سے اپنے بال بچوں کی حفاظت کرتے ہو۔ اس پر حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن معرور نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ پکڑا اور کہا ہاں: اس ذات کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے، ہم یقیناً اس چیز سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کریں گے جس سے اپنے بال بچوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ لہٰذا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم سے بیعت لیجئے۔ ہم خدا کی قسم جنگ کے بیٹے ہیں اور ہتھیار ہمارا کھلونا ہے۔ ہماری یہی ریت باپ دادا سے چلی آ رہی ہے۔

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بات کر رہے تھے کہ ابوالہیثم بن تیہان نے بات کاٹتے ہوئے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہمارے اور کچھ لوگوں یعنی یہود کے درمیان عہد و پیمان کی رسیاں ہیں۔ اور اب ہم ان رسیوں کو کاٹنے

والے ہیں، تو کہیں ایسا تو نہیں ہوگا کہ ہم ایسا کر ڈالیں پھر اللہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غلبہ وظہور عطا فرمائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں چھوڑ کر اپنی قوم کی طرف پلٹ آئیں۔

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبسم فرمایا، پھر فرمایا: (نہیں) بلکہ آپ لوگوں کا خون میرا خون اور آپ لوگوں کی بربادی میری بربادی ہے۔ میں آپ سے ہوں اور آپ مجھ سے ہیں۔ جس سے آپ جنگ کریں گے اس سے میں جنگ کروں گا اور جس سے آپ صُلح کریں گے اس سے میں صلح کروں گا۔

خطرنا کی بیعت کی مکرر یاددہانی:

بیعت کی شرائط کے متعلق گفت وشنید مکمل ہو چکی اور لوگوں نے بیعت شروع کرنے کا ارادہ کیا تو صفِ اوّل کے دو مسلمان جو ۱۱ نبوت اور ۱۲ نبوت کے ایام حج میں مسلمان ہوئے تھے یکے بعد دیگرے اُٹھے تا کہ لوگوں کے سامنے ان کی ذمے داری کی نزاکت اور خطرنا کی کو اچھی طرح واضح کر دیں۔ اور یہ لوگ معاملے کے سارے پہلوؤں کو اچھی طرح سمجھ لینے کے بعد ہی بیعت کریں۔ اس سے یہ بھی پتہ لگانا مقصود تھا کہ قوم کس حد تک قربانی دینے کے لئے تیار ہے۔

ابنِ اسحاق کہتے ہیں کہ جب لوگ بیعت کے لئے جمع ہو گئے تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبادہ بن نضلہ نے کہا: تم لوگ جانتے ہو کہ ان سے

(اشارہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف تھا) کس بات پر بیعت کرر ہے ہو؟ آوازیں! جی ہاں۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا تم ان سے سرخ اور سیاہ لوگوں سے جنگ پر بیعت کرر ہے ہو۔ اگر تمہارا یہ خیال ہو کہ جب تمہارے اموال کا صفایا کر دیا جائے گا اور تمہارے اشراف قتل کر دیئے جائیں گے تو تم ان کا ساتھ چھوڑ دو گے تو ابھی سے چھوڑ دو، کیونکہ اگر تم نے انہیں لے جانے کے بعد چھوڑ دیا تو یہ دنیا اور آخرت کی رسوائی ہوگی۔ اور اگر تمہارا یہ خیال ہے کہ تم مال کی تباہی اور اشراف کے قتل کے باوجود وہ عہد نبھاؤ گے جس کی طرف تم نے انہیں بلایا ہے تو پھر بے شک تم انہیں لے لو۔ کیونکہ یہ خدا کی قسم دنیا اور آخرت کی بھلائی ہے۔

اس پر سب نے بیک آواز کہا! ہم مال کی تباہی اور اشراف کے قتل کا خطرہ مول لے کر انہیں قبول کرتے ہیں۔ ہاں! اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم نے یہ عہد پورا کیا تو ہمیں اس کے عوض کیا ملے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جنت۔ لوگوں نے عرض کی، اپنا ہاتھ پھیلائیے! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھ پھیلایا اور لوگوں نے بیعت کی۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ اس وقت ہم بیعت کرنے اٹھے تو حضرت اسعد بن زرارہ نے جوان ستر آدمیوں میں سب سے کم عمر تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ پکڑ لیا اور بولے: اہل یثرب! ذرا ٹھہر جاؤ! ہم آپ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اونٹوں کے کلیجے مار کر (یعنی لمبا چوڑا سفر کر کے) اس یقین کے ساتھ حاضر ہوئے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ آج آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہاں سے لے جانے کے معنی ہیں سارے عرب سے دشمنی، تمہارے چیدہ سرداروں کا قتل، اور تلواروں کی مار۔ لہٰذا اگر یہ سب کچھ برداشت کر سکتے ہو تب تو انہیں لے چلو، اور تمہارا اجر اللہ پر ہے۔ اور اگر تمہیں اپنی جان عزیز ہے تو انہیں ابھی سے چھوڑ دو۔ یہ اللہ کے نزدیک زیادہ قابل قبول عذر ہوگا۔

بیعت کی تکمیل:

بیعت کی دفعات پہلے ہی طے ہو چکی تھیں، ایک بار نزاکت کی وضاحت بھی ہو چکی تھی۔ اب یہ تاکید مزید ہوئی تو لوگوں نے بیک آواز کہا: اسعد بن زرارہ! اپنا ہاتھ ہٹاؤ۔ خدا کی قسم ہم اس بیعت کو نہ چھوڑ سکتے ہیں اور نہ توڑ سکتے ہیں۔

اس جواب سے حضرت اسعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ قوم کس حد تک اس راہ میں جان دینے کے لئے تیار ہے۔ درحقیقت حضرت اسعد بن زرارہ حضرت مصعب بن عمیر کے ساتھ مل کر مدینے میں اسلام کے سب سے بڑے مبلغ تھے، اس لئے طبعی طور پر وہی ان بیعت کنندگان کے دینی سربراہ بھی تھے اور اسی لیے سب سے پہلے انہوں نے بیعت بھی کی۔ چنانچہ ابنِ اسحاق کی روایت ہے۔

کہ نبوالنجار کہتے ہیں کہ ابوامامہ اسعد بن زرارہ سب سے پہلے آدمی ہیں جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہاتھ ملایا اور اس کے بعد بیعتِ عامہ ہوئی۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ہم لوگ ایک ایک آدمی کر کے اُٹھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے بیعت لی اور اس کے عوض جنت کی بشارت دی۔

باقی رہیں دو عورتیں جو اس موقعے پر حاضر تھیں تو ان کی بیعت صرف زبانی ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی کسی اجنبی عورت سے مصافحہ نہیں کیا۔

واہ سبحان اللہ تعالیٰ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت

جب دوسری بیعت عقبہ مکمل ہوگئی۔ اسلام کفر و جہالت کے لق و دق صحرا میں اپنے ایک وطن کی بنیاد رکھنے میں کامیاب ہوگیا اور یہ سب سے اہم کامیابی تھی جو اسلام نے اپنی دعوت کے آغاز سے اب تک حاصل کی تھی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو اجازت مرحمت فرمائی کہ وہ اپنے اس نئے وطن کی طرف ہجرت کر جائیں۔

ہجرت کے معنی یہ تھے کہ سارے مفادات تج کر اور مال کی قربانی دے کر محض جان بچالی جائے اور وہ بھی یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ جان بھی خطرے کی زد میں ہے۔ ابتدائے راہ سے انتہائے راہ تک کہیں بھی ہلاک کی جاسکتی ہے۔ پھر سفر ایک مبہم مستقبل کی طرف ہے۔ معلوم نہیں آگے چل کر ابھی کون کون سے مصائب اور غم و الم رُونما ہوں گے۔ مسلمانوں نے یہ سب کچھ جانتے ہوئے ہجرت کی ابتداء کردی۔

بیعت کی خبر قریش کے کانوں تک پہنچ چکی تھی۔ تو غم والم کی شدت سے ان کے اندر کہرام مچ گیا کیونکہ اس جیسی بیعت کے جو نتائج ان کی جان و مال پر مرتب ہوسکتے تھے اس کا انہیں اچھی طرح اندازہ تھا۔ مشرکین نے ان کے راہ میں رکاوٹیں ڈالنے اور یہاں تک کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کی سازشیں شروع کردی۔

حضرت جبریل علیہ السلام اپنے رب تبارک وتعالیٰ کی وحی لے کر آپ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قریش کی سازش سے آگاہ کرتے ہوئے بتلایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہاں سے روانگی کی اجازت دے دی ہے اور یہ کہتے ہوئے ہجرت کے وقت کا تعین بھی فرما دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ رات اپنے اُس بستر پر نہ گذاریں جس پر اب تک گذارا کرتے تھے۔

اس اطلاع کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ٹھیک دوپہر کے وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لے گئے تا کہ ان کے ساتھ ہجرت کے سارے پروگرام اور مرحلے طے فرمالیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ ٹھیک دوپہر کے وقت ہم لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان میں بیٹھے تھے کہ کسی کہنے والے نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سرڈھانکے تشریف لا رہے ہیں۔ یہ ایسا وقت تھا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف نہیں لایا کرتے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت کسی اہم معاملے ہی کی وجہ سے تشریف لائے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے، اجازت طلب کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اجازت دی گئی

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اندر داخل ہوئے۔ پھر ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: تمہارے پاس جو لوگ ہیں انہیں ہٹادو۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: بس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہلِ خانہ ہی ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر میرے باپ فدا ہوں۔ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ نے فرمایا: اچھا تو مجھے روانگی کی اجازت مل چکی ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: ساتھ...... اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فدا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔

اس کے بعد ہجرت کا پروگرام طے کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر واپس تشریف لائے اور رات کی آمد کا انتظار کرنے لگے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکان کا گھیراؤ:

ادھر قریش کے اکابر مجرمین نے اپنا سارا دن مکے کی پارلیمان دارالندوہ کی پہلے پہر کی طے کردہ قرارداد کے نفاذ کی تیاری میں گذارا اور اس مقصد کے لئے ان اکابر مجرمین میں سے گیارہ سردار منتخب کئے گئے جن کے نام یہ ہیں۔

۱۔ ابو جہل بن ہشام

۲۔ حکم بن عاص

۳۔ عقبہ بن ابی معیط

۴۔ نضر بن حارث

۵۔ اُمیہ بن خلف

۶۔ زمعہ بن الاسود

۷۔ طیعمہ بن عدی

۸۔ ابولہب

۹۔ اُبی بن خلف

۱۰۔ نبیہ بن الحجاج

۱۱۔ اور اس کا بھائی منبہ بن الحجاج

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ جب رات ذرا تاریک ہوگئی تو یہ لوگ گھات لگا کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دروازے پر بیٹھ گئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سو جائیں تو یہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ٹوٹ پڑیں۔

ان لوگوں کو پورا وثوق اور پختہ یقین تھا کہ ان کی یہ ناپاک سازش کامیاب ہوکر رہے گی یہاں تک کہ ابوجہل نے بڑے متکبرانہ اور پُر غرور انداز میں مذاق واستہزاء کرتے ہوئے اپنے گھیرا ڈالنے والے ساتھیوں سے کہا: محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہتا ہے کہ اگر تم لوگ اس کے دین میں داخل ہوکر اس کی پیروی کروگے تو عرب وعجم کے بادشاہ بن جاؤ گے، پھر مرنے کے بعد اٹھائے جاؤ گے تو تمہارے لیے اردن

کے باغات جیسی جنتیں ہوں گی اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو ان کی طرف سے تمہارے اندر ذبح کے واقعات پیش آئیں گے پھر تم مرنے کے بعد اٹھائے جاؤ گے اور تمہارے لیے آگ ہوگی جس میں جلائے جاؤ گے۔

بہرحال اس سازش کے نفاذ کے لئے آدھی رات کے بعد کا وقت مقرر تھا۔ اس لیے یہ لوگ جاگ کر رات گذار رہے تھے اور وقت مقررہ کے منتظر تھے، لیکن اللہ اپنے کام پر غالب ہے، اسی کے ہاتھ میں آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ جسے بچانا چاہے کوئی اس کا بال بیکا نہیں کر سکتا اور جسے پکڑنا چاہے کوئی اس کو بچا نہیں سکتا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر وہ کام کیا جسے ذیل کی آیت کریمہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے بیان فرمایا

واذ یمکربک الذین کفروالیثبتوک اویقتلوک اویخرجوک ویمکرون ویمکر اللہ واللہ خیر المکرین. (۸:۳۰)

''وہ موقع یاد کرو جب کفار تمہارے خلاف سازش کررہے تھے۔ تاکہ تمہیں قید کردیں یا قتل کردیں یا نکال باہر کریں اور وہ لوگ داؤ چل رہے تھے اور اللہ بھی داؤ چل رہا تھا اور اللہ سب سے بہتر داؤ والا ہے''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا گھر چھوڑتے ہیں:

بہرحال قریش اپنے پلان کے نفاذ کی انتہائی تیاری کے باوجود فاش ناکامی

سے دوچار ہوئے، چنانچہ اس نازک ترین لمحے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: تم میرے بستر پر لیٹ جاؤ اور میری یہ سبز حضرمی چادر (سبز) اوڑھ کر سو رہو۔ تمہیں ان کے ہاتھوں کوئی گزند نہیں پہنچے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہی چادر اوڑھ کر سویا کرتے تھے۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لے آئے۔ مشرکین کی صفیں چیریں اور ایک مٹھی سنگریزوں والی مٹی لے کر ان کے سروں پر ڈالی لیکن اللہ نے ان کی نگاہیں پکڑ لیں اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ نہ سکے۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے۔

وجعلنا من بين ايديهم سدا و من خلفهم سدا فاغشينهم فهم لا يبصرون. (۳۶:۹)

''ہم نے ان کے آگے رکاوٹ کھڑی کردی اور ان کے پیچھے رکاوٹ کھڑی کردی پس ہم نے انہیں ڈھانک لیا ہے اور وہ دیکھ نہیں رہے ہیں''۔

اس موقع پر کوئی بھی مشرک باقی نہ بچا جس کے سر پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مٹی نہ ڈالی ہو۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اور پھر ان کے مکان کے ایک کھڑکی سے نکل کر دونوں حضرات نے رات ہی رات یمن کا رخ کیا اور چند میل پر واقع ثور نامی پہاڑ کے ایک

غار میں جا پہنچے۔

ادھر محاصرین وقت صفر کا انتظار کر رہے تھے لیکن اس سے ذرا پہلے انہیں اپنی ناکامی و نامرادی کا علم ہو گیا۔ ہوا یہ کہ ان کے پاس ایک غیر متعلق شخص آیا اور انہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دروازے پر دیکھ کر پوچھا کہ آپ لوگ کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں؟ انہوں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا۔ اس نے کہا: آپ لوگ ناکام و نامراد ہوئے۔ خدا کی قسم! محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو آپ لوگوں کے پاس سے گذرے اور آپ کے سروں پر مٹی ڈالتے ہوئے اپنے کام کو گئے۔ انہوں نے کہا: بخدا! ہم نے تو انہیں نہیں دیکھا اور اس کے بعد اپنے سروں سے مٹی جھاڑتے ہوئے اُٹھ پڑے۔

لیکن پھر دروازے کی دراز سے جھانک کر دیکھا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نظر آئے۔ کہنے لگے: خدا کی قسم! یہ تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوئے پڑے ہیں۔ ان کے اوپر ان کی چادر موجود ہے۔ چنانچہ یہ لوگ صبح تک وہیں ڈٹے رہے۔ ادھر صبح ہوئی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بستر سے اُٹھے تو مشرکین کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہاں ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: مجھے معلوم نہیں۔

گھر سے غار تک:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۲۷ صفر ۱۴ نبوت بمطابق ۱۲-۱۳ ستمبر ۶۲۲ء کی درمیانی رات اپنے مکان سے نکل کر جان ومال کے سلسلے میں اپنے سب سے قابلِ اعتماد ساتھی ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لائے تھے اور وہاں سے پچھواڑے کی ایک کھڑکی سے نکل کر دونوں حضرات نے باہر کی راہ لی تھی تا کہ مکہ سے جلد از جلد یعنی طلوع فجر سے پہلے پہلے باہر نکل جائیں۔

چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم تھا کہ قریش پوری جانفشانی سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلاش میں لگ جائیں گے اور جس راستے پر اول وہلہ میں نظر اُٹھے گی وہ مدینہ کا کاروانی راستہ ہوگا جو شمال کے رخ پر جاتا ہے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ راستہ اختیار کیا جو اس کے بالکل اُلٹ تھا یعنی یمن جانے والا راستہ جو مکہ کے جنوب میں واقع ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس راستے پر کوئی پانچ میل کا فاصلہ طے کیا اور اس پہاڑ کے دامن میں پہنچے جو ثور کے نام سے معروف ہے۔ یہ نہایت بلند، پُر پیچ اور مشکل چڑھائی والا پہاڑ ہے۔ یہاں پتھر بھی بکثرت ہیں جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں پاؤں زخمی ہو گئے اور کہا جاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نشان قدم چھپانے کے لئے پنجوں کے بل چل رہے تھے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاؤں زخمی ہو گئے۔ بہر حال

وجہ جو بھی رہی ہو حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہاڑ کے دامن میں پہنچ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اٹھالیا اور دوڑتے ہوئے پہاڑ کی چوٹی پر ایک غار کے پاس جا پہنچے جو تاریخ میں غارِ ثور کے نام سے معروف ہے۔

غار میں:

غار کے پاس پہنچ کر ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: خدا کے لئے ابھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس میں داخل نہ ہوں۔ پہلے میں داخل ہو کر دیکھ لیتا ہوں، اگر اس میں کوئی چیز ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بجائے مجھے اس سے سابقہ پیش آئے گا، چنانچہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اندر گئے اور غار کو صاف کیا۔ ایک جانب چند سوراخ تھے۔ جنہیں اپنا تہ بند پھاڑ کر بند کیا لیکن دو سوراخ باقی بچ رہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان دونوں پر اپنے پاؤں رکھ دیے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی کہ اندر تشریف لائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اندر تشریف لے گئے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آغوش میں سر رکھ کر سو گئے۔ ادھر ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاؤں میں کسی چیز نے ڈس لیا مگر اس ڈر سے ہلے بھی نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جاگ نہ جائیں۔ لیکن ان کے آنسو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے پر ٹپک گئے (اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھ کھل گئی) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تمہیں کیا ہوا؟ عرض کی میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان! مجھے کسی چیز نے ڈس لیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر لعاب دہن لگا دیا اور تکلیف جاتی رہی۔

یہاں دونوں حضرات نے تین راتیں یعنی جمعہ، ہفتہ، اتوار کی راتیں چھپ کر گذاریں۔ اس دوران ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے عبداللہ بھی یہیں رات گذارتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ وہ گہری سوجھ بوجھ کے مالک، سخن فہم نوجوان تھے۔ سحر کی تاریکی میں ان دونوں حضرات کے پاس سے چلے جاتے اور مکہ میں قریش کے ساتھ یوں صبح کرتے گویا انہوں نے یہیں رات گذاری ہے پھر آپ دونوں کے خلاف سازش کی جو کوئی بات سنتے اُسے اچھی طرح یاد کر لیتے اور جب تاریکی گہری ہو جاتی تو اس کی خبر لے کر غار میں پہنچ جاتے۔

ادھر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام عامر بن فہیرہ بکریاں چراتے رہتے اور جب رات کا ایک حصہ گذر جاتا تو بکریاں لے کر ان کے پاس پہنچ جاتے۔ اس طرح دونوں حضرات رات کو آسودہ ہو کر دودھ پی لیتے۔ پھر صبح تڑکے ہی عامر بن فہیرہ بکریاں ہانک کر چل دیتے۔ تینوں رات انہوں نے یہی کیا۔ مزید یہ کہ عامر بن فہیرہ، حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکہ جانے کے بعد انہیں کے نشانات قدم پر بکریاں ہانکتے تھے تاکہ نشانات مٹ جائیں۔

قریش کی تگ ودو:

اُدھر قریش کا یہ حال تھا کہ جب منصوبہ قتل کی رات گذر گئی اور صبح کو یقینی طور پر معلوم ہوگیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ہاتھ سے نکل چکے ہیں تو ان پر گویا جنون طاری ہوگیا۔ انہوں نے سب سے پہلے اپنا غصہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اتارا آپ کو گھسیٹ کر خانہ کعبہ تک لے گئے اور ایک گھڑی زیر حراست رکھا کہ ممکن ہے ان دونوں کی خبر لگ جائے لیکن جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کچھ حاصل نہ ہوا تو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا برآمد ہوئیں۔ ان سے پوچھا: تمہارے ابا کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا: بخدا مجھے معلوم نہیں کہ میرے ابا کہاں ہیں! اس پر کمبخت خبیث ابوجہل نے ہاتھ اٹھا کر اُن کے رخسار پر اس زور کا تھپڑ مارا کہ ان کے کان کی بالی گر گئی۔

اس کے بعد قریش نے ایک ہنگامی اجلاس کر کے یہ طے کیا کہ ان دونوں کو گرفتار کرنے کے لئے تمام ممکنہ وسائل کام میں لائے جائیں۔ چنانچہ مکے سے نکلنے والے تمام راستوں پر خواہ وہ کسی بھی سمت جارہا ہو نہایت کڑا مسلح پہرہ بیٹھا دیا گیا۔ اسی طرح یہ اعلان عام بھی کیا گیا کہ جو کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یا ان مین سے کسی ایک کو زندہ یا مردہ حاضر کرے گا اسے ہر ایک کے بدلے سو اونٹوں کا گرانقدر انعام دیا جائے گا۔ اس اعلان کے نتیجے میں سوار اور

پیادے اور نشانات قدم کے ماہر کھوجی نہایت سرگرمی سے تلاش میں لگ گئے اور پہاڑوں، وادیوں اور نشیب وفراز میں ہر طرف بکھر گئے، لیکن نتیجہ اور حاصل کچھ نہ رہا۔

تلاش کرنے والے غار کے دہانے تک بھی پہنچے لیکن اللہ اپنے کام پر غالب ہے چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا! میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غار میں تھا سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ لوگوں کے پاؤں نظر آرہے ہیں۔ میں نے کہا: اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اگر ان میں سے کوئی شخص محض اپنی نگاہ نیچی کر دے تو ہمیں دیکھ لے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! خاموش رہو (ہم) دو ہیں جن کا تیسرا اللہ ہے۔ ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں:

ماظنک یا ابابکر باثنین اللہ ثالثھما

''ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! ایسے دو آدمیوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جن کا تیسرا اللہ ہے''۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک معجزہ تھا جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مشرف فرمایا چنانچہ تلاش کرنے والے اس وقت واپس چلے گئے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان اور ان کے درمیان چند قدم سے زیادہ فاصلہ

باقی نہ رہ گیا تھا۔

مدینہ کی راہ میں:

جب جستجو کی آگ بجھ گئی، تلاش کی تگ ودو رک گئی اور تین روز کی مسلسل اور بے نتیجہ دوڑ دھوپ کے بعد قریش کے جوش وجذبات سرد پڑ گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ کے لئے نکلنے کا عزم فرمایا۔ عبداللہ بن اریقیط لیثی سے، جو صحرائی اور بیابانی راستوں کا ماہر تھا، پہلے ہی اجرت پر مدینہ پہنچانے کا معاملہ طے ہو چکا تھا۔ یہ شخص ابھی قریش ہی کے دین پر تھا لیکن قابل اطمینان تھا اس لئے سواریاں اس کے حوالے کردی گئی تھیں اور طے ہوا تھا کہ تین راتیں گذر جانے کے بعد وہ دونوں سواریاں لے کر غارِ ثور پہنچ جائے گا۔ چنانچہ جب دوشنبہ کی رات آئی جو ربیع الاوّل ۱ھ کی چاند رات تھی (مطابق ۱۶ ستمبر ۶۲۲ء) تو عبداللہ بن اریقط سواریاں لے کر آ گیا اور اسی موقع پر ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں افضل ترین اونٹنی پیش کرتے ہوئے گذارش کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری ان دو سواریوں میں سے ایک قبول فرمالیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیمۃً

ادھر اسما بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی زادِ سفر لے کر آئیں مگر اس میں لٹکانے والا بندھن لگانا بھول گئیں۔ جب روانگی کا وقت آیا اور حضرت اسماء رضی اللہ

تعالیٰ عنہا نے توشہ لٹکانا چاہا تو دیکھا کہ اس میں بندھن ہی نہیں ہے۔ انہوں نے اپنا پٹکا (کمر بند) کھولا اور دو حصوں میں چاک کر کے ایک میں توشہ لٹکا دیا اور دوسرا کمر میں باندھ لیا۔ اسی وجہ سے ان کا لقب ذاتُ النِطاقین پڑ گیا۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوچ فرمایا۔ عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ساتھ تھے۔ دلیل راہ عبداللہ بن اریقط نے ساحل کا راستہ اختیار کیا۔

غار سے روانہ ہو کر اس نے سب سے پہلے یمن کے رُخ پر چلایا اور جنوب کی سمت خوب دور تک لے گیا پھر پچھّم کی طرف مڑا اور ساحل سمندر کا رخ کیا، پھر ایک ایسے راستے پر پہنچ کر جس سے عام لوگ واقف نہ تھے شمال کی طرف مُڑ گیا۔ یہ راستہ ساحل بحرِ احمر کے قریب ہی تھا اور اس پر شاذ و نادر ہی کوئی چلتا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس راستے میں جن مقامات سے گذرے ابن اسحاق نے ان کا تذکرہ کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب راہنما آپ دونوں کو ساتھ لے کر نکلا تو زیریں مکہ سے لے چلا پھر ساحل کے ساتھ ساتھ چلتا ہوا زیرین عسفان سے راستہ کاٹا، پھر زیرین امج سے گذرتا ہوا آگے بڑھا اور قدید پار کرنے کے بعد پھر راستہ کاٹا اور وہیں سے آگے بڑھتا ہوا خرار سے گذرا۔ پھر ثنیۃ المرۃ سے، پھر لقف سے، پھر بیابان لقف سے گذرا، پھر مجاح کے بیابان میں پہنچا۔ اور وہاں سے ہو کر

پھر مجاح کے موڑ سے گذرا پھر ذوالغضوین کے موڑ کے نشیب میں چلا پھر ذی کشر کی وادی میں داخل ہوا پھر جداجد کا رخ کیا پھر اجرد پہنچا اور اس کے بعد بیابان تعہن کے اطراف کی وادی ذوسلم سے گذرا۔ وہاں سے عبابید اور اس کے بعد فاجہ کا رخ کیا پھر عرج میں اترا پھر رکوبہ کے داہنے ہاتھ ثنیۃ العائر میں چلا یہاں تک کہ وادی رئم میں اترا اور اس کے بعد قباء پہنچ گیا۔

آیئے! اب راستے کے چند واقعات بھی سنتے چلیں۔

ا۔ صحیح بخاری میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ہم لوگ (غار سے نکل کر) رات بھر اور دن میں دوپہر تک چلتے رہے۔ جب ٹھیک دوپہر کا وقت ہوگیا۔ راستہ خالی ہوگیا اور کوئی گذرنے والا نہ رہا تو ہمیں ایک لمبی چٹان دکھلائی دی جس کے سائے پر دُھوپ نہیں آئی تھی۔ ہم وہیں اُتر پڑے۔ میں نے اپنے ہاتھ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سونے کے لئے ایک جگہ برابر کی اور اس پر ایک پوستین بچھا کر گذارش کی کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سو جائیں اور میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گرد وپیش کی دیکھ بھال کے لئے نکلا۔ اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ ایک چرواہا اپنی بکریاں لیے چٹان کی جانب چلا آرہا ہے۔ وہ بھی اس چٹان سے وہی چاہتا تھا جو ہم نے چاہا تھا۔ میں نے اُس سے کہا: اے جوان تم کس کے آدمی ہو؟ اس نے مکہ یا

مدینہ کے کسی آدمی کا ذکر کیا۔ میں نے کہا: تمہاری بکریوں میں کچھ دودھ ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔ میں نے کہا دوہ سکتا ہوں۔ اُس نے کہا ہاں! اور ایک بکری پکڑی۔ میں نے کہا ذرا تھن کو مٹی، بال اور تنکے وغیرہ سے صاف کرلو۔ اس نے ایک کاب میں تھوڑا سا دودھ دوہا اور میرے پاس ایک چمڑے کا لوٹا تھا جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پینے اور وضو کرنے کے لئے رکھ لیا تھا۔ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا لیکن گوارا نہ ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیدار کروں۔ چنانچہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیدار ہوئے تو میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور دودھ پر پانی انڈیلا یہاں تک کہ اس کا نچلا حصہ ٹھنڈا ہو گیا۔ اس کے بعد میں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! پی لیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیا یہاں تک کہ میں خوش ہو گیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا ابھی کوچ کا وقت نہیں ہوا؟ میں نے کہا: کیوں نہیں؟ اس کے بعد ہم لوگ چل پڑے۔

۲۔ اس سفر میں ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا طریقہ یہ تھا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ردیف رہا کرتے تھے یعنی سواری پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے بیٹھا کرتے تھے، چونکہ ان پر بڑھاپے کے آثار نمایاں تھے اس لئے لوگوں کی توجہ انہیں کی طرف جاتی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ابھی جوانی کے آثار نمایاں تھے۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف توجہ کم جاتی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ کسی آدمی

سے سابقہ پڑتا تو وہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھتا کہ یہ آپ کے آگے کون سا آدمی ہے؟ (حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کا بڑا لطیف جواب دیتے) فرماتے: ''یہ آدمی مجھے راستہ بتاتا ہے''۔ اس سے سمجھنے والا سمجھتا کہ وہ یہی راستہ مراد لے رہے ہیں حالانکہ وہ خیر کا راستہ مراد لیتے تھے۔

۳۔ اسی سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گذر اُم معبد خزاعیہ کے خیمے سے ہوا۔ یہ ایک نمایاں اور توانا خاتون تھیں۔ ہاتھوں میں گھٹنے ڈالے خیمے کے صحن میں بیٹھی رہتیں اور آنے جانے والے کو کھلاتی پلاتی رہتیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ پاس میں کچھ ہے؟ بولیں: بخدا ہمارے پاس کچھ ہوتا تو آپ لوگوں کی میزبانی میں تنگی نہ ہوتی، بکریاں بھی دُور دراز ہیں۔ یہ قحط کا زمانہ تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ خیمے کے ایک گوشے میں ایک بکری ہے۔ فرمایا: ام معبد! یہ کیسی بکری ہے؟ بولیں: اسے کمزوری نے ریوڑ سے پیچھے چھوڑ رکھا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت کیا کہ اس میں کچھ دودھ ہے؟ بولیں: وہ اس سے کہیں زیادہ کمزور ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اجازت ہے کہ اسے دوہ لوں؟ بولیں: ہاں میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان۔ اگر تمہیں اس میں دودھ دکھائی دے رہا ہے تو ضرور دوہ لو۔ اس گفتگو کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بکری کے تھن پر ہاتھ پھیرا۔ اللہ کا نام لیا

اور دُعا کی۔ بکری نے پاؤں پھیلائے۔ تھن میں بھرپور دودھ اُتر آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ام معبد کا ایک بڑا سا برتن لیا جو ایک جماعت کو آسودہ کرسکتا تھا اور اس میں اتنا دوہا کہ جھاگ اُوپر آگیا۔ پھر ام معبد کو پلایا۔ وہ پی کے شکم سیر ہوگئیں تو اپنے ساتھیوں کو پلایا۔ وہ بھی شکم سیر ہوگئے تو خود پیا۔ پھر اسی برتن میں دوبارہ اتنا دودھ دوہا کہ برتن بھر گیا اور اسے اُم معبد کے پاس چھوڑ کر آگے چل پڑے۔

تھوڑی ہی دیر گذری تھی کہ ان کے شوہر ابو معبد اپنی کمزور بکریوں کو جو دُبلے پن کی وجہ سے مریل چال چل رہی تھیں، ہانکتے ہوئے آپہنچے۔ دودھ دیکھا تو حیرت میں پڑ گیا۔ پوچھا یہ تمہارے پاس کہاں سے آیا؟ جبکہ بکریاں دور دراز تھیں اور گھر میں دودھ دینے والی بکری نہ تھی۔ بولیں: بخدا کوئی بات نہیں سوائے اس کے کہ ہمارے پاس سے ایک بابرکت آدمی گذرا جس کی ایسی اور ایسی بات تھی اور یہ اور یہ حال تھا۔ ابو معبد نے کہا یہ وہی صاحب قریش معلوم ہوتا ہے جسے قریش تلاش کر رہے ہیں۔ اچھا ذرا اس کی کیفیت تو بیان کرو۔ اس پر اُم معبد نے نہایت دلکش انداز سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف وکمالات کا ایسا نقشہ کھینچا کہ گویا سننے والا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے سامنے دیکھ رہا ہے۔ یہ اوصاف سن کو ابو معبد نے کہا: واللہ یہ تو وہی صاحب قریش ہے جس کے بارے میں لوگوں نے قسم قسم کی باتیں بیان کی ہیں۔ میرا ارادہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت اختیار کروں اور کوئی راستہ ملا تو

ایسا ضرور کروں گا۔

ادھر مکے میں ایک آواز ابھری جسے لوگ سن رہے تھے مگر اس کا بولنے والا دکھائی نہیں پڑ رہا تھا۔ آواز یہ تھی۔

''اللہ رب العرش ان دو رفیقوں کو بہترین جزا دے جو اُم معبد کے خیمے میں نازل ہوئے۔ وہ دونوں خیر کے ساتھ اُترے اور خیر کے ساتھ روانہ ہوئے۔ اور جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رفیق ہوا وہ کامیاب ہوا۔ ہائے قصی! اللہ نے اس کے ساتھ کتنے بے نظیر کارنامے اور سرداریاں تم سے سمیٹ لیں۔ بنو کعب کو ان کی خاتون کی قیام گاہ اور مومنین کی نگہداشت کا پڑاؤ مبارک ہو۔ تم اپنی خاتون سے اس کی بکری اور برتن کے متعلق پوچھو۔ تم اگر خود بکری سے پوچھو گے تو وہ بھی شہادت دے گی''۔

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں ہمیں معلوم نہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کدھر کا رخ فرمایا ہے کہ ایک جن زیریں مکہ سے یہ اشعار پڑھتا ہوا آیا۔ لوگ اس کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے، اس کی آواز سن رہے تھے لیکن خود اسے نہیں دیکھ رہے تھے، یہاں تک کہ وہ بالائی مکہ سے نکل گیا۔ وہ کہتی ہیں کہ جب ہم نے اس کی بات سنی تو ہمیں معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کدھر کا رخ فرمایا ہے۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رخ مدینہ کی جانب ہے۔

۴۔ راستے میں سُراقہ بن مالک نے تعاقب کیا اور اس واقعے کو خود سراقہ نے

بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں: میں اپنی قوم بنی مدلج کی ایک مجلس میں بیٹھا تھا کہ اتنے میں ایک آدمی آ کر ہمارے پاس کھڑا ہوا اور ہم بیٹھے تھے۔ اس نے کہا: اے سُراقہ! میں نے ابھی ساحل کے پاس چند افراد دیکھے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے ساتھی ہیں۔ سراقہ کہتے ہیں کہ میں سمجھ گیا یہ وہی لوگ ہیں، لیکن میں نے اس آدمی سے کہا کہ یہ وہ لوگ نہیں ہیں بلکہ تم نے فلاں اور فلاں کو دیکھا ہے جو ہماری آنکھوں کے سامنے گذر کر گئے ہیں۔ پھر میں مجلس میں کچھ دیر تک ٹھہرا رہا۔ اس کے بعد اٹھ کر اندر گیا اور اپنی لونڈی کو حکم دیا کہ وہ میرا گھوڑا نکالے اور ٹیلے کے پیچھے رک کر میرا انتظار کرے۔ ادھر میں نے اپنا نیزہ لیا اور گھر کے پچھواڑے سے باہر نکلا۔ لاٹھی کا ایک سرا زمین پر گھسیٹ رہا تھا اور دوسرا اوپری سرا نیچے کر رکھا تھا۔ اس طرح میں اپنے گھوڑے کے پاس پہنچا اور اس پر سوار ہو گیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ حسبِ معمول مجھے لے کر دوڑ رہا ہے یہاں تک کہ میں ان کے قریب آ گیا۔ اس کے بعد گھوڑا مجھ سمیت پھسلا اور میں اس سے گر گیا۔ میں نے اُٹھ کر ترکش کی طرف ہاتھ بڑھایا اور پانسے کے تیر نکال کر یہ جاننا چاہا کہ میں انہیں ضرر پہنچا سکوں گا یا نہیں تو وہ تیر نکلا جو مجھے ناپسند تھا، لیکن میں نے تیر کی نافرمانی کی اور گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ وہ مجھے لے کر دوڑنے لگا یہاں تک کہ جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قراءت سن رہا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم التفات نہیں فرماتے تھے، جبکہ ابوبکر

رضی اللہ تعالیٰ عنہ بار بار مُڑ کر دیکھ رہے تھے۔ تو میرے گھوڑے کے اگلے دونوں پاؤں زمین میں دھنس گئے یہاں تک کہ گھٹنوں تک جا پہنچے اور میں اس سے گر گیا، پھر میں نے اسے ڈانٹا تو اس نے اٹھنا چاہا لیکن وہ اپنے پاؤں بمشکل نکال سکا۔ بہر حال جب وہ سیدھا کھڑا ہوا تو اس کے پاؤں کے نشان سے آسمان کی طرف دھویں جیسا غبار اُڑ رہا تھا۔ میں نے پھر پانسے کے تیر سے قسمت معلوم کی اور پھر وہی تیر نکلا جو مجھے ناپسند تھا۔ اس کے بعد میں نے امان کے ساتھ انہیں پکارا تو وہ لوگ ٹھہر گئے اور میں اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر ان کے پاس پہنچا۔ جس وقت میں ان سے روک دیا گیا تھا اسی وقت میرے دل میں یہ بات بیٹھ گئی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معاملہ غالب آ کر رہے گا، چنانچہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدلے دیت (کا انعام) رکھا ہے اور ساتھ ہی میں نے لوگوں کے عزائم سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آگاہ کیا اور توشہ اور ساز و سامان کی بھی پیش کش کی مگر انہوں نے میرا کوئی سامان نہیں لیا اور نہ مجھ سے کوئی سوال کیا۔ صرف اتنا کہا کہ ہمارے متعلق راز داری برتنا۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گذارش کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے پروانہ امن لکھ دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عامر بن فہیرہ کو حکم دیا اور انہوں نے چمڑے کے ایک ٹکڑے پر لکھ کر میرے حوالے کر دیا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آگے بڑھ گئے۔

اس واقعے سے متعلق خود ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھی ایک روایت ہے ان کا بیان ہے کہ ہم لوگ روانہ ہوئے تو قوم ہماری تلاش میں تھی مگر سُراقہ بن مالک بن جعشم کے سوا، جو اپنے گھوڑے پر آیا تھا، اور کوئی ہمیں نہ پا سکا۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ پیچھا کرنے والا ہمیں آلینا چاہتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لاتحزن ان اللہ معنا

"غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے"۔

بہر حال سُراقہ واپس ہوا تو دیکھا کہ لوگ تلاش میں سرگرداں ہیں۔ کہنے لگا ادھر کی کھوج خبر لے چکا ہوں۔ یہاں تمہارا جو کام تھا وہ کیا جا چکا ہے۔ (اس طرح لوگوں کو واپس لے گیا) یعنی دن کے شروع میں تو چڑھا آرہا تھا اور آخر میں پاسبان بن گیا۔

۵۔ راستے میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بریدہ اسلمی ملے، یہ اپنی قوم کے سردار تھے اور قریش نے جس زبردست انعام کا اعلان کر رکھا تھا۔ اسی کے لالچ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلاش میں نکلے تھے، لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سامنا ہوا اور بات چیت ہوئی تو نقد دل دے بیٹھے اور

اپنی قوم کے ستر آدمیوں سمیت وہیں مسلمان ہو گئے۔ پھر اپنی پگڑی اتار کر نیزہ سے باندھ لی جس کا سفید پھریرا ہوا میں لہراتا اور بشارت سناتا تھا کہ امن کا بادشاہ، صلح کا حامی، دُنیا کو عدالت وانصاف سے بھرپور کرنے والا تشریف لا رہا ہے۔

۶۔ راستے میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملے۔ یہ مسلمانوں کے ایک تجارت پیشہ گروہ کے ساتھ ملک شام سے واپس آ رہے تھے۔ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سفید پارچہ جات پیش کئے۔

قباء میں تشریف آوری:

دوشنبہ ۸ ربیع الاول ۱۴ نبوت یعنی ۱ ہجری مطابق ۲۳ ستمبر ۶۲۲ء کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قباء میں وارد ہوئے۔

حضرت عروۃ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ مسلمانانِ مدینہ نے مکہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روانگی کی خبر سن لی تھی اس لیے لوگ روزانہ صبح ہی صبح حرہ کی طرف نکل جاتے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی راہ تکتے رہتے۔ جب دوپہر کو دھوپ سخت ہو جاتی تو واپس چلے آتے۔ ایک روز طویل انتظار کے بعد لوگ اپنے اپنے گھروں کو پہنچ چکے تھے کہ ایک یہودی اپنے کسی ٹیلے پر کچھ دیکھنے کے لئے چڑھا۔ کیا دیکھتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ......اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کے رفقاء سفید کپڑوں میں ملبوس۔ جن سے چاندنی چھٹک رہی تھی......تشریف لارہے ہیں۔ اس نے بے خود ہو کر نہایت بلند آواز سے کہا: عرب کے لوگو! یہ رہا تمہارا نصیب جس کا تم انتظار کر رہے تھے۔ یہ سنتے ہی مسلمان ہتھیاروں کی طرف دوڑ پڑے۔ (اور ہتھیار سج دھج کر استقبال کے لئے امنڈ پڑے)

ابن قیم کہتے ہیں کہ اس کے ساتھ ہی بنی عمرو بن عوف (ساکنانِ قباء) میں شور بلند ہوا اور تکبیر سُنی گئی۔ مسلمان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی خوشی میں نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہوئے استقبال کے لئے نکل پڑے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مل کر تحیہ نبوت پیش کیا اور گرد و پیش پروانوں کی طرح جمع ہو گئے۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہو رہی تھی۔

فان اللّٰه هو موله وجبريل وصالح المومنين والملكة بعد ذلك ظهير۔(٦٦:٤)

''اللہ آپ کا مولیٰ ہے اور جبریل علیہ السلام اور صالح مومنین بھی اور اس کے بعد فرشتے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مددگار ہیں''۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ لوگوں سے ملنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ساتھ داہنی جانب مڑے اور بنی عمرو بن عوف میں تشریف لائے۔ یہ دوشنبہ کا دن اور ربیع الاوّل کا مہینہ تھا۔ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آنے والوں کے استقبال کے لئے کھڑے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چپ چاپ بیٹھے تھے۔ انصار کے جو لوگ آتے، جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا نہ تھا وہ سیدھے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سلام کرتے۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دھوپ آ گئی اور ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چادر تان کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سایہ کیا تب لوگوں نے پہچانا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے استقبال اور دیدار کے لئے سارا مدینہ امنڈ پڑا تھا۔ یہ ایک تاریخی دن تھا جس کی نظیر سرزمین مدینہ نے کبھی نہ دیکھی تھی۔ آج یہود نے بھی حبقوق نبی کی اس بشارت کا مطلب دیکھ لیا تھا" کہ اللہ جنوب سے اور وہ جو قدوس ہے کوہ فاران سے آیا"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قباء میں کلثوم بن ہدم......اور کہا جاتا ہے کہ سعد بن خیثمہ ...... کے مکان میں قیام فرمایا...... پہلا قول زیادہ قوی ہے۔

ادھر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مکہ میں تین روز ٹھہر کر اور لوگوں کی جو امانتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھیں انہیں ادا کر کے پیدل ہی مدینہ کا رخ کیا اور قباء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آ ملے اور کلثوم بن ہدم کے یہاں قیام فرمایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قباء میں کل چار دن (دوشنبہ، منگل، بدھ، جمعرات) یا دس سے زیادہ دن یا پہنچ اور روانگی کے علاوہ ۲۴ دن قیام فرمایا اور اسی دوران مسجد قباء کی بنیاد رکھی اور اس میں نماز بھی پڑھی۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے بعد پہلی مسجد ہے جس کی بنیاد تقوی پر رکھی گئی۔ پانچویں دن (یا بارھویں دن یا چھبیسویں دن) جمعہ کو......آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حکم الٰہی کے مطابق سوار ہوئے۔ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ردیف تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنوالنجار کو جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ماموؤں کا قبیلہ تھا......اطلاع بھیج دی تھی۔ چنانچہ وہ تلواریں حمائل کئے حاضر تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (ان کی معیت میں) مدینہ کا رُخ کیا۔ بنوسالم بن عوف کی آبادی میں پہنچے تو جمعہ کا وقت آ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بطن وادی میں اس مقام پر جمعہ پڑھا جہاں اب مسجد ہے۔ کل ایک سو آدمی تھے۔

مدینہ میں داخلہ:

جمعہ کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ تشریف لے گئے اور اسی دن سے اس شہر کا نام یثرب کے بجائے مدینۃ الرسول، شہر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑ گیا جسے مختصراً مدینہ کہا جاتا ہے۔ یہ نہایت تابناک تاریخی دن تھا۔ گلی کوچے تقدیس وتحمید کے کلمات سے گونج رہے تھے اور انصار کی بچیاں خوشی ومسرت سے ان اشعار کے

نغمے بکھیر رہی تھیں۔

طلع البدر علینا   من ثنیات الوداع

وجب الشکر علینا   مادعا للّٰہ داع

ایھا المبعوث فینا   جئت بالامر المطاع

انصار اگرچہ بڑے دولت مند نہ تھے لیکن ہر ایک کی یہی آرزو تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے یہاں قیام فرمائیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انصار کے جس مکان یا محلے سے گذرتے وہاں کے لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنی کی نکیل پکڑ لیتے اور عرض کرتے کہ تعداد و سامان اور ہتھیار و حفاظت فرشِ راہ ہیں تشریف لائیے! مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے کہ اونٹنی کی راہ چھوڑ دو۔ یہ اللہ کی طرف سے مامور ہے۔ چنانچہ اونٹنی مسلسل چلتی رہی اور اس مقام پر پہنچ کر بیٹھی جہاں آج مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نیچے نہیں اترے یہاں تک کہ وہ اٹھ کر تھوڑی دور گئی، پھر مڑ کر دیکھنے کے بعد پلٹ آئی اور اپنی پہلی جگہ بیٹھ گئی۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نیچے تشریف لائے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ننھیال یعنی بنونجار کا محلّہ تھا اور یہ اونٹنی کے لئے محض توفیق الٰہی تھی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ننھیال میں قیام فرما کر ان کی عزت افزائی کرنا چاہتے تھے۔ اب بنونجار کے لوگوں نے اپنے اپنے گھر لے جانے کے

لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض معروض شروع کی لیکن ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لپک کر کجاوہ اٹھالیا اور اپنے گھر لے کر چلے گئے۔اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمانے لگے، آدمی اپنے کجاوے کے ساتھ ہے۔ادھر حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آکر اونٹنی کی نکیل پکڑ لی۔ چنانچہ یہ اونٹنی انہیں کے پاس رہی۔

صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہمارے کس آدمی کا گھر زیادہ قریب ہے؟ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: میرا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ رہا میرا مکان اور یہ رہا میرا دروازہ۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جاؤ: اور ہمارے لیے قیلولہ کی جگہ تیار کردو۔انہوں نے عرض کی: آپ دونوں حضرات تشریف لے چلیں، اللہ برکت دے۔

چند دن بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دونوں صاحبزادیاں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اُم ایمن بھی آگئیں۔ان سب کو حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آل ابی بکر کے ساتھ جن میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی تھیں لے کر

آئے تھے، البتہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت ابوالعاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس باقی رہ گئیں۔ انہوں نے آنے نہیں دیا اور وہ جنگ بدر کے بعد تشریف لاسکیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بخار آ گیا۔ میں نے ان کی خدمت میں حاضر ہوکر دریافت کیا کہ: ابّا جان آپ کا کیا حال ہے؟ اور اے بلال! آپ کا کیا حال ہے؟ وہ فرماتی ہیں کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بخار آتا تو یہ شعر پڑھتے!

کل امری مصبح فی اھلہ والموت ادنی من شراک نعلہ

''ہر آدمی سے اس کے اہل کے اندر صبح بخیر کہا جاتا ہے حالانکہ موت اس کے جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہے''۔

اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حالت کچھ سنبھلتی تو وہ اپنی کربناک آواز بلند کرتے اور کہتے:

الالیت شعری ھل ابیتن لیلۃ بوادوحولی اذخروجلیل

وھل اردن یوما میاہ مجنۃ وھل یبدون لی شامۃ وطفیل

''کاش میں جانتا کہ کوئی رات وادی (مکّہ) میں گذار سکوں گا اور میرے گرد

اذخر اور جلیل (گھاس) ہوں گی۔اور کیا کسی دن مجنہ کے چشمے پر وارد ہوسکوں گا اور مجھے شامہ اور طفیل (پہاڑ) دکھلائی پڑیں گے“۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اُس کی خبر دی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! ہمارے نزدیک مدینہ کو اسی طرح محبوب کر دے جیسے مکہ محبوب تھا یا اس سے بھی زیادہ اور مدینہ کی فضا صحت بخش بنا دے اور اس کے صاع اور مُد (غلے کے پیمانوں) میں برکت دے اور اس کا بخار منتقل کر کے جُحفہ پہنچا دے۔اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دُعا سن لی اور حالات بدل گئے۔

باب نمبر ۷

مدنی زندگی

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ
وعلیٰ اٰلک واصحابک یا سیدی یا حبیب اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم

ذکر رسول مقبول

خزاں کے مارے ہوئے جانب بہار چلے
قرار پانے زمانے کے بے قرار چلے
وہ راہیں مہکیں وہ کوچے بھی عطر بیز ہوئے
جدھر جدھر سے وہ محبوب کردگار چلے
اے تاجدارِ جہاں اے حبیب ربِ کریم
وہ بھیک دو کہ غریبوں کا کاروبار چلے
وہیں پہ تھام لیا اُن کو دست قدرت نے
نبی کے در کی طرف جب گنہگار چلے
جھکا کے اپنی جبیں اُن کے آستانے پر
نصیب بگڑا ہوا تھا اسے سنوار چلے
ہمارے پاس ہی کیا تھا جو نذر کرتے انہیں
بس ایک دل تھا جسے کرکے ہم نثار چلے
ریاض عظمت نعلین مصطفےٰ کی قسم
سروں پہ رکھتے ہوئے اس کو تاجدار چلے
ریاض اُن کے کرم سے ہوئی ہے جیت اپنی
وگرنہ بازی تھے ہم زندگی کی ہار چلے

علامہ سیّد ریاض الدین سہروردی

مدنی زندگی

مدنی عہد کو تین مرحلوں پر تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ پہلا مرحلہ:

جس میں فتنے اور اضطرابات بر پا کئے گئے اندر سے رکاوٹیں کھڑی کی گئیں اور باہر سے دشمنوں نے مدینہ کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لئے چڑھائیاں کیں۔ یہ مرحلہ صلح حدیبیہ ذی قعدہ ۶ ھ پر ختم ہو جاتا ہے۔

۲۔ دوسرا مرحلہ:

جس میں بُت پرست قیادت کے ساتھ صلح ہوئی یہ فتح مکہ رمضان ۸ ھ پر مُنتہی ہوتا ہے۔ یہی مرحلہ شاہانِ عالم کو دعوتِ دین پیش کرنے کا بھی مرحلہ ہے۔

۳۔ تیسرا مرحلہ:

جس میں خلقت اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہوئی۔ یہی مرحلہ مدینہ میں قوموں اور قبیلوں کے وفود کی آمد کا بھی مرحلہ ہے۔ یہ مرحلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ کے اخیر تک یعنی ربیع الاوّل ۱۱ھ تک ممتدّ ہے۔

ہجرت کے وقت مدینہ کے حالات

ہجرت کا مطلب صرف یہی نہیں تھا کہ فتنے اور تمسخر کا نشانہ بننے سے نجات حاصل کر لی جائے بلکہ اس میں یہ مفہوم بھی شامل تھا کہ ایک پُر امن علاقے کے اندر ایک نئے معاشرے کی تشکیل میں تعاون کیا جائے۔ اسی لیے ہر صاحبِ استطاعت مسلمان پر فرض قرار پایا تھا کہ اس وطن جدید کی تعمیر میں حصہ لے اور اس کی پختگی، حفاظت اور رفعتِ شان میں اپنی کوشش صرف کرے۔

یہ بات تو قطعی طور پر معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی اس معاشرے کی تشکیل کے امام، قائد اور رہنما تھے اور کسی نزاع کے بغیر سارے معاملات کی باگ ڈور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے ہاتھ میں تھی۔

مدینے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تین طرح کی قوموں سے سابقہ درپیش تھا جن میں سے ہر ایک کے حالات دوسرے سے بالکل جداگانہ تھے اور ہر ایک قوم کے تعلق سے کچھ خصوصی مسائل تھے جو دوسری قوموں کے مسائل سے مختلف تھے۔ یہ تینوں اقوام حسبِ ذیل تھیں:

۱۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاکباز صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی منتخب اور ممتاز جماعت۔

۲۔ مدینے کے قدیم اور اصلی قبائل سے تعلق رکھنے والے مشرکین، جو اب تک

ایمان نہیں لائے تھے۔

۳۔ یہود

الف: صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے تعلق سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جن مسائل کا سامنا تھا ان کی توضیح یہ ہے کہ ان کے لئے مدینے کے حالات مکے کے حالات سے قطعی طور پر مختلف تھے۔ مکے میں اگر چہ ان کا کلمہ ایک تھا اور ان کے مقاصد بھی ایک تھے مگر وہ خود مختلف گھرانوں میں بکھرے ہوئے تھے۔ اور مجبور و مقہور اور ذلیل و کمزور تھے۔ ان کے ہاتھ میں کسی طرح کا کوئی اختیار نہ تھا۔ سارے اختیارات دشمنان دین کے ہاتھوں میں تھے اور دنیا کا کوئی بھی انسانی معاشرہ جن اجزاء اور لوازمات سے قائم ہوتا ہے۔ مکہ کے مسلمانوں کے پاس وہ اجزا سرے سے تھے ہی نہیں کہ ان کی بنیاد پر کسی نئے اسلامی معاشرے کی تشکیل کر سکیں۔ اس لیے ہم دیکھتے ہیں کہ مکی سورتوں میں صرف اسلامی مبادیات کی تفصیل بیان کی گئی ہے اور صرف ایسے احکامات نازل کئے گئے ہیں جن پر ہر آدمی تنہا عمل کر سکتا ہے۔ اس کے علاوہ نیکی بھلائی اور مکارم اخلاق کی ترغیب دی گئی ہے اور رذیل و ذلیل کاموں سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے۔

اس کے برخلاف مدینے میں مسلمانوں کی زمام کار پہلے ہی دن سے خود ان کے اپنے ہاتھ میں تھی۔ ان پر کسی دوسرے کا تسلط نہ تھا۔ اس لئے اب وقت آ گیا تھا

کہ مسلمان تہذیب وعمرانیات، معاشیات واقتصادیات، سیاست وحکومت اور صلح وجنگ کے مسائل کا سامنا کریں اوران کے لئے حلال وحرام اور عبادات واخلاق وغیرہ مسائل زندگی کی بھرپور تنقیح کی جائے۔

وقت آ گیا تھا کہ مسلمان ایک نیا معاشرہ یعنی اسلامی معاشرہ تشکیل کریں جو زندگی کے تمام مرحلوں میں جاہلی معاشرے سے مختلف اور عالم انسانی کے اندر موجود کسی بھی دوسرے معاشرے سے ممتاز ہواوراس دعوتِ اسلامی کا نمائندہ ہوجس کی راہ میں مسلمانوں نے دس سال تک طرح طرح کی مصیبتیں اور مشقتیں برداشت کی تھیں۔

ظاہر ہے اس طرح کے کسی معاشرے کی تشکیل ایک دن، ایک مہینہ یا ایک سال میں نہیں ہوسکتی بلکہ اس کے لئے ایک طویل مدت درکار ہوتی ہے تاکہ اس میں آہستہ آہستہ اور درجہ بدرجہ احکام صادر کئے جائیں۔ اور قانون سازی کا کام مشق و تربیت اور عملی نفاذ کے ساتھ ساتھ مکمل کیا جائے۔ اب جہاں تک احکام وقوانین صادر اور فراہم کرنے کا معاملہ ہے تو اللہ تعالیٰ خود اس کا کفیل تھا اور جہاں تک ان احکام کی تنفیذ اور مسلمانوں کی تربیت ورہنمائی کا معاملہ ہے تو اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مامور تھے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

ھوالذی بعث فی الامین رسولا منھم یتلوا علیھم ایاتہ

ویزکیهم ویعلمهم الکتب والحکمة وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین۔(۲:۶۲)

''وہی ہے جس نے اُمیوں میں خود انہیں کے اندر سے ایک رسول بھیجا جوان پر اللہ کی آیات تلاوت کرتا ہے اور انہیں پاک وصاف کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے اور یہ لوگ یقیناً پہلے کھلی گمراہی میں تھے''۔

ادھر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہ حال تھا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہمہ تن متوجہ رہتے اور جو حکم صادر ہوتا اس سے اپنے آپ کو آراستہ کر کے خوشی محسوس کرتے جیسا کہ ارشاد ہے:

واذا تلیت علیهم ایاته زادتهم ایمانا۔(۲:۸)

جب ان پر اللہ کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو اُن کے ایمان کو بڑھا دیتی ہیں۔

چونکہ ان سارے مسائل کی تفصیل ہمارے موضوع میں داخل نہیں اس لئے ہم اس پر بقدر ضرورت گفتگو کریں گے۔

بہر حال یہی سب سے عظیم مسئلہ تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسلمانوں کے تعلق سے درپیش تھا اور بڑے پیانے پر یہی دعوتِ اسلامیہ اور رسالت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقصود بھی تھا لیکن یہ کوئی ہنگامی مسئلہ نہ تھا بلکہ مستقل اور دائمی تھا۔ البتہ اس کے علاوہ کچھ دوسرے مسائل بھی تھے جو فوری توجہ کے طالب

تھے۔ جن کی مختصر کیفیت یہ ہے:

مسلمانوں کی جماعت میں دو طرح کے لوگ تھے۔ ایک وہ جو خود اپنی زمین، اپنے مکانٔ اور اپنے اموال کے اندر رہ رہے تھے اور اس بارے میں ان کو اس سے زیادہ فکر نہ تھی جتنی کسی آدمی کو اپنے اہل وعیال میں امن وسکون کے ساتھ رہتے ہوئے کرنی پڑتی ہے۔ یہ انصار کا گروہ تھا اور ان میں پشتہا پشت سے باہم بڑی مستحکم عداوتیں اور نفرتیں چلی آرہی تھیں۔ ان کے پہلو بہ پہلو دوسرا گروہ مہاجرین کا تھا جو اِن ساری سہولتوں سے محروم تھا اور لٹ پٹ کر کسی نہ کسی طرح تن بہ تقدیر مدینہ پہنچ گیا تھا۔ ان کے پاس نہ تو رہنے کے لئے کوئی ٹھکانہ تھا نہ پیٹ پالنے کے لئے کوئی کام اور نہ سرے سے کسی قسم کا کوئی مال جس پر ان کی معیشت کا ڈھانچہ کھڑا ہو سکے، پھر ان پناہ گیر مہاجرین کی تعداد کوئی معمولی بھی نہ تھی اور ان میں دن بدن اضافہ ہی ہو رہا تھا کیونکہ اعلان کر دیا گیا تھا کہ جو کوئی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان رکھتا ہے وہ ہجرت کر کے مدینہ آجائے، اور معلوم ہے کہ مدینے میں نہ کوئی بڑی دولت تھی نہ آمدنی کے ذرائع و وسائل۔ چنانچہ مدینے کا اقتصادی توازن بگڑ گیا اور تنگی ترشی میں اسلام دشمن طاقتوں نے بھی مدینے کا تقریباً اقتصادی بائیکاٹ کر دیا جس سے درآمدات بند ہو گئیں اور حالات انتہائی سنگین ہو گئے۔

(ب) دوسری قوم:

یعنی مدینہ کے اصل مشرک باشندوں کا حال یہ تھا کہ انہیں مسلمانوں پر کوئی بالادستی حاصل نہ تھی۔ کچھ مشرکین شک وشبے میں مبتلا تھے اور اپنے آبائی دین کو چھوڑنے میں تردد محسوس کرر ہے تھے، لیکن اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اپنے دل میں کوئی عداوت اور داؤ گھات نہیں رکھ رہے تھے۔ اس طرح کے لوگ تھوڑے ہی عرصے بعد مسلمان ہو گئے اور خالص اور پکے مسلمان ہوئے۔

اس کے برخلاف کچھ مشرکین ایسے تھے جو اپنے سینے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں کے خلاف سخت کینہ وعداوت چھپائے ہوئے تھے لیکن انہیں مدمقابل آنے کی جرات نہ تھی بلکہ حالات کے پیش نظر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت وخلوص کے اظہار پر مجبور تھے۔ ان میں سر فہرست عبداللہ بن ابی ابن سلول تھا۔ یہ وہ شخص ہے جس کو جنگ بعاث کے بعد اپنا سربراہ بنانے پر اوس وخزرج نے اتفاق کر لیا تھا حالانکہ اس سے قبل دونوں فریق کسی کی سربراہی پر متفق نہیں ہوئے تھے لیکن اب اس کے لئے مونگوں کا تاج تیار کیا جارہا تھا تاکہ اس کے سر پر تاج شاہی رکھ کر اس کی باقاعدہ بادشاہت کا اعلان کر دیا جائے، یعنی یہ شخص مدینے کا بادشاہ ہونے ہی والا تھا کہ اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد آمد ہوگئی اور لوگوں کا رخ اس کے بجائے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہو گیا اس لیے اسے احساس تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی نے اس کی بادشاہت چھینی ہے۔ لہٰذا وہ اپنے نہاں

خانۂ دل میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف سخت عداوت چھپائے ہوئے تھا۔ اس کے باوجود جب اس نے جنگ بدر کے بعد دیکھا کہ حالات اس کے موافق نہیں ہیں اور وہ شرک پر قائم رہ کر اب دنیاوی فوائد سے بھی محروم ہوا چاہتا ہے تو اس نے بظاہر قبولِ اسلام کا علان کر دیا، لیکن وہ اب بھی در پردہ کافر ہی تھا اسی لیے جب بھی اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں کے خلاف کسی شرارت کا موقع ملتا وہ ہرگز نہ چوکتا۔ اس کے ساتھی عموماً وہ رُؤساء تھے جو اس کی بادشاہت کے زیر سایہ بڑے بڑے مناصب کے حصول کی توقع باندھے بیٹھے تھے مگر اب انہیں اس سے محروم ہو جانا پڑا تھا۔ یہ لوگ اس شخص کے شریک کار تھے اور اس کے منصوبوں کی تنفیذ میں اس کی مدد کرتے تھے اور اس مقصد کے لئے بسا اوقات نوجوانوں اور سادہ لوح مسلمانوں کو بھی اپنی چابکدستی سے اپنا آلۂ کار بنا لیتے تھے۔

(ج) تیسری قوم:

یہود تھی جیسا کہ گذر چکا ہے۔ یہ لوگ اشوری اور رومی ظلم و جبر سے بھاگ کر حجاز میں پناہ گزین ہو گئے تھے۔ یہ درحقیقت عبرانی تھے لیکن حجاز میں پناہ گزین ہونے کے بعد ان کی وضع قطع، زبان اور تہذیب وغیرہ بالکل عربی رنگ میں رنگ گئی تھی۔ یہاں تک کہ ان کے قبیلوں اور افراد کے نام بھی عربی ہو گئے تھے اور ان کے اور عربوں کے آپس میں شادی بیاہ کے رشتے بھی قائم ہو گئے تھے لیکن ان سب

کے باوجود ان کی نسلی عصبیت برقرار تھی اور وہ عربوں میں مدغم نہ ہوئے تھے بلکہ اپنی اسرائیلی، یہودی قومیت پر فخر کرتے تھے اور عربوں کو انتہائی حقیر سمجھتے تھے۔ حتیٰ کہ انہیں اُمّی کہتے تھے جس کا مطلب ان کے نزدیک یہ تھا: بدھو، وحشی، رذیل، پسماندہ اور اچھوت۔ ان کا عقیدہ تھا کہ عربوں کا مال ان کے لئے مباح ہے، جیسے چاہیں کھائیں۔ چنانچہ اللہ کا ارشاد ہے:

قالوا لیس علینا فی الا مین سبیل

''انہوں نے کہا ہم پر امیوں کے معاملے میں کوئی راہ نہیں''۔ (۳:۷۵)

یعنی اُمیوں کا مال کھانے میں ہماری کوئی پکڑ نہیں۔ ان یہودیوں میں اپنے دین کی اشاعت کے لئے کوئی سرگرمی نہیں پائی جاتی تھی۔ لے دے کر ان کے پاس دین کی جو پونجی رہ گئی تھی وہ تھی فال گیری، جادو اور جھاڑ پھونک وغیرہ۔ انہیں چیزوں کی بدولت وہ اپنے آپ کو صاحب علم وفضل اور روحانی قائد و پیشوا سمجھتے تھے۔

یہودیوں کو دولت کمانے کے فنون میں بڑی مہارت تھی۔ غلّے، کھجور، شراب اور کپڑے کی تجارت انہیں کے ہاتھ میں تھی۔ یہ لوگ غلّہ، کپڑا اور شراب درآمد کرتے تھے اور کھجور برآمد کرتے تھے۔ اس کے علاوہ بھی ان کے مختلف کام تھے جن میں وہ سرگرم رہتے تھے۔ وہ اپنے اموالِ تجارت میں عربوں سے دو گنا تین گنا منافع لیتے تھے اور اسی پر بس نہ کرتے تھے بلکہ وہ سُود خوار بھی تھے۔ اس لیے وہ عرب شیوخ اور

سرداروں کو سُودی قرض کے طور پر بڑی بڑی رقمیں دیتے تھے جنہیں یہ سردار حصولِ شہرت کے لئے اپنی مداح سرائی کرنے والے شعراء وغیرہ پر بالکل فضول اور بے دریغ خرچ کردیتے تھے۔ ادھر یہود ان رقموں کے عوض ان سرداروں سے ان کی زمینیں، کھیتیاں اور باغات وغیرہ گروی رکھوا لیتے تھے اور چند سال گذرتے گذرتے ان کے مالک بن بیٹھتے تھے۔

یہ لوگ دسیسہ کاریوں، سازشوں اور جنگ وفساد کی آگ بھڑکانے میں بھی بڑے ماہر تھے۔ ایسی باریکی سے ہمسایہ قبائل میں دشمنی کے بیج بوتے اور ایک کو دوسرے کے خلاف بھڑکاتے کہ ان قبائل کو احساس تک نہ ہوتا۔ اس کے بعد ان قبائل میں پیہم جنگ برپا رہتی اور اگر خدانخواستہ جنگ کی یہ آگ سرد پڑتی دکھائی دیتی تو یہود کی خفیہ انگلیاں پھر حرکت میں آجاتیں اور جنگ پھر بھڑک اٹھتی کمال یہ تھا کہ یہ لوگ قبائل کو لڑا بھڑا کر چُپ چاپ کنارے بیٹھ رہتے اور عربوں کی تباہی کا تماشا دیکھتے۔ البتہ بھاری بھرکم سُودی قرض دیتے رہتے تاکہ سرمائے کی کمی کے سبب لڑائی بند نہ ہونے پائے اور اس طرح وہ دوہرا نفع کماتے رہتے۔ ایک طرف اپنی یہودی جمعیت کو محفوظ رکھتے اور دوسری طرف سُود کا بازار ٹھنڈا نہ پڑنے دیتے بلکہ سُود در سُود کے ذریعے بڑی بڑی دولت کماتے۔

یثرب میں ان یہود کے تین مشہور قبیلے تھے۔

۱۔ بنوقینقاع: یہ خزرج کے حلیف تھے اور ان کی آبادی مدینے کے اندر ہی تھی۔

۲۔ بنونضیر۔

۳۔ بنوقُریظہ: یہ دونوں قبیلے اوس کے حلیف تھے اور ان دونوں کی آبادی مدینے کے اطراف میں تھی۔

ایک مدت سے یہی قبائل اوس وخزرج کے درمیان جنگ کے شعلے بھڑکا رہے تھے اور جنگ بُعاث میں اپنے اپنے حلفاء کے ساتھ خود بھی شریک ہوئے تھے۔

فطری بات ہے کہ ان یہود سے اس کے سوا کوئی اور توقع نہیں کی جاسکتی تھی کہ یہ اسلام کو بغض وعداوت کی نظر سے دیکھیں کیونکہ پیغمبران کی نسل سے نہ تھے کہ ان کی نسلی عصبیت کو، جواُن کی نفسیات اور ذہنیت کا جزو لاینفک بنی ہوئی تھی، سکون ملتا۔ پھر اسلام کی دعوت ایک صالح دعوت تھی جوٹوٹے دلوں کو جوڑتی تھی۔ بغض و عداوت کی آگ بجھاتی تھی تمام معاملات میں امانتداری برتنے اور پاکیزہ اور حلال مال کھانے کی پابند بناتی تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اب یثرب کے قبائل آپس میں جڑ جائیں گے اور ایسی صورت میں لازماً وہ یہود کے پنجوں سے آزاد ہو جائیں گے، لہٰذا ان کی تاجرانہ سرگرمی ماند پڑ جائے گی اور وہ اس سُودی دولت سے محروم ہو جائیں گے جس پر ان کی مالداری کی چکی گردش کررہی تھی بلکہ یہ بھی اندیشہ تھا کہ کہیں یہ قبائل بیدار ہو کر اپنے حساب میں وہ سودی اموال بھی داخل نہ کرلیں جنہیں یہود نے ان

سے بلاعوض حاصل کیا تھا اور اس طرح وہ ان زمینوں اور باغات کو واپس نہ لے لیں جنہیں سود کے ضمن میں یہودیوں نے ہتھیا لیا تھا۔

جب سے یہود کو معلوم ہوا تھا کہ اسلامی دعوت یثرب میں اپنی جگہ بنانا چاہتی ہے تب ہی سے انہوں نے ان ساری باتوں کو اپنے حساب میں داخل کر رکھا تھا۔ اسی لیے یثرب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کے وقت ہی سے یہود کو اسلام اور مسلمانوں سے سخت عداوت ہوگئی تھی، اگرچہ وہ اُس کے مظاہرے کی جسارت خاصی مدّت بعد کر سکے۔ اس کیفیت کا بہت صاف صاف پتا ابن اسحاق کے بیان کئے ہوئے ایک واقعے سے لگتا ہے۔

ان کا ارشاد ہے کہ مجھے اُم المومنین حضرت صفیہ بنت حیی بن اخطب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ روایت ملی ہے کہ انہوں نے فرمایا میں اپنے والد اور چچا ابویاسر کی نگاہ میں اپنے والد کی سب سے چہیتی اولاد تھی۔ میں چچا اور والد سے جب کبھی ان کی کسی بھی اولاد کے ساتھ ملتی تو وہ اس کے بجائے مجھے ہی اُٹھاتے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور قباء میں بنو عمرو بن عوف کے یہاں نزول فرما ہوئے تو وہ ہمارے سب سے بڑے عالم ہیں اور سب سے بڑے عالم کے بیٹے ہیں۔ ہمارے سب سے اچھے آدمی ہیں اور سب سے اچھے آدمی کے بیٹے ہیں۔ ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ ہمارے سردار ہیں اور ہمارے سردار کے بیٹے ہیں اور ایک

دوسرے روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ ہمارے سب سے اچھے آدمی ہیں اور سب سے اچھے آدمی کے بیٹے ہیں اور ہم میں سب سے افضل ہیں اور سب سے افضل آدمی کے بیٹے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اچھا یہ بتاؤ اگر عبداللہ مسلمان ہو جائیں تو؟ یہود نے دو یا تین بار کہا: اللہ ان کو اس سے محفوظ رکھے۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ برآمد ہوئے اور فرمایا اشھد ان الا الہ الا اللّٰہ واشھد ان محمدا رسول اللہ (میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں) اتنا سننا تھا کہ یہود بول پڑے: شرنا وابن شرنا۔ "یہ ہمارا سب سے بُرا آدمی ہے اور سب سے بُرے آدمی کا بیٹا ہے"۔ اور (اسی وقت) ان کی برائیاں شروع کر دیں۔ ایک روایت میں ہے کہ اس پر حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اے جماعت یہود اللہ سے ڈرو۔ اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں تم لوگ جانتے ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حق لے کر تشریف لائے ہیں لیکن یہودیوں نے کہا کہ تم جھوٹ کہتے ہو۔

یہ پہلا تجربہ تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہود کے متعلق ہوا۔ اور مدینے میں داخلے کے پہلے ہی دن حاصل ہوا۔

یہاں تک جو کچھ ذکر کیا گیا یہ مدینے کے داخلی حالات سے متعلق تھا۔ بیرونِ مدینہ مسلمانوں کے سب سے کڑے دشمن قریش تھے اور دس سال تک جب کہ مسلمان ان کے زیردست تھے، دہشت مچانے، دھمکی دینے اور تنگ کرنے کے تمام ہتھکنڈے استعمال کر چکے تھے۔ طرح طرح کی سختیاں اور مظالم کر چکے تھے۔ منظّم اور وسیع پروپیگنڈے اور نہایت صبر آزما نفسیاتی حربے استعمال میں لا چکے تھے۔ پھر جب مسلمانوں نے مدینہ ہجرت کی تو قریش نے ان کی زمینیں، مکانات اور مال ودولت سب کچھ ضبط کر لیا اور مسلمانوں اور ان کے اہل وعیال کے درمیان رکاوٹ بن کر کھڑے ہو گئے بلکہ جس کو پا سکے قید کر کے طرح طرح کی اذیتیں دیں، پھر اسی پر بس نہ کیا بلکہ سربراہ دعوت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنے (نعاذ باللہ من ذلک) اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کو بیخ وبُن سے اکھاڑنے کے لیے خوفناک سازشیں کیں اور اسے روبہ عمل لانے کے لئے اپنی ساری صلاحیتیں صرف کر دیں۔ بایں ہمہ جب مسلمان کسی طرح بچ بچا کر کوئی پانچ سو کلومیٹر دور مدینہ کی سرزمین پر جا پہنچے تو قریش نے اپنی ساکھ کا فائدہ اٹھاتے ہوئے گھناؤنا سیاسی کردار انجام دیا۔ یعنی یہ چونکہ حرم کے باشندے اور بیت اللہ کے پڑوسی تھے اور اس کی وجہ سے انہیں اہلِ عرب کے درمیان دینی قیادت اور دُنیاوی ریاست کا منصب حاصل تھا۔ اس لیے انہوں نے جزیرۃ العرب کے دوسرے مشرکین کو بھڑکا

اور ورغلا کر مدینے کا تقریباً مکمل بائیکاٹ کرادیا جس کی وجہ سے مدینہ کی درآمدات نہایت مختصر رہ گئیں جب کہ وہاں مہاجرین پناہ گیروں کی تعداد روز بروز بڑھتی جارہی تھی۔ درحقیقت مکے کے ان سرکشوں اور مسلمانوں کے اس نئے وطن کے درمیان حالت جنگ قائم ہوچکی تھی اور یہ نہایت احمقانہ بات ہے کہ اس جھگڑے کا الزام مسلمانوں کے سر ڈالا جائے۔

مسلمانوں کو حق پہنچتا تھا کہ جس طرح ان کے اموال ضبط کئے گئے تھے اسی طرح وہ بھی ان سرکشوں کے اموال ضبط کریں جس طرح انہیں ستایا گیا تھا اسی طرح وہ بھی ان سرکشوں کو ستائیں اور جس طرح مسلمانوں کی زندگیوں کے آگے رکاوٹیں کھڑی کی گئی تھیں اسی طرح مسلمان بھی ان سرکشوں کی زندگیوں کے آگے رکاوٹیں کھڑی کریں اور ان سرکشوں کو ''جیسے کو تیسا'' والا بدلہ دیں تاکہ انہیں مسلمان کو تباہ کرنے اور بیخ وبُن سے اکھاڑنے کا راستہ نہ مل سکے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان تمام مسائل کے تئیں مدینہ میں پیغمبرانہ کردار اور قائدانہ رول ادا کیا اور جو قوم رافت ورحمت یا سختی ودرشتی جس سلوک کی مستحق تھی اس کے ساتھ وہی سلوک کیا اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ رحمت ومحبت کا پہلو سختی اور درشتی پر غالب تھا، یہاں تک کہ چند برسوں میں زمامِ کار اسلام اور اہل اسلام کے ہاتھ آگئی۔

نئے معاشرے کی تشکیل

ہم بیان کر چکے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینے میں بنوالنجار کے یہاں جمعہ ۱۲ ربیع الاوّل ۱ھ مطابق ۲۷ ستمبر ء کو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان کے سامنے نزول فرمایا تھا اور اسی وقت فرمایا تھا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ یہیں منزل ہوگی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر منتقل ہو گئے تھے۔

مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعمیر:

اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پہلا قدم یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد نبوی کی تعمیر شروع کی اور اس کے لئے وہی جگہ منتخب کی جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنی بیٹھی تھی۔ اس زمین کے مالک دو یتیم بچے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن سے یہ زمین قیمتاً خریدی اور بنفسِ نفیس مسجد کی تعمیر میں شریک ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اینٹ اور پتھر ڈھوتے تھے اور ساتھ ہی فرماتے جاتے تھے:

اللّٰھم لاعیش الا عیش الاخرة فاغفر للانصار والمھاجرة

''اے اللہ زندگی تو بس آخرت کی زندگی ہے، پس انصار و مہاجرین کو بخش دے۔ یہ بھی فرماتے۔

هذا الحمال لا حمال خیبر　　هذا ابر ربنا و اطهر

''یہ بوجھ خیبر کا بوجھ نہیں ہے۔ یہ ہمارے پروردگار کی قسم زیادہ نیک اور پاکیزہ ہے''۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس طرزِ عمل سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جوش وخروش اور سرگرمی میں بڑا اضافہ ہو جاتا تھا چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے:

لئن قعدنا و النبی یعمل　　لذاک منا العمل المضلل

''اگر ہم بیٹھے رہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کام کریں تو ہمارا یہ کام گمراہی کا کام ہوگا''۔

اس زمین میں مشرکین کی چند قبریں تھیں۔ کچھ ویرانہ بھی تھا۔ کھجور اور غرقد کے چند درخت بھی تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشرکین کی قبریں اکھڑوادیں، ویرانہ برابر کرادیا اور کھجوروں اور درختوں کو کاٹ کر قبلے کی جانب لگادیا۔ اس وقت قبلہ بیت المقدس تھا۔ دروازے کے بازو کے دونوں پائے پتھر کے بنائے گئے۔ دیواریں کچی اینٹ اور گارے سے بنائی گئیں۔ چھت پر کھجور کی شاخیں اور پتے ڈلوادیئے گئے اور کھجور کے تنوں کے کھمبے بنادیئے گئے۔ زمین پر ریت اور چھوٹی چھوٹی کنکریاں (چھریاں) بچھادی گئیں۔ تین دروازے لگائے گئے۔ قبلے کی

دیوار سے پچھلی دیوار تک ایک سو ہاتھ لمبائی تھی۔ چوڑائی بھی اتنی یا اس سے کچھ کم تھی۔ بُنیاد تقریباً تین ہاتھ گہری تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد کے بازو میں چند مکانات بھی تعمیر کئے جن کی دیواریں کچی اینٹ کی تھیں اور چھتیں کھجور کے تنوں کی کڑیاں دے کر کھجور کی شاخ اور پتوں سے بنائی تھیں۔ یہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات کے حجرے تھے۔ ان حجروں کی تعمیر مکمل ہو جانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان سے یہیں منتقل ہو گئے۔

مسجد محض ادائے نماز ہی کے لئے نہ تھی بلکہ یہ ایک یونیورسٹی تھی جس میں مسلمان اسلام تعلیمات و ہدایات کا درس حاصل کرتے تھے۔ اور ایک محفل تھی جس میں مدتوں جاہلی کشاکش ونفرت اور باہمی لڑائیوں سے دوچار رہنے والے قبائل کے افراد اب میل محبت سے مل جل رہے تھے۔ نیز یہ ایک مرکز تھا جہاں سے اس ننھی سی ریاست کا سارا نظام چلایا جاتا تھا اور مختلف قسم کی مہمیں بھیجی جاتی تھیں۔ علاوہ ازیں اس کی حیثیت ایک پارلیمنٹ کی بھی تھی جس میں مجلس شوریٰ اور مجلس انتظامیہ کے اجلاس منعقد ہوا کرتے تھے۔

ان سب کے ساتھ ساتھ یہ مسجد ہی ان فقراء مہاجرین کی ایک خاصی بڑی تعداد کا مسکن تھی جن کا وہاں پر نہ کوئی مکان تھا نہ مال اور نہ اہل وعیال۔

پھر اوائل ہجرت ہی میں اذان بھی شروع ہوئی۔ یہ ایک لاہوتی نغمہ تھا جو روزانہ پانچ بار اُفق میں گونجتا تھا اور جس سے پورا عالمِ وجود لرز اٹھتا تھا۔ اس سلسلے میں حضرت عبداللہ بن زید بن عبدربہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خواب کا واقعہ معروف ہے۔ (تفصیل جامع ترمذی، سنن ابی داؤد، مسند احمد اور صحیح ابن خزیمہ میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔)

مسلمانوں میں بھائی چارگی:

جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعمیر کا اہتمام فرما کر باہمی اجتماع اور میل ومحبت کے ایک مرکز کو وجود بخشا اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تاریخ انسانی کا ایک اور نہایت تابناک کارنامہ انجام دیا جسے مہاجرین وانصار کے درمیان مواخات اور بھائی چارے کے عمل کا نام دیا جاتا ہے۔ ابن قیم لکھتے ہیں:

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان میں مہاجرین وانصار کے درمیان بھائی چارہ کرایا۔ کُل نوے آدمی تھے، آدھے مہاجرین اور آدھے انصار، بھائی چارے کی بنیاد یہ تھی کہ یہ ایک دوسرے کے غمخوار ہوں گے۔ اور موت کے بعد نسبی قرابتداروں کے بجائے یہی ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔ وراثت کا یہ حکم جنگِ بدر تک قائم رہا۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی

کہ

واولوا الارحام بعضھم اولیٰ ببعض (٦:٣٣١)

''نسبی قرابتدار ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں'' (یعنی وراثت میں)۔

تو انصار و مہاجرین میں باہمی توارُث کا حکم ختم کر دیا گیا لیکن بھائی چارے کا عہد باقی رہا۔ کہا جاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک اور بھائی چارہ کرایا تھا جو خود باہم مہاجرین کے درمیان تھا لیکن پہلی بات ہی ثابت ہے۔ یوں بھی مہاجرین اپنی باہمی اسلامی اخوت، وطنی اخوت اور رشتہ وقرابتداری کی اخوت کی بنا پر آپس میں اب مزید کسی بھائی چارے کے محتاج نہ تھے جبکہ مہاجرین اور انصار کا معاملہ اس سے مختلف تھا۔

اس بھائی چارے کا مقصود جیسا کہ محمد غزالی نے لکھا ہے یہ تھا کہ جاہلی عصبیتیں تحلیل ہو جائیں۔ حمیت وغیرت جو کچھ ہو وہ اسلام کے لئے ہو۔ نسل، رنگ اور وطن کے امتیازات مٹ جائیں۔ بلندی وپستی کا معیار انسانیت وتقویٰ کے علاوہ کچھ اور نہ ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بھائی چارے کو محض کھوکھلے الفاظ کا جامہ نہیں پہنایا تھا بلکہ اسے ایک ایسا نافذ العمل عہد و پیمان قرار دیا تھا جو خون اور مال سے مربوط تھا۔ یہ خالی خولی سلامی اور مبارکباد نہ تھی کہ زبان پر روانی کے ساتھ جاری

رہے مگر نتیجہ کچھ نہ ہو بلکہ اس بھائی چارے کے ساتھ ایثار و غمگساری اور موانست کے جذبات بھی مخلوط تھے اور اسی لیے اُس نے اس نئے معاشرے کو بڑے نادر اور تابناک کارناموں سے پُر کر دیا تھا۔

چنانچہ صحیح بخاری میں مروی ہے کہ مہاجرین جب مدینہ تشریف لائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سعد بن ربیع کے درمیان بھائی چارہ کرا دیا۔ اس کے بعد حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا: انصار میں مَیں سب سے زیادہ مال دار ہوں۔ آپ میرا مال دو حصوں میں بانٹ کر (آدھا لے لیں) اور میری دو بیویاں ہیں۔ آپ دیکھ لیں جو زیادہ پسند ہو مجھے بتا دیں میں اُسے طلاق دے دوں اور عدت گذرنے کے بعد آپ اس سے شادی کر لیں۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: اللہ آپ کے اہل اور مال میں برکت دے۔ آپ لوگوں کا بازار کہاں ہے؟ لوگوں نے انہیں بنوقینقاع کا بازار بتلا دیا۔ وہ واپس آئے تو ان کے پاس کچھ فاضل پنیر اور گھی تھا۔ اس کے بعد روزانہ جاتے رہے۔ پھر ایک دن آئے تو اُن پر زردی کا اثر تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا: یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا میں نے شادی کی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عورت کو مہر کتنا دیا ہے؟ بولے ایک نواۃ (گٹھلی) کے ہموزن (یعنی کوئی سوا تولہ) سونا۔

اسی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک روایت آئی ہے کہ انصار نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے درمیان اور ہمارے بھائیوں کے درمیان ہمارے کھجور کے باغات تقسیم فرمادیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں انصار نے کہا: تب آپ لوگ یعنی مہاجرین ہمارا کام کردیا کریں اور ہم پھل میں آپ لوگوں کو شریک رکھیں گے۔ انہوں نے کہا: ٹھیک ہے ہم نے بات سنی اور مانی۔

اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ انصار نے کس طرح بڑھ چڑھ کر اپنے مہاجر بھائیوں کا اعزاز واکرام کیا تھا اور کس قدر محبت، خلوص، ایثار اور قربانی سے کام لیا تھا اور مہاجرین ان کی اس کرم ونوازش کی کتنی قدر کرتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے اس کا کوئی غلط فائدہ نہیں اٹھایا بلکہ ان سے صرف اتنا ہی حاصل کیا جس سے وہ اپنی ٹوٹی ہوئی معیشت کی کمر سیدھی کرسکتے تھے۔

اور حق یہ ہے کہ یہ بھائی چارہ ایک نادر حکمت، حکیمانہ سیاست اور مسلمانوں کو درپیش بہت سارے مسائل کا ایک بہترین حل تھا۔

اسلامی تعاون کا پیمان:

مذکورہ بھائی چارے کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک اور عہدو پیمان کرایا جس کے ذریعے ساری جاہلی کشاکش اور قبائلی کشمکش کی بنیاد ڈھادی

اور دور جاہلیت کے رسم ورواج کے لئے کوئی گنجائش نہ چھوڑی۔ ذیل میں اس پیمان کو اس کی دفعات سمیت مختصراً پیش کیا جا رہا ہے۔

یہ تحریر ہے محمد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے قریشی، یثربی اور ان کے تابع ہو کر ان کے ساتھ لاحق ہونے اور جہاد کرنیوالے مومنین اور مسلمانوں کے درمیان کہ:

۱۔ یہ سب اپنے ماسوا انسانوں سے الگ ایک امت ہیں۔

۲۔ مہاجرین قریش اپنی سابقہ حالت کے مطابق باہم دیت کی ادائیگی کریں گے اور مومنین کے درمیان معروف اور انصاف کے ساتھ اپنے قیدی کا فدیہ دیں گے اور انصار کے تمام قبیلے اپنی سابقہ حالت کے مطابق باہم دیت کی ادائیگی کریں گے اور ان کا ہر گروہ معروف طریقے پر اور اہل ایمان کے درمیان انصاف کے ساتھ اپنے قیدی کا فدیہ ادا کرے گا۔

۳۔ اہل ایمان اپنے درمیان کسی بے کس کو فدیہ یا دیت کے معاملے میں معروف طریقے کے مطابق عطاء ونوازش سے محروم نہ رکھیں گے۔

۴۔ سارے راست باز مومنین اس شخص کے خلاف ہوں گے جو ان پر زیادتی کرے گا یا اہل ایمان کے درمیان ظلم اور گناہ اور زیادتی اور فساد کی راہ کا جویا ہوگا۔

۵۔ ان سب کے ہاتھ اس شخص کے خلاف ہوں گے خواہ وہ ان میں سے کسی

کا لڑکا ہی کیوں نہ ہو۔

۶۔ کوئی مومن کسی مومن کو کافر کے بدلے قتل نہ کرے گا۔

۷۔ کسی مومن کے خلاف کسی کافر کی مدد کرے گا۔

۸۔ اور اللہ کا ذمہ (عہد) ایک ہوگا، ایک معمولی آدمی کا دیا ہوا ذمہ بھی سارے مسلمانوں پر لاگو ہوگا۔

۹۔ جو یہود ہمارے پیروکار ہو جائیں، اُن کی مدد کی جائے گی اور وہ دوسرے مسلمانوں کے مثل ہوں گے۔ نہ ان پر ظلم کیا جائے گا اور نہ ان کے خلاف تعاون کیا جائے گا۔

۱۰۔ مسلمانوں کی صلح ایک ہوگی۔ کوئی مسلمان کسی مسلمان کو چھوڑ کر قتال فی سبیل اللہ کے سلسلے میں مصالحت نہیں کرے گا بلکہ سب کے سب برابری اور عدل کی بنیاد پر کوئی عہد و پیمان کریں گے۔

۱۱۔ مسلمان اس خون میں ایک دوسرے کے مساوی ہوں گے جسے کوئی فی سبیل اللہ بہائے گا۔

۱۲۔ کوئی مشرک قریش کی کسی جان یا مال کو پناہ نہیں دے سکتا اور نہ کسی مومن کے آگے اس کی حفاظت کے لئے رکاوٹ بن سکتا ہے۔

۱۳۔ جو شخص کسی مومن کو قتل کرے گا اور ثبوت موجود ہوگا اس سے قصاص لیا جائے

گا۔سوائے اس صورت کے کہ مقتول کا ولی راضی ہو جائے۔

۱۴۔ یہ کہ سارے مومنین اس کے خلاف ہوں گے۔ان کے لئے اس کے سوا کچھ حلال نہ ہوگا کہ اس کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوں۔

۱۵۔ کسی مومن کے لئے حلال نہ ہوگا کہ کسی ہنگامہ برپا کرنے والے (یا بدعتی) کی مدد کرے اور اسے پناہ دے اور جو اس کی مدد کرے گا یا اسے پناہ دے گا اس پر قیامت کے دن اللہ کی لعنت اور اس کا غضب ہوگا اور اس کا فرض و نفل کچھ بھی قبول نہ کیا جائے گا۔

۱۶۔تمہارے درمیان جو بھی اختلاف رُونما ہوگا اسے اللہ عزّ وجل اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف پلٹایا جائے گا۔

معاشرے پر معنویات کا اثر:

اس حکمتِ بالغہ اور اس دُور اندیشی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک نئے معاشرے کی بنیادیں اُستوار کیں لیکن معاشرے کا ظاہری رُخ درحقیقت ان معنوی کمالات کا پرتو تھا جس سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت وہم نشینی کی بدولت یہ بزرگ ہستیاں بہرہ ور ہو چکی تھیں۔نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی تعلیم و تربیت،تزکیہ نفس اور مکارمِ اخلاق کی ترغیب میں مسلسل کوشاں رہتے تھے اور انہیں محبت و بھائی چارگی،مجد وشرف اور عبادت و اطاعت کے آداب برابر سکھاتے اور

بتاتے رہتے تھے۔

ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ: کون سا اسلام بہتر ہے؟ (یعنی اسلام میں کونسا عمل بہتر ہے؟) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم کھانا کھلاؤ اور شناسا اور غیر شناسا سبھی کو سلام کرو۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت حاضر ہوا۔ جب میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرۂ مبارک دیکھا تو اچھی طرح سمجھ گیا کہ یہ کسی جھوٹے آدمی کا چہرہ نہیں ہوسکتا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلی بات جو ارشاد فرمائی وہ یہ تھی: اے لوگو! سلام پھیلاؤ، کھانا کھلاؤ، صلہ رحمی کرو، اور رات میں جب لوگ سو رہے ہوں نماز پڑھو۔ جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے: وہ شخص جنت میں داخل نہ ہوگا جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں اور تباہ کاریوں سے مامون ومحفوظ نہ رہے۔

اور فرماتے تھے: مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں اور فرماتے تھے: تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ اپنے بھائی کے لئے وہی چیز پسند کرے جو خود اپنے لیے کرتا ہے۔

اور فرماتے تھے: سارے مومنین ایک آدمی کی طرح ہیں کہ اگر اس کی آنکھ

میں تکلیف ہوتو سارے جسم کو تکلیف محسوس ہوتی ہے اور اگر سر میں تکلیف ہوتو سارے جسم کو تکلیف محسوس ہوتی ہے۔

اور فرماتے: مومن، مومن کے لئے عمارت کی طرح ہے جس کا بعض بعض کو قوت پہنچاتا ہے۔

اور فرماتے: آپس میں بُغض نہ رکھو، باہم حسد نہ کرو، ایک دوسرے سے پیٹھ نہ پھیرو اور اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن کر رہو۔ کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں کہ اپنے بھائی کو تین دن سے اُوپر چھوڑے رہے۔

اور فرماتے: مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرے اور نہ اسے دشمن کے حوالے کرے، اور جو شخص اپنے بھائی کی حاجت (برآری) میں کوشاں ہوگا اللہ اس کی حاجت (برآری) میں ہوگا، اور جو شخص کسی مسلمان سے کوئی غم اور دُکھ دور کرے گا اللہ اس شخص سے روز قیامت کے دُکھوں میں سے کوئی دُکھ دور کرے گا، اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا اللہ قیامت کے دن اُس کی پردہ پوشی کرے گا۔

اور فرماتے: تم لوگ زمین والوں پر مہربانی کرو تم پر آسمان والا مہربانی کرے گا۔

اور فرماتے: وہ شخص مومن نہیں جو خود پیٹ بھر کھالے اور اس کے بازو میں رہنے والا پڑوسی بھوکا رہے۔

اور فرماتے: مسلمان سے گالی گلوچ کرنا فسق ہے اور اس سے مار کاٹ کرنا

کفر ہے۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانے کو صدقہ قرار دیتے تھے اور اسے ایمان کی شاخوں میں سے ایک شاخ شمار کرتے تھے۔

نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صدقے اور خیرات کی ترغیب دیتے تھے اور اس کے ایسے ایسے فضائل بیان فرماتے تھے کہ اس کی طرف دل خود بخود کھنچتے چلے جائیں، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے کہ صدقہ گناہوں کو ایسے ہی بجھا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھاتا ہے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے کہ جو مسلمان کسی ننگے مسلمان کو کپڑا پہنا دے اللہ اُسے جنت کا سبز لباس پہنائے گا اور جو مسلمان کسی بھوکے مسلمان کو کھانا کھلا دے اللہ اسے جنت کے پھل کھلائے گا اور جو مسلمان کسی پیاسے مسلمان کو پانی پلا دے اللہ اُسے جنت کی مہر لگی ہوئی شرابِ طہور پلائے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے: آگ سے بچو اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی صدقہ کر کے اور اگر وہ بھی نہ پاؤ تو پاکیزہ بول ہی کے ذریعے۔

اور اسی کے پہلو بہ پہلو دوسری طرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مانگنے سے پرہیز کی بھی بہت زیادہ تاکید فرماتے، صبر وقناعت کی فضیلتیں سناتے اور سوال کرنے کو سائل کے چہرے کے لئے نوچ، خراش اور زخم قرار دیتے۔ البتہ اس سے اس شخص

کو مستثنیٰ قرار دیا جو حد درجہ مجبور ہو کر سوال کرے۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بھی بیان فرماتے کہ کن عبادات کے کیا فضائل ہیں اور اللہ کے نزدیک ان کا کیا اجر وثواب ہے؟ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آسمان سے جو وحی آتی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے مسلمانوں کو بڑی پختگی کے ساتھ مربوط رکھتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ وحی مسلمانوں کو پڑھ کر سناتے اور مسلمان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پڑھ کر سناتے تا کہ اس عمل سے ان کے اندر فہم وتدبر کے علاوہ دعوت کے حقوق اور پیغمبرانہ ذمے داریوں کا شعور بھی بیدار ہو۔

اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کی اخلاقیات بلند کیں، ان کی خداداد صلاحیتوں کو عروج بخشا اور انہیں بلند ترین اقدار و کردار کا مالک بنایا، یہاں تک کہ وہ انسانی تاریخ میں انبیاء کے بعد فضل وکمال کی سب سے بلند چوٹی کا نمونہ بن گئے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جس شخص کو طریقہ اختیار کرنا ہو وہ گذرے ہوئے لوگوں کا طریقہ اختیار کرے کیونکہ زندہ کے بارے میں فتنے کا اندیشہ ہے وہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھی تھے۔ اس امت میں سب سے افضل سب سے نیک دل، سب سے گہرے علم کے مالک اور سب سے زیادہ بے تکلف۔ اللہ نے انہیں اپنے نبی کی رفاقت اور اپنے دین کی اقامت کے لئے منتخب کیا، لہٰذا ان کا فضل پہچانو اور ان کے نقشِ قدم کی پیروی کرو اور جس قدر ممکن ہو ان کے اخلاق اور سیرت سے تمسّک کرو کیونکہ وہ لوگ ہدایت کے صراطِ مستقیم پر تھے۔

پھر ہمارے پیغمبر رہبر اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بھی ایسی معنوی اور ظاہری خوبیوں، کمالات، خداداد صلاحیتوں، مجد وفضائل، مکارمِ اخلاق اور محاسنِ اعمال سے متصف تھے کہ دل خود بخود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب کھینچے جاتے تھے اور جانیں قربان ہوا چاہتی تھیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے جونہی کوئی کلمہ صادر ہوتا صحابہ کرام اس کی بجا آوری کے لئے دوڑ پڑتے اور ہدایت ورہنمائی کی جو بات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرما دیتے اسے حرزِ جان بنانے کے لئے گویا ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی بازی لگ جاتی۔ اس طرح کی کوششوں کی بدولت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینے کے اندر ایک ایسا معاشرہ تشکیل دینے میں کامیاب ہوگئے جو تاریخ کا سب سے زیادہ باکمال اور شرف سے بھرپور معاشرہ تھا اور اُس معاشرے کے مسائل کا ایسا خوشگوار حل نکالا کہ انسانیت نے ایک طویل عرصے تک زمانے کی چکی میں پس کر اور اتھاہ تاریکیوں میں ہاتھ پاؤں مار کر تھک جانے کے بعد پہلی بار چین کا سانس لیا۔ اس نئے معاشرے کے عناصر ایسی بلند وبالا تعلیمات کے ذریعے مکمل ہوئے جس نے پوری پامردی کے ساتھ زمانے کے ہر جھٹکے کا مقابلہ کر کے اس کا رُخ پھیر دیا اور تاریخ کا دھارا بدل دیا۔

باب نمبر ۸
غزوات پر
ایک نظر
حضرت محمد رسول اللہ ﷺ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ
وعلیٰ اٰلک واصحابک یا سیدی یا حبیب اللہ
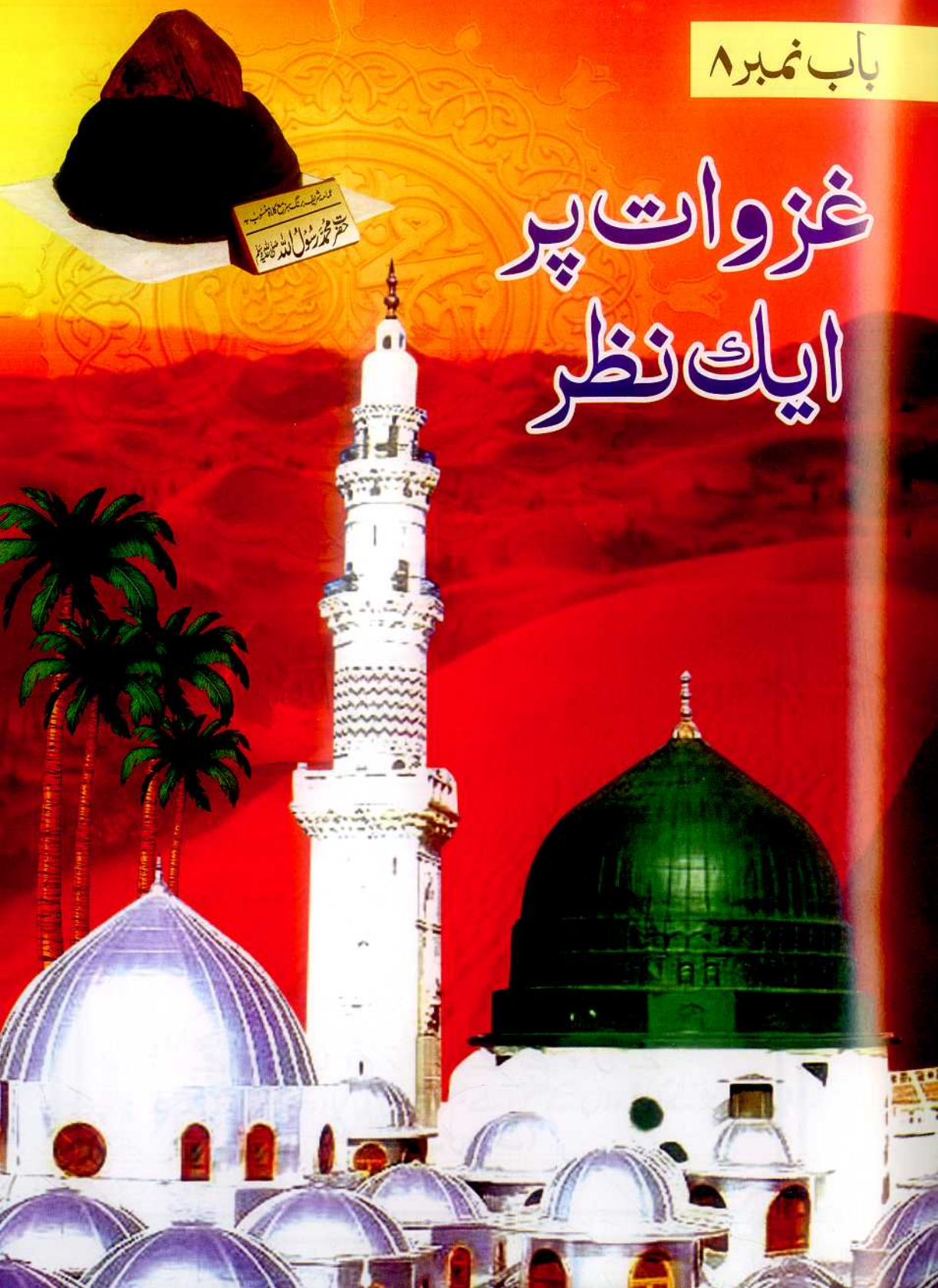
صلی اللہ علیہ وسلم

ذکر رسول مقبول

جنہیں تیرا نقش قدم ملا وہ غم جہاں سے نکل گئے
یہ میرے حضور کا فیض ہے کہ بھٹک کہ ہم جو سنبھل گئے

تو ہی کائنات کا راز ہے تیرا عشق میری نماز ہے
تیرے در کے سجدے میرے نبیؐ میری زندگی کو بدل گئے

تو مصوری کا کمال ہے تو خدا کا حسن خیال ہے
جنہیں تیرا جلوہ عطا ہوا وہ تیرے جمال میں ڈھل گئے

تھے ہزار صدیوں کہ راستے جو رسول پاکؐ نے طے کئے
وہ تو ایک رات کی بات تھی کہ زمانے جس سے بدل گئے

تیرا بندہ واصف بے خبر تیرا راز سجھا ہے اس قدر
تجھے جب پکارا چشم تر کئی مرحلے تھے جو ٹل گئے

(حضرت واصف علی واصفؒ)

غزوات پر ایک نظر

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غزوات، سرایا اور فوجی مہمات پر ایک نظر ڈالنے کے بعد کوئی بھی شخص جو جنگ کے ماحول، پس منظر و پیش منظر اور آثار و نتائج کا علم رکھتا ہو یہ اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا کے سب سے بڑے اور باکمال فوجی کمانڈر تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سوجھ بوجھ سب سے زیادہ درست اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فراست اور بیدار مغزی سب سے زیادہ گہری تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس طرح نبوت و رسالت کے اوصاف میں سید الرسل اور اعظم الانبیاء تھے، اسی طرح فوجی قیادت کے وصف میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یگانہ روزگار اور نادر عبقریت کے مالک تھے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو بھی معرکہ آرائی کی اس کے لئے ایسے حالات و جہات کا انتخاب فرمایا جو عزم و تدبر اور حکمت و شجاعت کے عین مطابق تھے۔ کسی معرکے میں حکمت عملی، لشکر کی ترتیب اور حساس مراکز پر اس کی تعیناتی، موزوں ترین مقام جنگ کے انتخاب اور جنگی پلاننگ وغیرہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کبھی کوئی چوک نہیں ہوئی اور اسی لیے اس بنیاد پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کبھی کوئی زک نہیں اٹھانی پڑی، بلکہ ان تمام جنگی معاملات و مسائل کے سلسلے میں آپ نے اپنے عملی اقدامات سے ثابت کر دیا کہ دنیا بڑے بڑے کمانڈروں کے تعلق سے جس طرح کی قیادت کا علم رکھتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے بہت کچھ مختلف ایک نرالی ہی قسم کی کمانڈرانہ صلاحیت کے مالک تھے۔ جس کے ساتھ شکست کا کوئی سوال ہی نہ تھا۔ اس موقع پر یہ عرض کر دینا بھی ضروری ہے کہ جنگ اُحد اور جنگ حنین میں جو کچھ پیش آیا اس کا سبب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کسی حکمتِ عملی کی خامی نہ تھی بلکہ اس کے پیچھے حنین میں کچھ افرادِ لشکر کی بعض کمزوریاں کارفرما تھیں اور اُحد میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نہایت اہم حکمت عملی اور لازمی ہدایات کو نہایت فیصلہ کن لمحات میں نظرانداز کر دیا گیا تھا۔

پھر ان دونوں غزوات میں جب مسلمانوں کو زک اٹھانے کی نوبت آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس عبقریت کا مظاہرہ فرمایا وہ اپنی مثال آپ تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دشمن کے مدِ مقابل ڈٹے رہے اور اپنی نادرۂ روزگار حکمت عملی سے اسے یا تو اس کے مقصد میں ناکام بنادیا جیسا کہ اُحد میں ہوا، جنگ کا پانسہ اس طرح پلٹ دیا کہ مسلمانوں کی شکست، فتح میں تبدیل ہوگئی۔ جیسا کہ حنین میں ہوا ، حالانکہ اُحد جیسی خطرناک صورت حال اور حنین جیسی بے لگام بھگدڑ سپہ سالاروں کی قوتِ فیصلہ سلب کر لیتی ہے اور ان کے اعصاب پر اتنا بدترین اثر ڈالتی ہے کہ انہیں اپنے بچاؤ کے علاوہ اور کوئی فکر نہیں رہ جاتی۔

یہ گفتگو تو ان غزوات کے خالص فوجی اور جنگی پہلو سے تھی۔ باقی رہے

دوسرے گوشے تو وہ بھی بے حد اہم ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان غزوات کے ذریعے امن وامان قائم کیا، فتنے کی آگ بجھائی۔ اسلام و بت پرستی کی کشمکش میں دشمن کی شوکت توڑ کر رکھ دی اور انہیں اسلامی دعوت وتبلیغ کی راہ آزاد چھوڑنے اور مصالحت کرنے پر مجبور کر دیا۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان جنگوں کی بدولت یہ بھی معلوم کر لیا کہ آپ کا ساتھ دینے والوں میں کون سے لوگ مخلص ہیں اور کون سے لوگ منافق، جو نہاں خانہ دل میں غدر وخیانت کے جذبات چھپائے ہوئے ہیں۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محاذ آرائی کے عملی نمونوں کے ذریعے مسلمان کمانڈروں کی ایک زبردست جماعت بھی تیار کر دی۔ جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد عراق وشام کے میدانوں میں فارس وروم سے ٹکر لی اور جنگی پلاننگ اور تکنیک میں ان کے بڑے بڑے کمانڈروں کو مات دے کر انہیں ان کے مکانات وسرزمین سے، اموال وباغات سے، چشموں اور کھیتوں سے، آرام دہ اور باعزت مقام سے اور مزے دار نعمتوں سے نکال باہر کیا۔

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان غزوات کی بدولت مسلمانوں کے لئے رہائش، کھیتی، پیشے اور کام کا انتظام فرمایا۔ بے خانماں اور محتاج پناہ گزینوں کے مسائل حل فرمائے۔ ہتھیار، گھوڑے، ساز وسامان اور اخراجاتِ

جنگ مہیا کئے اور یہ سب کچھ اللہ کے بندوں پر ذرہ برابر ظلم وزیادتی اور جو روجفا کئے بغیر حاصل کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان اسباب وجوہ اور اغراض ومقاصد کو بھی تبدیل کر ڈالا جن کے لئے دورِ جاہلیت میں جنگ کے شعلے بھڑکا کرتے تھے، یعنی دورِ جاہلیت میں جنگ نام تھی لوٹ مار اور قتل وغارت گری کا، ظلم وزیادتی اور انتقام وتشدد کا، کمزوروں کو کچلنے، آبادیاں ویران کرنے اور عمارتیں ڈھانے کا، عورتوں کی بے حُرمتی کرنے اور بوڑھوں، بچوں اور بچیوں کے ساتھ سنگدلی سے پیش آنے کا، کھیتی باڑی اور جانوروں کو ہلاک کرنے اور زمین میں تباہی وفساد مچانے کا۔ مگر اسلام نے اس جنگ کی روح تبدیل کرکے اسے ایک مقدس جہاد میں بدل دیا۔ جسے نہایت موزوں اور معقول اسباب کے تحت شروع کیا جاتا ہے اور اس کے ذریعے ایسے شریفانہ مقاصد اور بلند پایہ اغراض حاصل کئے جاتے ہیں جنہیں ہر زمانے اور ہر ملک میں انسانی معاشرہ کے لئے باعثِ اعزاز تسلیم کیا گیا ہے۔ کیونکہ اب جنگ کا مفہوم یہ ہوگیا کہ انسان کو قہر وظلم کے نظام سے نکال کر عدل وانصاف کے نظام میں لانے کے مسلح جدوجہد کی جائے۔ یعنی ایک ایسے نظام کو جس میں طاقتور کمزور کو کھا رہا ہو، اُلٹ کر ایک ایسا نظام قائم کیا جائے جس میں طاقتور کمزور ہو جائے جب تک کہ اس سے کمزور کا حق لے نہ لیا جائے۔ اسی طرح اب جنگ کا معنی یہ ہوگیا کہ ان کمزور مردوں،

عورتوں اور بچوں کو نجات دلائی جائے جو دعائیں کرتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں اس بستی سے نکال جس کے باشندے ظالم ہیں۔اور ہمارے لیے اپنے پاس سے ولی بنا اور اپنے پاس سے مددگار بنا۔ نیز اس جنگ کا معنی یہ ہوگیا کہ اللہ کی زمین کو غدر و خیانت، ظلم و ستم اور بدی و گناہ سے پاک کر کے اس کی جگہ امن و امان، رافت و رحمت، حقوق رسانی اور مروت و انسانیت کا نظم بحال کیا جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ کے لئے شریفانہ ضوابط بھی مقرر فرمائے اور اپنے فوجیوں اور کمانڈروں پر ان کی پابندی لازمی قرار دیتے ہوئے کسی حال میں ان سے باہر جانے کی اجازت نہ دی۔ حضرت سلیمان بن بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی شخص کو کسی لشکر یا سریہ کا امیر مقرر فرماتے تو اسے خاص اس کے اپنے نفس کے بارے میں اللہ عزوجل کے تقویٰ کی اور اس کے مسلمان ساتھیوں کے بارے میں خیر کی وصیت فرماتے۔ پھر فرماتے: اللہ کے نام سے اللہ کی راہ میں غزوہ کرو۔ جس نے اللہ کے ساتھ کفر کیا ان سے لڑائی کرو۔ غزوہ کرو، خیانت نہ کرو، بدعہدی نہ کرو، ناک کان وغیرہ نہ کاٹو، کسی بچے کو قتل نہ کرو۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آسانی برتنے کا حکم دیتے اور فرماتے: ''آسانی کرو، سختی نہ کرو۔ لوگوں کو سکون دلاؤ، متنفر نہ کرو''۔ اور جب رات

میں آپ کسی قوم کے پاس پہنچتے تو صبح ہونے سے پہلے چھاپہ نہ مارتے۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کو آگ میں جلانے سے نہایت سختی کے ساتھ منع کیا۔ اسی طرح باندھ کر قتل کرنے اور عورتوں کو مارنے اور انہیں قتل کرنے سے بھی منع کیا اور لوٹ مار سے روکا۔ حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ لوٹ کا مال مُردار کی طرح ہی حرام ہے۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھیتی باڑی تباہ کرنے ، جانور ہلاک کرنے اور درخت کاٹنے سے منع فرمایا: سوائے اس صورت کے کہ اس کی سخت ضرورت آن پڑے اور درخت کاٹے بغیر کوئی چارہ کار نہ ہو۔ فتح مکہ کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا: کسی زخمی پر حملہ نہ کرو کسی بھاگنے والے کا پیچھا نہ کرو، اور کسی قیدی کو قتل نہ کرو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سنت بھی جاری فرمائی کہ سفیر کو قتل نہ کیا جائے۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاہدین (غیر مسلم شہریوں) کے قتل سے بھی نہایت سختی سے روکا یہاں تک کہ فرمایا: جو شخص کسی معاہد کو قتل کرے گا وہ جنت کی خوشبو نہیں پائے گا۔ حالانکہ اس کی خوشبو چالیس سال کے فاصلے سے پائی جاتی ہے۔

یہ اور اس طرح کے دوسرے بلند پایہ قواعد وضوابط تھے جن کی بدولت جنگ کا عمل جاہلیت کی گندگیوں سے پاک وصاف ہو کر مقدس جہاد میں تبدیل ہو گیا۔

باب نمبر ۹
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
پانچ اہم خطبات

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ
وعلیٰ آلک واصحابک یا سیدی یا حبیب اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم

ذکر رسول مقبول

انوار برستے رہتے ہیں اُس پاک نگر کی راہوں میں
اک کیف کا عالم ہوتا ہے طیبہ کی مست ہواؤں میں
اس نام محمدؐ کے صدقے بگڑی ہوئی قسمت بنتی ہے
اس کو بھی پناہ مل جاتی ہے جو ڈوب چکا ہو گناہوں میں
گیسوئے محمدؐ کی خوشبو اللہ اللہ کیا خوشبو ہے
احساس معطر ہوتا ہے واللیل کی مہکی چھاؤں میں
وہ بانیٔ دینِ مبین بھی ہے حٰم بھی ہے یٰسین بھی ہے
مسکینوں میں مسکین بھی ہے سلطانِ زمانہ شاہوں میں
سب جلوے ہیں اس صورت کے وہ صورت ہی وجہ اللہ ہے
اللہ نظر آجاتا ہے وہ صورت جب ہو نگاہوں میں
اللہ کی رحمت کے جلوے اس وقت میسر ہوتے ہیں
سجدے میں ہوں جب آنکھیں پُرنم اور نامِ محمدؐ آہوں میں
اُس ناطقِ قرآں کی مدحت انسان کے بس کی بات نہیں
ممدوحِ خدا ہیں وہ واصفؒ صد شکر کہ ہم ہیں گداؤں میں

(حضرت واصف علی واصفؒ)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پانچ اہم خطبات

کوہِ صفا کا خطبہ

سورۂ شعرا کی یہ آیت نازل ہوئی:

''اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیے۔''

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عربوں کی روایت کے مطابق کوہِ صفا پر چڑھ کر قریش کو پکارا: ''لوگو! دوڑو'' اہل مکہ گھبرا گئے اور اس طرف لپکے۔ عموماً کسی ایمرجنسی کے موقع پر اس طرح لوگوں کو جمع کیا جاتا تھا۔ لوگ جمع ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اے فلاں کی اولاد، اے فلاں کی اولاد، اے فلاں کی اولاد، اے عبد مناف کی اولاد، اے عبدالمطلب کی اولاد، کیا خیال ہے اگر میں تمہیں یہ بتاؤں کہ اس پہاڑ کے دامن میں سواروں کا ایک لشکر آ نکلا ہے تو تم مجھے سچا سمجھو گے؟ سب نے کہا ہمیں آپ سے کبھی جھوٹ کا تجربہ نہیں ہوا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اے کعب بن لوی کی اولاد! اپنے تئیں جہنم کی آگ سے بچالو۔ اے مرہ بن بن کعب! تم بھی خود کو دوزخ کی آگ سے بچالو۔ اے اولادِ عبد شمس! تم بھی خود کو آتشِ دوزخ سے بچالو۔ اے عبدِ مناف کے خاندان والو! تم بھی اپنے تئیں آگ سے بچالو۔ اے بنو ہاشم! تم بھی خود کو آگ سے بچاؤ، اے عبدالمطلب کے اہل

خاندان! اپنے آپ کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ، اے میری پیاری بچی فاطمہؓ! تم بھی اپنے تئیں دوزخ سے بچالو کیوں کہ تمہارے لیے اللہ کی طرف سے کسی چیز کا مختار نہیں ہوں (حالانکہ مختار ہیں اور رہیں گے) بجز اس کے کہ میری تم سے قرابت داری ہے تو میں اس کا حق ادا کرتا رہوں گا۔ ایک روایت میں ہے (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا) اے فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اے صفیہ بنت عبدالمطلب، اے بنی عبدالمطلب، اے عباس بن عبدالمطلب! میں تمہارے لیے اللہ کی طرف سے کسی چیز کا مختار نہیں ہوں بجز اس کے کہ میری تم سے قرابت داری ہے۔ سو میں اس کا حق ادا کرتا رہوں گا۔ البتہ میرے مال میں سے جتنا چاہو مانگ لو۔ اے گروہ قریش! اپنی جانیں اللہ سے خرید لو، میں اللہ کی کسی چیز سے تمہیں مستغنیٰ نہیں کر سکتا میں تو ایک سخت عذاب سے پہلے تمہیں اس سے ڈرانے والا ہوں۔ میری اور تمہاری مثال اس شخص کی سی ہے جس نے دشمن کو دیکھ لیا ہو اور وہ اپنے اہل خاندان کا دیدبان بن جائے، اسے خدشہ محسوس ہو کہ وہ (اہلِ خاندان) دشمن کی طرف بڑھ جائیں گے۔ چنانچہ وہ پکارنے لگے: لوگو! ہوشیار ہو جاؤ۔

اس مجمع میں ابولہب بھی موجود تھا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات سن کر وہ بہت سیخ پا ہوا آپ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا: ''تیرا برا ہو، تو ہلاک ہو، کیا تو نے ہمیں اس لیے جمع کیا تھا!'' اسی طرح اول فول بکتا ہوا وہ وہاں سے چلا گیا۔ آپ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا جواب نہیں دیا بعدازاں سورۂ لہب نازل ہوئی جس میں ابولہب اور اس کی بیوی کو عذاب کی وعید سنائی گئی۔

(اس خطبے کے الفاظ مختلف حدیثوں میں بکھرے ہوئے ہیں، یہاں انہیں یک جا کر دیا گیا ہے)

پہلا خطبۂ جمعہ

ربیع الاول پہلی ہجری میں آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبا میں تقریباً چار دن قیام فرمانے کے بعد جمعۃ المبارک کو اپنے رفقاء سمیت مدینے کا رُخ کیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناقہ پر سوار محلّہ بنوسالم میں پہنچے تو جمعہ کا وقت ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہیں جمعہ کی نماز ادا فرمائی اور نماز سے پہلے خطبہ ارشاد فرمایا۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پہلی نماز جمعہ اور پہلا خطبہ جمعہ تھا۔ اسے ''خطبۂ تقویٰ'' بھی کہا جاتا ہے۔ اس کا اُردو ترجمہ یہ ہے:

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں میں اس کی تعریف کرتا ہوں اور اسی سے مدد اور بخشش اور راہ نمائی چاہتا ہوں۔ میرا ایمان اسی پر ہے۔ میں اس کی نافرمانی نہیں کرتا اور نافرمانی کرنے والوں سے عداوت رکھتا ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ سوا اللہ کے کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ یکتا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں جنہیں اس نے ہدایت، نور اور نصیحت

دے کر اس وقت بھیجا جب مدتوں سے نبیوں کی آمد کا سلسلہ بند تھا۔ علم گھٹ گیا تھا اور لوگ گم راہ ہو گئے تھے۔ طویل عرصہ گزر گیا تھا۔ قیامت قریب تھی اور اجل سر پر منڈلا رہی تھی۔ جس نے خدا اور رسول کی اطاعت کی وہ کامیاب ہوا اور جس نے ان دونوں کی نافرمانی کی وہی گم راہ ہوا، درجہ سے گرا اور دور کی گم راہی میں مبتلا ہوا۔

میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور بہترین تاکید وہ ہے جو ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو آخرت کے لئے آمادہ کرے اور اللہ سے ڈرنے کا حکم دے۔ حق تعالیٰ سے ڈرتے رہو، جیسے کہ خود اس نے تمہیں اپنی ذات سے ڈرتے رہنے کی ہدایت فرمائی ہے، نہ تو اس سے بڑھ کر کوئی نصیحت ہے، نہ اس سے افضل کوئی ذکر ہے، جان لو کہ آخرت کی جن بھلائیوں کے تم اُمیدوار ہو وہ سب موقوف ہیں ان نیک اعمال پر جو تم خوف خدا اور تقویٰ سے بجالاؤ اور جو شخص صرف رضائے الٰہی کی جستجو میں اپنے ان تمام کاموں اور ارادوں کی اصلاح کر لے جو اس کے اور خدا کے درمیان ہیں خواہ وہ پوشیدہ اُمور ہوں خواہ ظاہری۔ تو رب العالمین اسے دنیا میں نیک نام نیک انجام کر دے گا اور آخرت میں بھی اسے نیکیوں کا ذخیرہ عطا فرمائیگا۔ یہی وہ وقت ہوگا جب انسان اپنی نیکیوں کا سخت ترمحتاج ہوگا اور نیکیوں کے سوا اور اعمال سے اسے اس روز اس قدر نفرت ہوگی کہ کہے گا کاش کہ میرے اور ان نکمے اعمال کے درمیان بے حد و غایت فاصلہ اور دوری ہوتی۔ جناب باری تبارک وتعالیٰ تمہیں خود

اپنی ذات گرامی سے ڈرا رہا ہے۔ اللہ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے۔ جس نے اس کی بات کو سچ جانا اور اس کا وعدہ پورا کیا اس کے لئے اس کے خلاف نہ کیا جائے گا کیوں کہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے کہ میرے ہاں کی باتیں بدلتی نہیں، اور نہ میں اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا ہوں۔ پس اللہ ربّ العزت سے ڈرو دنیوی معاملات میں بھی اور اُخروی معاملات میں بھی، پوشیدہ بھی اور علانیہ بھی۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ سے جو ڈرے گا اللہ تعالیٰ اُس کے گناہ معاف فرما دے گا اور اس کے اجر کو بڑھا دے گا۔ جو اللہ سے ڈرا اس نے عظیم کامیابی حاصل کر لی۔ اللہ کا ڈر، اس کی بیزاری، اس کے عذاب اور اس کی ناراضگی کو دور کر دیتا ہے اور اللہ کا ڈر چہرے کو منور کر دیتا ہے رب کو راضی کر دیتا ہے، درجات کو بلند کر دیتا ہے اپنا حصہ لے لو۔ خدا کی قربت حاصل کرنے میں کمی نہ کرو۔ اس نے اپنی پاک کتاب تمہیں سکھا دی۔ تمہارے لیے ہدایت کا راستہ کھول دیا، تا کہ وہ جان لے کہ سچے کون ہیں اور جھوٹے کون ہیں۔ جس طرح خدا نے تمہارے ساتھ احسان وسلوک کیا ہے تم بھی احسان وسلوک کا رویہ اختیار کرو۔ اللہ کے دشمنوں سے دشمنی رکھو۔ راہ خدا میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے۔ اسی نے تمہیں برگزیدہ بنایا ہے اس نے تمہارا نام مسلم رکھا ہے، تا کہ ہر ہلاک ہونے والا بھی دلائل کے ساتھ زندہ رہے۔ قوت صرف اللہ ہی کی ہے۔ اللہ کا ذکر بکثرت کیا کرو۔ جو موت کے بعد کام آئیں وہ اعمال کر لو جو اللہ تعالیٰ کے اور اپنے

درمیان کے تعلقات سنوار لے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے اور لوگوں کے تعلقات سنوار دے گا۔ کیوں کہ خدائے بزرگ و برتر کی لوگوں پر چلتی ہے، لوگوں کی اس پر نہیں چلتی۔ وہ تمام مخلوق پر حاکم اور سب کا مالک ہے مگر وہ اس کی کسی چیز پر اختیار نہیں رکھتے۔ اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے اور تمام قوتیں اور طاقتیں اسی خدائے بزرگ و برتر کی ہیں۔ (طبری، قرطبی، مواہب اللدُنیہ)

فتح مکہ کے موقع پر

فتح مکہ کے موقع پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کچھ ارشاد فرمایا، اسے مختلف راویوں نے بیان کیا ہے (بخاری، مسلم) ابوداؤد، ابن ماجہ اور ابن کثیر میں مذکور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات ذیل میں یک جا پیش کیے جا رہے ہیں۔

حمد و ثنا کے بعد فرمایا:

اس شہر مکہ کو اللہ تبارک تعالیٰ نے خود ہی ذی حُرمت، باعزت، متبرک اور مبارک بنایا ہے نہ کہ لوگوں نے۔ جو اللہ پر اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے اسے یہاں خون بہانا حلال نہیں نہ یہاں کا درخت کاٹنا حلال ہے۔ اگر کوئی میرے آج کے جہاد کو دلیل بنا کر رخصت نکالنا چاہے تو تم اسے جواب دینا کہ اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اجازت دے دی تھی لیکن تمہیں اس نے اجازت نہیں دی۔ مجھے

بھی اللہ نے دن میں بس گھڑی بھر کے لئے رخصت دی تھی اس وقت مکہ کی حُرمت ایسی ہی لوٹ آئی ہے جیسی کل تھی تم میں سے جو موجود ہیں ان پر فرض ہے کہ جو حاضر نہیں ان تک میرا یہ خطبہ پہنچا دیں۔ (متفق علیہ)

''اللہ تعالیٰ نے شراب کی، مُردار کی، سؤر کی اور بتوں کی تجارت حرام کر دی ہے''۔

اس پر کسی نے سوال کیا: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مردار کی چربی کی بابت کیا حکم ہے؟ اس سے کشتیاں روغن کی جاتی ہیں، کھالوں پر لگائی جاتی ہے اور لوگ اس سے چراغ جلاتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''نہیں، وہ بھی حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ یہود کو غارت کرے، جب اللہ تعالیٰ نے ان پر چربیاں حرام کیں تو انہوں نے اسے پگھلایا، پھر اسے بیچ ڈالا اور اس کی قیمت کھا گئے''۔

لوگو! جاہلیت کی بڑائی اور باپ دادوں پر فخر کرنے کی برائی تم سے دور کر دی ہے۔ انسانوں کی اب دو ہی قسمیں ہیں یا تو وہ نیک اور پرہیزگار ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں معزز۔ یا بد اور غیر متقی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ذلیل۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک ہی مرد و عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہیں شاخوں اور قبیلوں میں تقسیم کر دیا ہے تا کہ ایک دوسرے کی شناخت اور پہچان رہے۔

تم میں سے اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ شریف اور معزز وہ ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیز گار ہو۔ اللہ تعالیٰ باعلم اور باخبر ہے (پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا) لوگو! مجھے یہی کہنا تھا میں اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے اور تمہارے لئے استغفار کرتا ہوں۔ (ابن کثیر)

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ اکیلا ہے، اس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا۔ اپنے بندے کی مدد فرمائی اور مخالف طاقتوں کو اُسی اکیلے نے شکست دی۔ سُنو! جاہلیت کے کل شعبے جو خون اور مال کے بارے میں مذکور ہیں اور کہے جاتے ہیں سب کو آج اپنے پاؤں تلے روندرہا ہوں۔ ہاں زمزم کا پانی پلانا اور بیت اللہ کی پاسبانی کرنا اپنی جگہ باقی ہے ان دونوں کو میں پہلے کی طرح ان کے لئے جن کے پاس یہ ہیں باقی رکھتا ہوں۔ خطا اور غلطی سے کوئی کسی کو مار ڈالے مثلاً کوڑا مارا، لکڑی ماری اور وہ مر گیا یہ مشابہہ ارادۂ قتل کی ہے۔ اس کی دیت ایک سو اونٹ ہے جن میں چالیس گابھن اُونٹنیاں ہوں۔ (ابوداؤد۔ ابن ماجہ)

عورت اپنے خاوند کی دیت اور مال میں میراث پائے گی اور خاوند بھی عورت کی دیت اور مال میں سے میراث پائے گا جب تک انہی میں سے کوئی دوسرے کو قتل نہ کردے۔ جب ان میں سے ایک دوسرے کو غلطی سے قتل کردے تو وہ اس کے مال کا وارث تو ہوگا مگر دیت کا واث نہ ہوگا۔ (ابن ماجہ)

اے لوگو! اسلام میں جتھا بنانے کے لئے معاہدہ کی اجازت نہیں البتہ جو معاہدے جاہلیت میں ہو چکے ہیں (اور اب دونوں طرف کے لوگ مسلمان ہو گئے ہیں) تو اسلام انہیں (توڑتا نہیں بلکہ انہیں) اور بھی مضبوط کر دیتا ہے۔ مومن غیروں کے مقابلے میں ایک ہاتھ کی طرح متفق ہیں۔ کوئی ادنیٰ مسلمان بھی کسی کافر کو پناہ دے سکتا ہے، دور والوں کے مال غنیمت میں ان کا بھی حصہ ہے۔ ان کے لشکری ان کے گھر بیٹھے ہوؤں کو حصہ دیں گے۔ مسلمان کافر کے بدلے قتل نہ کیا جائے گا۔ کافر کی دیت مسلمانوں کی دیت سے نصف ہوگی۔ زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے مال داروں کو اپنی جگہ نہ بلواؤ۔ نہ مال دار اپنی جگہ سے دُور چلے جائیں بلکہ زکوٰۃ ان کے گھروں، ان کے باڑوں، ان کے جانوروں کے رہنے سہنے کی جگہ پر ہی لی جائے۔

(ابوداؤد)

خطبہٗ تبوک

غزوہ تبوک رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آخری غزوہ ہے۔ چوں کہ کچھ دنوں سے حجاز میں سخت قحط تھا اور صحابہؓ بڑی تنگ دستی اور عسرت میں مبتلا تھے، اس لیے اس غزوے کو غزوہ العسر ۃ اور جیش العسر ۃ کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ یہ خطبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبوک کے مقام پر غزوے کے موقع پر ماہ رجب 9 ہجری میں ارشاد فرمایا تھا۔ یہ خطبہ حمد باری تعالیٰ کے بعد صرف پچاس مختصر فقروں پر

مشتمل ہے، مگر ہر فقرہ ایک گوہرِ آبدار، ایک ضرب المثل اور حضرت افصح العرب والعجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیغمبرانہ فصاحت و بلاغت کا ایک بے مثال نمونہ ہے۔ یہاں خطبے کا اُردو ترجمہ، ادارۂ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد سے کروا کر پیش کیا جا رہا ہے:

اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

۱۔ بلاشبہ سب سے زیادہ سچی بات اللہ کی کتاب (قرآن) ہے۔

۲۔ اور سب سے مضبوط حلقۂ زنجیر تقویٰ کا ایک لفظ ہے۔

۳۔ اور بہترین ملت ابراہیم علیہ السلام کی ملت ہے۔

۴۔ اور بہترین سنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے۔

۵۔ اور سب سے اشرف بات اللہ کی یاد ہے۔

۶۔ اور سب سے اچھا قصہ یہ قرآن (مجید) ہے۔

۷۔ اور سب سے اچھا کام وہ ہے جو پوری توجہ کے ساتھ صحیح طور پر کیا جائے۔

۸۔ اور سب سے بُرا کام وہ ہے جو اصل کام پر نیا اضافہ (یعنی بدعت) ہو۔

۹۔ اور سب سے اچھی راہ، انبیا کی راہ ہے۔

۱۰۔ اور سب سے زیادہ اشرف موت شہیدوں کی موت ہے۔

۱۱۔ سیدھی راہ پالینے کے بعد گمراہی سب سے بڑی بے صبری ہے۔

۱۲۔ سب سے اچھا عمل وہ ہے جو نفع پہنچائے۔

۱۳۔ اورسب سے اچھا طریقہ وہ ہے جس کی اتباع کی جائے۔

۱۴۔ اور بہت بڑی نابینائی ہے دل کی نابینائی۔

۱۵۔ اوراوپر والا ہاتھ (دینے والا) نیچے والا ہاتھ (لینے والا) سے بہتر ہے۔

۱۶۔ جو مال کم ہو اور ضرورت کے لئے کافی ہو جائے، وہ اس مال سے بہتر ہے جو بہت ہو اور غافل کر دے۔

۱۷۔ انتہائی بُری توبہ اس وقت کی توبہ ہے جب موت سامنے آجائے۔

۱۸۔ اورسب سے بُری ندامت وہ ہے جو قیامت کے دن ہوگی۔

۱۹۔ اور کچھ لوگ وہ ہیں جو جمعہ میں نہیں آتے، مگر بڑی دیر سے۔

۲۰۔ اور کچھ لوگ وہ ہیں جو اللہ کو نہیں یاد کرتے مگر کبھی کبھی۔

۲۱۔ اور بہت بڑے گناہوں میں سے ہے جھوٹ بولنے والی زبان۔

۲۲۔ اور بہترین بے نیازی نفس کی بے نیازی ہے۔

۲۳۔ اور بہترین زادِ سفر تقویٰ ہے۔

۲۴۔ اور دانائی کا سب سے اونچا درجہ اللہ عزوجل سے ڈرتے رہنا ہے۔

۲۵۔ اور بہترین چیز جو دلوں میں جاگزیں ہو، یقین ہے۔

۲۶۔ اور شک کفر کی ایک قسم ہے۔

۲۷۔ اور نوحہ کرنا دورِ جاہلیت کے اعمال میں سے ایک عمل ہے۔

۲۸۔ اور غلول جہنم کی تپش میں سے ہے۔

۲۹۔ اور نشہ جہنم کی آگ سے داغ ہے۔

۳۰۔ اور (فحش) شعر ابلیس کی طرف سے ہے۔

۳۱۔ اور شراب سارے گناہوں کا مجموعہ ہے۔

۳۲۔ اور بہت ہی برا کھانا ہے یتیم کا مال کھانا۔

۳۳۔ اور سعید (خوش نصیب) وہ ہے جو دوسروں کو دیکھ کر نصیحت حاصل کرے۔

۳۴۔ اور بد بخت وہ ہے جو اپنی ماں کے پیٹ ہی میں بد بخت ہو گیا۔

۳۵۔ اور تم میں سے ہر شخص بالآخر چار ہاتھ زمین ہی تک پہنچتا ہے اور معاملہ آخرت کے سپرد ہو جاتا ہے۔

۳۶۔ اور عمل کی حقیقت اس کے آخری حصے ہوتے ہیں۔

۳۷۔ اور بہت ہی برا خواب ہے جھوٹا خواب۔

۳۸۔ اور جو کچھ آنے والا ہے، وہ قریب ہے۔

۳۹۔ کسی مومن کو گالی دینا فسق ہے۔

۴۰۔ اور اس سے جنگ کرنا کفر ہے۔

۴۱۔ اور اس کا گوشت کرنا (غیبت کرنا) اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں میں سے ہے۔

۴۲۔ اور اس کے مال کی حرمت اس کے خون کی حرمت کے برابر ہے۔

۴۳۔ اور جو اللہ کی قسم کھاتا ہے، اللہ اسے جھٹلا دیتا ہے۔

۴۴۔ اور جو بخشش دیتا ہے، اسے بخش دیا جائے گا۔

۴۵۔ اور جو معاف کر دیتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے معاف کر دے گا۔

۴۶۔ اور جو غصہ پی جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے اجر دے گا۔

۴۷۔ اور جو حق تلفی پر صبر کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے معاوضہ دے گا۔

۴۸۔ اور جو شہرت کے پیچھے پڑ جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے بدنام کر دیتا ہے۔

۴۹۔ اور جو ثابت قدم رہتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے دوگنا عطا کرتا ہے۔

۵۰۔ اور جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے، اللہ اسے عذاب میں ڈالے گا۔

حجۃ الوداع

ہجرت کے دسویں سال آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج ادا کیا۔ 8 ذوالحجہ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منیٰ گئے اور اگلے دن طلوع آفتاب کے بعد عرفات کے لئے روانہ ہوئے۔ وہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے اس جگہ خیمہ نصب کیا گیا، جہاں اب مسجد نمرہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس خیمے میں آرام فرمایا۔ سورج ڈھلنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میدان میں تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اونٹنی پر سوار تھے۔ اس حج میں ایک لاکھ سے زائد افراد نے شرکت کی۔ اتنے بڑے مجمع تک آواز نہیں پہنچ سکتی تھی،

لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ربیعہ بن اُمیہ بن خلف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کچھ فاصلے پر کھڑا کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کچھ فرماتے، ربیعہ اسے بلند آواز سے لوگوں کے سامنے دہراتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکمل خطبہ اس وقت قلم بند نہیں ہوا۔ اس کے مختلف حصے لوگوں کے حافظے میں محفوظ رہ گئے اور انہی کی روایت سے وہ کتب حدیث میں نقل ہوئے۔ ان روایات کو جمع کر کے خطبے کے بنیادی نکات اخذ کیے جاسکتے ہیں۔

۱۔ حج کے دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرفہ تشریف لائے اور وہاں قیام فرمایا۔ جب سورج ڈھلنے لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی اونٹنی ''قصویٰ'' کو لانے کا حکم فرمایا۔ اونٹنی تیار کر کے حاضر کی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر سوار ہو کر بطن وادی میں تشریف لائے اور خطبہ ارشاد فرمایا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دین کے اہم اُمور کی وضاحت فرمائی۔

۲۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خدا کی حمد وثناء کرتے ہوئے خطبے کی ابتدا ان الفاظ میں فرمائی:

''خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ یکتا ہے۔ کوئی اس کا ساجھی نہیں، خدا نے اپنا وعدہ پورا کیا، اس نے اپنے بندے (رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی

مدد فرمائی اور تنہا اسی کی ذات نے باطل کی ساری مجتمع قوتوں کو زیر کیا"۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

۳۔ لوگو میری بات غور سے سنو! میں نہیں سمجھتا کہ اس سال کے بعد کبھی حج کے اس اجتماع میں، میں اور تم سب یک جا ہو سکیں گے۔

لوگو! اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "انسانو! ہم نے تم سب کو ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے۔ اور تمہیں جماعتوں اور قبیلوں میں بانٹ دیا کہ تم الگ الگ پہچانے جاسکو۔ تم میں زیادہ عزت والا خدا کی نظروں میں وہی ہے جو خدا سے زیادہ ڈرنے والا ہے"۔ اب نہ کسی عرب کو عجمی پر کوئی فوقیت حاصل ہے نہ کسی عجمی کو کسی عرب پر، نہ کالا گورے سے افضل ہے، نہ گورا کالے سے۔ ہاں بزرگی اور فضیلت کا کوئی معیار ہے تو وہ صرف تقویٰ ہے۔

۴۔ سارے انسان آدم کی اولاد ہیں اور آدم کی حقیقت اس کے سوا کیا ہے کہ وہ مٹی سے بنائے گئے۔ اب فضیلت و برتری کے سارے دعوے، خون و مال کے سارے مطالبے اور سارے انتقام میرے پاؤں تلے روندے جا چکے ہیں۔ بس بیت اللہ کے انتظام اور حاجیوں کو پانی پلانے کی خدمات بدستور باقی رہیں گی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا قریش کے لوگو! ایسا نہ ہو کہ خدا کے

حضورتم اس طرح آؤ کہ تمہاری گردنوں پر تو دنیا کا بوجھ لدا ہوا اور دوسرے لوگ سامان آخرت لے کر پہنچیں ۔ دیکھو، اگر ایسا ہوا تو میں خدا کے سامنے تمہارے کچھ بھی کام نہ آسکوں گا۔

۵۔ قریش کے لوگو! خدا نے تمہاری جھوٹی نخوت کو ختم کر ڈالا اور باپ دادا کے کارناموں پر تمہارے فخر ومباہات کی اب کوئی گنجائش نہیں۔

۶۔ تمہارے خون اور تمہارے مال اور عزتیں ایک دوسرے پر قطعاً حرام کر دی گئیں، ہمیشہ ہمیشہ کے لئے !......تمہارے جان ومال اور آبرو کی اہمیت ایک دوسرے کے لئے ایسی ہی ہے جیسی تمہارے اس دن یعنی یوم حج کی اور اس ماہ مبارک یعنی ذوالحجہ کی خاص کر اس شہر یعنی مکہ مکرمہ میں ہے ۔تم سب خدا کے آگے جاؤ گے اور وہ تم سے تمہارے اعمال کی بازپُرس فرمائے گا۔

دیکھو! کہیں میرے بعد گم راہ نہ ہوجانا کہ آپس میں ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو۔اگر کسی کے پاس امانت رکھوائی جائے تو وہ اس بات کا پابند ہے کہ امانت اس کے مستحق تک بحفاظت پہنچادے۔

۷۔ لوگو! ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور سارے مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔اپنے غلاموں کا خیال رکھو، ہاں غلاموں کا خیال رکھو، انہیں

وہی کھلاؤ جو خود کھاتے ہو، ایسا ہی پہناؤ جیسا تم پہنتے ہو۔

۸۔ دورِ جاہلیت کا سب کچھ میں نے اپنے پیروں تلے روند دیا۔ زمانۂ جاہلیت کے خون کے سارے انتقام اب کالعدم ہیں۔ پہلا انتقام جسے میں کالعدم قرار دیتا ہوں میرے اپنے خاندان کا ہے۔ ربیعہ بن الحارث کے (بنوسعد کے ہاں) دودھ پیتے بیٹے کا خون جسے بنو ہذیل نے مار ڈالا تھا، اب میں معاف کرتا ہوں۔ دورِ جاہلیت کا سود اب کوئی حیثیت نہیں رکھتا، پہلا سود جسے میں چھوڑتا ہوں عباس بن عبدالمطلب کے خاندان کا سود ہے، اب یہ ختم ہو گیا۔

۹۔ لوگو! خدا نے ہر وارث حق دار کو اس کا حق (ورثہ) خود دے دیا اب کوئی کسی وارث کے حق میں وصیت نہ کرے۔

بچہ اس کی طرف منسوب کیا جائے گا جس کے بستر پر وہ پیدا ہوا۔ جس پر حرام کاری ثابت ہو اس کی سزا رجم ہے، حساب کتاب خدا کے ہاں ہو گا۔

۱۰۔ جو کوئی اپنا نسب بدلے گا یا کوئی غلام جو اپنے آقا کے مقابلے میں کسی اور کو اپنا آقا ظاہر کرے گا اس پر خدا کی پھٹکار!

۱۱۔ قرض قابل ادائی ہے۔ مستعار لی ہوئی چیز واپس کرنی چاہیئے۔ تحفے کا بدلہ دینا چاہیئے اور جو کوئی کسی کا ضامن بنے وہ تاوان ادا کرے۔

۱۲۔ کسی کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی سے کچھ لے، سوائے اس کے کہ جس پر اس کا بھائی راضی اور خوشی خوشی دے۔ خود پر اور ایک دوسرے پر زیادتی نہ کرو۔

۱۳۔ عورت کیلئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے شوہر کا مال اسکی بغیر اجازت کسی کو دے۔

۱۴۔ دیکھو! تمہارے اوپر تمہاری عورتوں کے کچھ حقوق ہیں، اسی طرح ان پر بھی تمہارے حقوق واجب ہیں۔ عورتوں پر تمہارا یہ حق ہے کہ وہ اپنے گھروں میں کسی ایسے شخص کو نہ آنے دیں جسے تم پسند نہیں کرتے اور وہ خیانت کا کوئی کام نہ کریں، کوئی کام کھلی بے حیائی کا نہ کریں اور اگر وہ ایسا کریں تو خدا کی جانب سے اس کی اجازت ہے کہ تم انہیں معمولی جسمانی سزا دو اور وہ باز آجائیں تو انہیں دستور کے مطابق کھلاؤ پہناؤ۔

۱۵۔ عورتوں سے اچھا سلوک کرو کیوں کہ وہ تو بس تمہاری پابند ہیں اور خود اپنے لیے کچھ نہیں کر سکتیں۔ ان کے بارے میں خدا سے ڈرتے رہو کہ تم نے انہیں خدا کے نام پر حاصل کیا اور اس کے نام پر وہ تمہارے لئے حلال ہوئیں۔ لوگو! میری بات سمجھ لو، میں نے حق تبلیغ ادا کر دیا۔

میں تمہارے درمیان ایک ایسی چیز چھوڑے جاتا ہوں کہ تم کبھی گم راہ نہ ہوسکو گے اگر اس پر قائم رہے اور وہ خدا کی کتاب ہے اور ہاں دیکھو دین کے بارے میں غلو سے بچنا کہ تم سے پہلے کے لوگ ایسی باتوں کے سبب ہلاک کر دیے گئے۔

۱۷۔ شیطان کو اب اس بات کی کوئی توقع نہیں رہ گئی ہے کہ اب اس کی اس شہر میں عبادت کی جائے گی، لیکن اس کا امکان ہے کہ ایسے معاملات میں جنہیں تم کم اہمیت دیتے ہو اس کی بات مان لی جائے اور وہ اسی پر راضی ہے اس لیے تم اس سے اپنے دین و ایمان کی حفاظت کرتے رہنا۔

۱۸۔ لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو، پانچ وقت کی نماز ادا کرو، مہینے بھر کے روزے رکھو، اپنے مال کی زکوٰۃ خوش دلی کے ساتھ دیتے رہو، اپنے خدا کے گھر کا حج کرو اور اپنے اہلِ امر کی اطاعت کرو تو اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

۱۹۔ اب مجرم خود ہی اپنے جرم کا ذمے دار ہوگا اور نہ باپ کے بدلے بیٹا پکڑا جائے گا، نہ بیٹے کا بدلہ باپ سے لیا جائے گا۔

۲۰۔ سنو! جو لوگ یہاں موجود ہیں انہیں چاہئے کہ یہ ہدائتیں اور یہ باتیں ان

لوگوں کو بتادیں جو یہاں نہیں ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ کوئی غیر موجود تم سے زیادہ سمجھنے اور محفوظ رکھنے والا ہو۔

۲۱۔ لوگو! تم سے میرے بارے میں خدا کے ہاں سوال کیا جائے گا، بتاؤ تم کیا جواب دو گے؟

۲۲۔ لوگوں نے جواب دیا کہ ہم اس بات کی گواہی دیں گے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امانت دین پہنچادی، حق رسالت ادا فرمادیا اور ہماری خیر خواہی فرمائی۔

۲۳۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی انگشت شہادت آسمان کی جانب اٹھائی اور لوگوں کی جانب اشارہ کرتے ہوئے تین مرتبہ اشارہ فرمایا "خدایا گواہ رہنا! خدایا گواہ رہنا! خدایا گواہ رہنا!۔

باب نمبر ۱۰
ختمِ نبوت

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ
وعلیٰ آلک واصحابک یا سیدی یا حبیب اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم

ذکر رسول مقبول

مَن رآنی کا مدعا چہرہ
صورتِ حق کا آئینہ چہرہ

سُرمگیں چشم آہ مازاغ
زلف واللیل والضحیٰ چہرہ

عالمِ خواب میں حقیقت ہے
آپؐ کا چہرہ ، آپؐ کا چہرہ

مصطفیٰؐ آنکہ ہو ، خدا صورت
ہو خدا آنکہ ، مصطفیٰؐ چہرہ

یہی چہرہ نشانِ وجہ اللہ
ورنہ رکھتا ہے کیا خدا چہرہ

یہ ہے تفسیرِ احسن تقویم
ابتدا چہرہ ، انتہا چہرہ

مرنے والے کی آخری خواہش
میرے آقا مجھے دکھا چہرہ

ریگزارِ حیات میں واصفؒ
باغِ فردوس کی ہوا چہرہ

(حضرت واصف علی واصفؒ)

ختم نبوت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہر قسم کی نبوت اور وحی کا اختتام ہو گیا

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری نبی اور رسول ہیں

ختم النبوۃ فی القرآن

قرآن کریم سے کسی مسئلے کو ثابت کرنے کے لئے علمائے اصول استدلال نے چار طریقے طے کیے ہیں۔ اوّل عبارۃ النص ، دوسرے اشارۃ النص ، تیسرے دلالۃ النص اور چوتھے اقتضاء النص۔ کلام پاک میں ننانوے آیات ایسی موجود ہیں جو ان چاروں میں سے کسی نہ کسی طریق سے ختم نبوت کا ثبوت مہیا کرتی ہیں۔ چنانچہ اس باب میں پہلی اور صریح ترین آیت یہ ہے:

''نہیں ہیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول اور تمام انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں۔ اور ہے اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا''۔

اس آیت کے نزول کا پس منظر یہ ہے کہ چند روز پہلے ہی وحی کے ذریعے عرب کے اس رواج کو مسترد کیا گیا تھا جس کے تحت لے پالک اولاد کو حقیقی اولاد کا درجہ دیا جاتا تھا۔ اس رواج کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم کرنے کی غرض سے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے آزاد کردہ غلام اور متبنیٰ حضرت زید بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مطلقہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حکم خداوندی کے مطابق نکاح فرمالیا۔ اس پر کفار نے شور مچایا کہ یہ کیسا نبی ہے جو اپنے بیٹے کی مطلقہ سے نکاح کرتا ہے۔ اسی طعنے کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ الزام بے محل ہے۔ اس امر واقعہ کے بیان کر دینے کے بعد اسی سے پیدا ہونے والے ممکنہ شبہات کے ازالے کے لئے فرمایا گیا: ''لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کے برگزیدہ رسول ہیں، اور رسول اپنی امت کا باپ ہوتا ہے۔ جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ابتر اور مقطوع النسل ہونے کا طعنہ دیتے تھے، انہیں بھی اسی آیت میں جواب دے دیا گیا کہ رسول تو اپنی پوری امت کا باپ ہوتا ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چوں کہ قیامت تک کے لئے نبی ہیں، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روحانی اولاد کا بھی کوئی شمار نہیں۔

اس جگہ لفظ ''خاتم النبیین'' کے اضافے کی دوسری وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ اس طرح اقوام عالم کو خبردار کر دیا گیا۔ یہ ہمارا آخری رسول ہے۔ اس کے بعد کوئی پیغمبر نہ بھیجا جائے گا۔ اس لیے دین و دنیا کی اصلاح چاہتے ہو تو اس کی تصدیق کرو۔

تکمیل شریعت

قرآن مجید کی جس آیت میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کی ابدی تکمیل کا اعلان کیا گیا، وہی ختم نبوت کے ثبوت میں دوسری واضح دلیل ہے۔ ارشاد ہوا: ''آج میں نے تمہارا دین کامل کر دیا، اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی اور تمہارے لیے دین اسلام ہی پسند کیا''۔

آیت مذکورہ میں اکمال دین کی جس زوایے سے بھی تفسیر کی جائے، ماحصل یہی ہے کہ اس دن کے بعد کوئی دین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی تا قیامت پیدا نہ ہوگا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اس آیت کے بعد نہ کوئی حلال کرنے والا حکم نازل ہوا، اور نہ حرام کرنے والا، اور نہ کوئی چیز فرائض وسنن میں اور نہ حدود اور دوسرے احکام میں سے۔ (تفسیر مظہری ص 8۔ سورۂ مائدہ) اور حدیث میں ہے کہ جس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ رونے لگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیوں روتے ہو؟ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا:

''ہم اپنے دین میں زیادتی اور ترقی میں تھے۔ لیکن جب وہ کامل ہو گیا ہے اور (عادات الٰہی اسی طرح جاری ہے کہ) جب کوئی شے کامل ہو جاتی ہے تو پھر وہ ناقص ہو جاتی ہے''۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''تم نے سچ کہا''۔ اور

یہی آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کی خبر سمجھی گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بعد صرف 81 روز اس عالم میں زندہ رہے۔

افادیت ختم نبوت

جس طرح قرآن پاک کی ننانوے آیات ختم نبوت کا ثبوت فراہم کرتی ہیں، اسی طرح دوسودس صحیح احادیث میں اس امر کی صراحت کردی گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ ان میں ایک سو سے زیادہ احادیث متواتر ہیں۔ امام ابن حزم نے لکھا ہے: ''جن حضرات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت، معجزات اور قرآن مجید کو نقل کیا ہے، ان میں کثیر التعداد حضرات کی نقل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان بھی ثابت ہو چکا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں۔'' (الملل والنحل، ج ا، ص 77)۔ اس عبادت سے ثابت ہوتا ہے کہ حدیث لا نبی بعدی نہ صرف متواتر ہے بلکہ اس کا تواتر بھی اُسی درجے کا ہے جس درجے کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت، معجزات اور قرآن مجید کا تواتر ہے۔ اب ان احادیث میں سے چند کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میری مثال مجھ سے پہلے انبیاء کے ساتھ ایسی ہے جیسے کسی شخص نے گھر بنایا اور اسے بہت عمدہ اور آراستہ و

پیراستہ بنایا، مگراس کے ایک گوشے میں ایک ایک اینٹ کی جگہ تعمیر سے چھوڑ دی، پس لوگ اُس کے دیکھنے کو جوق در جوق آتے ہیں، اور خوش ہوتے ہیں، اور کہتے جاتے ہیں کہ یہ ایک اینٹ بھی کیوں نہ رکھ دی گئی (تاکہ مکان کی تعمیر مکمل ہو جاتی) چنانچہ میں نے اس جگہ کو پُر کیا، اور مجھ سے قصرِ نبوت مکمل ہوا، اور میں ہی خاتم النبیین ہوں، (یا) مجھ پر تمام رُسل ختم کر دیے گئے۔" (بخاری، مسلم احمد، نسائی اور ترمذی نے روایت کیا)۔

حضرت ابوحازم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں پانچ سال حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ رہا۔ میں نے خود سنا کہ وہ حدیث بیان کیا کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "بنی اسرائیل کی سیاست خود اُن کے انبیاء کیا کرتے تھے۔ جب کسی نبی کی وفات ہوتی تھی تو اللہ تعالیٰ کسی دوسرے نبی کو اُن کا خلیفہ بنا دیتا تھا۔ لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں، البتہ خلفا ہوں گے، اور بہت ہوں گے"۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: 'یا رسول اللہ! ان خلفا کے متعلق آپ کیا حکم دیتے ہیں؟" فرمایا: "ہر ایک کے بعد دوسرے کی بیعت کرو، اور اُن کے حق اطاعت کو پورا کرو۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اُن کی رعیت کے متعلق اُن سے سوال کرے گا"۔ (بخاری، مسلم، احمد، ابن ماجہ، ابن جریز اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا)۔

حضرت جُبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن مطعم روایت فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں، اور میں احمد صلی اللہ ولیہ وآلہ وسلم ہوں اور میں ماحی ہوں جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کفر کو مٹائے گا، اور میں حاشر ہوں یعنی میرے بعد ہی قیامت آئے گی اور حشر برپا ہوگا: (یعنی کوئی نبی میرے اور قیامت کے درمیان نہ آئے گا) اور میں عاقب ہوں اور عاقب اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کے بعد اور کوئی نبی نہ ہو''۔ (بخاری، مسلم اور ابونعیم نے روایت کیا)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: ''تم میرے ساتھ ایسے ہو، جیسے ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھے۔ مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا''۔ بخاری اور مسلم نے غزوۂ تبوک کے باب میں یہ حدیث روایت کی۔ مسلم کی روایت میں اتنی بات اور زیادہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک جہاد میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ساتھ نہیں لیا، بلکہ گھر پر چھوڑ دیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بطور نیاز مندانہ شکایت) عرض کیا: ''آپ نے مجھے عورتوں اور بچوں کے ساتھ چھوڑ دیا۔'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (اُن کی تسلی کے لیے) ارشاد فرمایا: ''کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تم میرے ساتھ ایسے ہو جاؤ جیسے ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ؟ (یعنی جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر تشریف لے جاتے وقت ہارون علیہ السلام کو بنی اسرائیل میں اپنا نائب بنا کر چھوڑ

گئے تھے، اسی طرح تم اس وقت میرے نائب تھے)۔ لیکن میرے بعد نبوت نہیں''۔ (اس لیے تمہارا مرتبہ اگرچہ ہارون علیہ السلام کا سا ہے، مگر تمہیں نبوت حاصل نہیں)۔ اور مسلم کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: ''مگر تم نبی نہیں ہو)۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ دو جماعتوں میں جنگ عظیم رونما نہ ہو، حالانکہ دونوں کا دعویٰ ایک ہی ہو۔ اور قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوسکتی جب تک کہ تقریباً تیس دجال کاذب دنیا میں نہ آچکیں، جن میں سے ہر ایک یہ کہتا ہوگا کہ میں اللہ کا رسول ہوں''۔ (بخاری، مسلم اور احمد نے روایت کیا)۔

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''قریب ہے کہ میری اُمت میں تیس جھوٹے پیدا ہوں گے، جن میں سے ہر ایک یہی کہے گا کہ میں نبی ہوں۔ حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔'' (مسلم نے روایت کیا)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے تمام انبیاء پر چھ باتوں میں فضیلت دی گئی۔ اوّل یہ کہ مجھے جوامع الکلم دیے گئے۔ دوسرے یہ کہ رعب سے میری مدد کی گئی۔ (یعنی مخالفین پر میرا رُعب پڑ کر انہیں مغلوب کردیتا ہے)۔ تیسرے، میرے لیے غنیمت کا مال حلال

کردیا گیا۔ (بخلاف انبیائے سابقین کے کہ مال غنیمت اُن کے لئے حلال نہ تھا، بلکہ آسمان سے ایک آگ نازل ہوتی تھی، جو تمام مال غنیمت کو جلا کر خاک سیاہ کردیتی تھی، اور یہی جہاد کی مقبولیت کی علامت سمجھی جاتی تھی)۔ چوتھے، میرے لیے تمام زمین نماز پڑھنے کی جگہ بنادی گئی (بخلاف اُمَمِ سابقہ کے کہ اُن کی نماز صرف مسجدوں ہی میں ہوسکتی تھی)، اور زمین کی مٹی میرے لیے پاک کرنے والی چیز بنادی گئی (یعنی وقت ضرورت تمیم جائز کیا گیا، جو پہلی اُمتوں کے لیے جائز نہ تھا)۔ پانچویں، میں تمام مخلوق کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں (بخلاف انبیائے سابقین کے کہ وہ خاص خاص قوموں کی طرف کسی خاص اقلیم میں ایک محدود زمانے کے لئے معبوث ہوتے تھے)۔ چھٹے، مجھ پر تمام انبیاء ختم کردیے گئے"۔ (مسلم نے روایت کیا)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مرض وفات میں دروازے کا پردہ کھولا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر مبارک مرض کی وجہ سے بندھا ہوا تھا۔ اُدھر لوگ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے صفیں باندھے کھڑے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ""نبوت میں کوئی جُزو باقی نہیں رہا، مگر وہ اچھا خواب جو مسلمان دیکھتا ہے، یا اُس کے لئے کوئی اور دیکھے"۔ (مسلم اور نسائی نے روایت کیا)۔

باب نمبر ۱۱
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے آخری ایام

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ
وعلیٰ اٰلک واصحابک یا سیدی یا حبیب اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم

ذکر رسول مقبول

اے خاصۂ خاصان رسلؐ وقت دعا ہے
امت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے

جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے
پردیس میں وہ آج غریب الغرباء ہے

وہ دین، ہوئی بزم جہاں جس سے چراغاں
اب اس کی مجالس میں نہ بتی نہ دیا ہے

جو تفرقے اقوام کے آیا تھا مٹانے
اس دین میں خود تفرقہ اب آ کے پڑا ہے

جس دین نے دل آ کے تھے غیروں کے ملائے
اس دین میں خود بھائی سے اب بھائی جدا ہے

ہے دین ترا اب بھی وہی چشمۂ صافی
دین داروں میں پر آب ہے باقی نہ صفا ہے

جس قوم میں اور دین میں ہو علم نہ دولت
اس قوم کی اور دین کی پانی پہ بنا ہے

(الطاف حسین حالی)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری ایام

حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آغازِ مرض سے ایک روز قبل، 28 صفر 11 ہجری کو، مدینہ کے قریب مقام جرف میں پہنچ کر روانگی کے انتظامات شروع کر دیئے۔ ابھی انتظامات پورے طور پر مکمل نہ ہوئے تھے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی علالت کی خبر پہنچی۔ ایک دو روز بعد معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیماری شدت اختیار کر گئی ہے۔ یہ خبر سن کر لشکر کی روانگی ملتوی ہو گئی۔ مسلمانوں کو یہ بات کسی طرح گوارا نہ تھی کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیماری کی حالت میں وہ مدینہ چھوڑ کر اتنا لمبا سفر اختیار کریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی انہیں ہر شے سے زیادہ عزیز تھی۔ وہ ایسی بیماری میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ کر کس طرح جا سکتے تھے۔ اب تک رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف دو مرتبہ بیمار ہوئے تھے۔ پہلی مرتبہ 6 ہجری میں بھوک کی شدت کے باعث حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طبیعت ناساز ہوئی تھی اور بعض لوگوں نے غلط طور پر یہ سمجھ لیا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہود نے جادو کر دیا ہے۔ دوسری مرتبہ 7 ہجری میں، جب کہ غزوہ خیبر کے موقع پر ایک یہودی عورت نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گوشت میں

زہر ملا کر کھلا دیا تھا اور علاج کے طور پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فصد کھلوانی پڑی تھی۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرز زیست، طرزِ معاشرت اور تعلیمات پر نظر دوڑا کر بھی بخوبی سمجھا جا سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قابل رشک صحت کے مالک ہوں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسم آئے دن کی بیماریوں سے قطعی محفوظ ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوراک بہت کم اور لباس بہت سادہ ہوتا تھا۔ جسمانی صفائی کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے حد خیال رکھتے تھے۔ اوّل تو خود وضو ہی صفائی کا بہترین ذریعہ ہے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وضو ہی پر اکتفا نہ کرتے تھے بلکہ منہ اور دانتوں کی صفائی کے لیے مسواک پر التزام بھی رکھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ اگر امت پر بار نہ ہوتا تو میں لوگوں کو ہر نماز کے وقت مسواک کا حکم دیتا۔ یہی وجہ تھی کہ جب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اچانک بیماری کا حملہ ہوا، تو سارے مدینہ میں تشویش اور اضطراب کی لہر دوڑ گئی۔

11 ہجری کے آغاز ہی سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے الوداعی آثار نمودار ہونے شروع ہو گئے تھے، جن سے معلوم ہوتا تھا کہ اب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس حیاتِ مستعار کو الوداع کہنے والے ہیں، مثلاً

1۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رمضان 10 ہجری میں، جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کا آخری رمضان المبارک تھا، بیس دن اعتکاف

فرمایا، حالانکہ اس سے قبل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دس دن کا اعتکاف کیا کرتے تھے۔

2۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس سال دو مرتبہ قرآن کا دورہ کرایا جبکہ ہر سال ایک ہی مرتبہ دورہ کرایا کرتے تھے۔

3۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع میں فرمایا: ''مجھے معلوم نہیں۔ شاید میں اس سال کے بعد اپنے اس مقام پر تم لوگوں سے کبھی نہ مل سکوں''۔

4۔ جمرۂ عقبہ کے پاس فرمایا: ''مجھ سے اپنے حج کے اعمال سیکھ لو، کیوں کہ میں اس سال کے بعد غالباً حج نہ کر سکوں گا''۔

5۔ حجۃ الوداع میں وقوف عرفہ کے دن آخری نزول وحی میں صاف بتا دیا گیا تھا: ''آج ہم نے تمہارے دین کو تمہارے لیے مکمل کر دیا''۔ اس آیت میں واضح اشارہ موجود تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت جلد اپنے مالک حقیقی سے ملنے والے ہیں۔

6۔ حجۃ الوداع کے بعد ایام تشریق کے دوران حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال سے قریباً تین ماہ قبل سورۂ نصر نازل ہوئی جس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سمجھ لیا کہ اب دنیا سے روانگی کا وقت آن پہنچا ہے اور یہ موت کی اطلاع ہے۔

یہی وہ الوداعی آثار و قرائن تھے، جن کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ماہِ صفر کے شروع میں ایک روز اُحد تشریف لے گئے۔ شہدائے اُحد کے گنج شہیداں پر نماز پڑھی اور آٹھ برس کے بعد شہدائے اُحد کو اپنی زیارت سے مشرف فرمایا اور ان کے لئے دعائے خیر کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس رقت انگیز طریقے سے شہدائے اُحد کو الوداع کہا، "جس طرح ایک مرنے والا اپنے زندہ اعزہ کو الوداع کرتا ہے"۔ وہاں سے واپس آ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سرِ منبر فرمایا: "میں تمہارا امیرِ کارواں ہوں اور تم پر گواہ ہوں۔ میں اس وقت اپنا حوض (کوثر) دیکھ رہا ہوں۔ اس کی وسعت اتنی ہے، جتنی ایلہ سے جحفہ تک۔ مجھے تمام دنیا کے خزانوں کی کنجیاں دی گئی ہیں۔ مجھے یہ خوف نہیں کہ میرے بعد تم شرک کرو گے بلکہ اندیشہ یہ ہے کہ تم دنیا میں مبتلا نہ ہو جاؤ اور دنیا طلبی میں آپس میں کشت و خوں نہ کرو اور اسی طرح ہلاک ہو جاؤ، جس طرح تم سے پہلی قومیں ہلاک ہوئیں"۔

پھر ایک شب، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نیند نہ آئی۔ سخت اضطراب میں بستر سے اٹھے۔ اپنے غلام ابو مویہبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ساتھ لیا اور شہر سے باہر بقیع الغرقد تشریف لے گئے جو مسلمانانِ مدینہ کا قبرستان تھا۔ قبروں کے درمیان کھڑے ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہلِ قبور کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

''اے اہل قبور، تم پر سلامتی ہو، جس حالت میں تم ہو، یہ تمہیں مبارک رہے۔ یہ حالت اس حالت سے بہت بہتر ہے، جس میں لوگ گرفتار ہیں۔ دیکھو، فتنے اس طرح یکے بعد دیگرے چلے آرہے ہیں، جس طرح اندھیری رات کے پردے۔ ایک کے بعد دوسرا اور دوسرے کے بعد تیسرا۔ آخر کا فتنہ پہلے فتنے سے بدرجہا بڑھ کر ہوگا''۔

ابومویہبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس واقعے کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے بلایا اور فرمایا: ''مجھے بقیع کے مدفونین کے لئے دعائے مغفرت کا حکم دیا گیا ہے۔ تم بھی میرے ساتھ چلو، چنانچہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ قبرستان گیا۔ وہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہلِ قبور کے لئے دعائے مغفرت فرمائی، پھر میری طرف مخاطب ہوکر فرمایا: اے ابومویہبہ! مجھے اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے کہ میں دنیا کے خزانوں، حیاتِ جاودانی اور جنت میں سے کسی ایک کو پسند کروں۔ چنانچہ میں نے اپنے رب کی ملاقات اور جنت کو پسند کرلیا ہے''۔

میں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فدا ہوں۔ حضور پہلے دنیا کے خزانوں اور دنیا کی زندگی کو اختیار فرمائیں۔ اس کے بعد اپنے رب سے ملاقات اور جنت کی خواہش

کریں''۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''نہیں۔ میں نے تو اللہ ہی کی ملاقات کو اختیار کیا ہے''۔

29 صفر بروز دوشنبہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک جنازے میں بقیع تشریف لے گئے۔ واپسی پر راستے ہی میں دردِ سر شروع ہو گیا اور حرارت اتنی تیز ہو گئی کہ سر پر بندھی ہوئی پٹی کے اوپر سے محسوس کی جانے لگی۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرض الموت کا آغاز تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی حالت میں گیارہ دن نماز پڑھائی۔ مرض کی کل مدت تیرہ یا چودہ دن تھی۔

آخری ہفتہ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان میں منتقل ہو گئے۔ منتقل ہوتے ہوئے حضرت فضل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عباس اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابی طالب کا سہارا لے کر درمیان میں چل رہے تھے۔ سر پر پٹی بندھی تھی اور پاؤں زمین پر گھسٹ رہے تھے۔ اس کیفیت کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان میں تشریف لائے اور پھر حیاتِ طیبہ کا آخری ہفتہ وہیں گزارا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی

ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمار ہوا کرتے تو یہ دعا پڑھ کر ہاتھ اپنے جسم پر پھیر لیا کرتے ''اے انسانوں کے پالنے والے، خطر کو دور فرما دے اور شفا عطا کر۔ شفا دینے والا تو ہی ہے اور اسی شفا کا نام شفا ہے، جو تو عطا کرتا ہے۔ ایسی شفا دے کہ کوئی تکلیف باقی نہ رہے''۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حفظ کی ہوئی دعائیں پڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دم کرتی رہتی تھیں اور برکت وصحت کی امید میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم مبارک پر پھیرتی رہتی تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی وفات سے پہلے ''سبحنک اللّٰھم و بحمدک استغفرک واتوب الیک'' کثرت سے پڑھا کرتے تھے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، یہ کیسے کلمات ہیں، جو آپ نے اب پڑھنے شروع کر دیئے ہیں؟ فرمایا: میرے لیے ایک علامت مقرر کر دی گئی ہے کہ جب میں اسے دیکھوں تو یہ الفاظ کہا کروں اور وہ ہے: اذا جاء نصرا للّٰہ والفتح۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری ایام میں اٹھتے بیٹھتے یہ

الفاظ جاری رہتے ''سبحٰن اللہ وبحمدہ''۔

وصال سے پانچ دن پہلے

وصال سے پانچ دن پہلے، بدھ کو جسم کی حرارت میں مزید شدت آگئی، جس کی وجہ سے تکلیف بھی بڑھ گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شدید بخار چڑھا ہوا تھا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی حالت میں مسجد میں جانے کا ارادہ کرلیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ازواجِ سے کہا کہ مجھ پر مختلف کنوؤں کے پانی کی سات مشکیں ڈال دو۔ میں باہر جا کر لوگوں سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں چنانچہ سات مختلف کنوؤں سے پانی لایا گیا۔ کچھ دیر کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں پانی ڈالنے سے روک دیا۔ سر پر پٹی باندھی اور مسجد میں جا کر منبر پر جلوہ افروز ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ کی حمدوثنا کی، پھر فرمایا: ''تم سے پہلے ایک قوم ہوئی ہے، جو انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بناتی تھی۔ تم ایسا نہ کرنا...... یہود ونصاریٰ پر اللہ کی لعنت کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔ تم لوگ میری قبر کو بت نہ بنانا کہ اس کی پوجا کی جائے۔ اس قوم پر اللہ کا سخت غضب ہے، جنہوں نے قبورِ انبیاء کو مساجد بنایا''۔

وصال سے چار یوم قبل

اس روز مغرب تک سب نمازیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھائیں۔ نمازِ مغرب میں سورۃ ''والمرسلات'' قرأت فرمائی۔ نمازِ عشاء کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد میں تین بار جانے کا عزم فرمایا۔ ہر دفعہ جب وضو کے لئے بیٹھے، غش آ گیا۔ تیسری بار جب افاقہ ہوا، تو ارشاد ہوا: ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز پڑھائیں (اس حکم کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں سترہ نمازوں کی امامت فرمائی)۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خواہش تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود نماز پڑھائیں کیونکہ نماز پڑھانا بھی ایک طرح صحت کی علامت ہے۔ انہوں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رقیق القلب آدمی ہیں۔ جب قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہیں تو زاروقطار رونے لگتے ہیں۔ جب وہ نماز پڑھائیں گے، تو حسبِ عادت رونے لگیں گے اور لوگوں کی نماز خراب ہوگی''، لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی بات کی طرف التفات نہ کیا اور دوبارہ فرمایا: ''ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہو، وہ نماز پڑھائیں''۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پھر اپنی بات پر اصرار کیا۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلند آواز سے فرمایا: ''تم سب عورتیں یوسف والیاں ہو۔ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

وصال سے دو دن پہلے

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل خانہ نے جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ تشویش ناک حالت دیکھی تو انہیں علاج معالجے کی طرف توجہ پیدا ہوئی۔ اُم المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک رشتہ دار اسماء نے ایک شربت تیار کیا، جسے بنانے کی ترکیب انہوں نے ہجرت حبشہ کے زمانے میں معلوم کی تھی، وہی شربت، غشی کی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حلق میں ٹپکا دیا گیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوش میں آئے تو شربت کی تلخی محسوس کر کے دریافت فرمایا کہ مجھے یہ شربت کیوں پلایا گیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں ڈر ہے کہ کہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ذات الجنب و (نمونیہ) نہ ہو''۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے تو اللہ تعالیٰ نے ذات الجنب

میں مبتلا ہونے سے محفوظ کیا ہے''۔

اس کے بعد حکم دیا کہ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا باقی تمام لوگوں کو جو گھر میں موجود ہیں، یہ تلخ شربت پلایا جائے چنانچہ اس حکم کی تعمیل کی گئی۔

وہ رات رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اطمینان وسکون سے بسر کی۔ بخار بھی اتر گیا۔ لوگوں نے سمجھا کہ یہ اس دوا کا اثر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظہر کی نماز کے وقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سہارا لے کر مسجد میں تشریف لے گئے۔ اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز پڑھا رہے تھے۔ جب مسلمانوں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تشریف لاتے دیکھا، تو ان کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے راستہ بنانے کی خاطر اِدھر اُدھر سرکنے لگے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اشارہ کیا کہ وہ اپنی اپنی جگہ پر کھڑے رہیں۔ مسلمانوں کو نماز میں مشغول دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی بہت مسرور ہوئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی آہٹ سے اس بات کا احساس ہوا کہ جناب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لا رہے ہیں اور لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے راستہ بنا رہے ہیں چنانچہ انہوں نے اپنی جگہ سے ہٹ کر پچھلی صف میں آنے کا ارادہ کیا، لیکن رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی پیٹھ پر ہاتھ رکھ کر

فرمایا: ''لوگوں کو تم ہی نماز پڑھاؤ'' خود ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دائیں پہلو میں بیٹھ گئے اور ان کی امامت میں نماز ادا کی۔ نماز کے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا: جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کا آخری خطبہ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو اختیار عطا فرمایا ہے کہ خواہ وہ دنیا کی نعمتوں کو قبول کرے یا اللہ کے پاس آخرت میں جو کچھ ہے، اسے قبول کر لے، لیکن اس نے اللہ ہی کے پاس کی چیزیں قبول کیں''۔ یہ فرما کر خاموش ہو گئے۔ اس اثنا میں تمام لوگ اس طرح خاموش بیٹھے رہے، گویا ان کے سروں پر پرندے ہیں اور انہیں ڈر ہے کہ اگر انہوں نے ذرا بھی حرکت کی تو وہ اڑ جائیں گے، لیکن حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سمجھ لیا کہ ایک بندے سے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مراد خود ان کی اپنی ذات ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس جہان فانی سے کوچ کرنے کی تیاری فرما رہے ہیں۔ یہ خیال آتے ہی ان پر اس قدر رقت طاری ہوئی کہ وہ اپنے آپ پر ضبط نہ کر سکے اور روتے روتے ان کی ہچکیاں بندھ گئیں۔ اسی حالت میں انہوں نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ہماری جانیں اور ہماری اولاد آپ پر نثار ہونے کے لئے تیار ہیں''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدشہ محسوس ہوا کہ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کے رونے سے کہیں دوسرے لوگ بھی متاثر نہ ہو جائیں اور اس طرح مسجد آہ وبکا کی مجلس میں تبدیل نہ ہو جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خاموش ہونے کا ارشاد فرمایا اور حکم دیا کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دریچے کے سوا مسجد کے تمام دریچے بند کر دیئے جائیں۔ جب تمام دریچے بند کر دیئے گئے تو سلسلہ خطاب جاری رکھتے ہوئے فرمایا: ''سب سے زیادہ میں جس کی دولت اور صحبت کا ممنون ہوں، وہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ اگر میں دنیا میں کسی کو اپنی امت میں سے اپنا دوست بنا سکتا تو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بناتا، لیکن اسلام کا رشتہ دوستی کے لئے کافی ہے، یہاں تک اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے پاس اکٹھا کر دے''۔ یہ خطبہ فرما کر منبر پر سے اترے اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے کی طرف قدم بڑھائے کہ واپس آ گئے اور فرمایا: ''اے گروہِ مہاجرین! تم انصار سے اچھا سلوک کرنا کیونکہ دوسرے لوگ بڑھتے جائیں گے، لیکن انصار کی تعداد میں اضافہ نہ ہوگا انصار میرے محرم ہیں جن کے دامن میں مجھے پناہ ملی ہے، لہٰذا ان کی خوبیوں کی قدر کرنا اور ان کی غلطیوں سے درگزر کرنا''۔

ایک دن پہلے

وفات سے ایک دن پہلے بروز اتوار رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے

تمام غلاموں کو آزاد کر دیا۔ اپنے ہتھیار مسلمانوں کو ہبہ فرمادیئے۔ رات میں چراغ جلانے کے لئے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تیل پڑوس سے ادھار لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زرّہ ایک یہودی کے پاس تیس صاع (قریباً 75 کلو جو) کے عوض رہن رکھی ہوئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سات دینار نقد موجود تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدشہ ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ میں تو دنیا سے رخصت ہو جاؤں اور یہ دینار اسی طرح پڑے رہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل خانہ کو ہدایت کی کہ انہیں صدقہ کر دیا جائے، لیکن بیماری کی شدت، گھبراہٹ، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دیکھ بھال اور تیمارداری میں حد درجہ منہمک ہونے کے باعث اہل خانہ کے ذہن سے یہ بات نکل گئی۔ اتوار کے روز جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غشی سے کسی قدر افاقہ ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ ان دیناروں کا کیا ہوا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا کہ وہ ابھی میرے پاس ہی ہیں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں لانے کا حکم دیا۔ جب دینار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر کر دیئے گئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ہاتھ میں لے کر فرمایا: ''اگر یہ دینار اسی طرح رہ جاتے، تو میں اپنے رب کے پاس کیا گمان لے کر جاتا؟'' اس کے بعد اسی وقت انہیں مسلمان فقراء میں تقسیم کر دیا گیا۔

حیاتِ طیبہ کے آخری لمحات

پیر کی صبح کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارکہ سے وہ پردہ اٹھایا، جو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے اور مسجد طیبہ کے درمیان پڑا ہوا تھا۔ اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امامت میں نماز فجر ادا ہو رہی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مقدس نظارے کو، جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کا حاصل تھا، ملاحظہ فرماتے رہے۔ اس روح پرور نظارے سے رُخ انور پر شگفتگی اور ہونٹوں پر تبسم تھا۔ مسلمان اس قدر خوش ہوئے کہ چاہتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مزاج پرسی کے لئے نماز توڑ دیں، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ کے اشارے سے فرمایا کہ اپنی نماز پوری کرلو، پھر حجرے کے اندر تشریف لے گئے اور پردہ گرالیا۔

اس نماز کے بعد کسی دوسری نماز کا وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سرور دو کائنات کی حیات اقدس میں نہیں آیا اور یہ آخری نماز تھی، جس کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نظارہ فرمایا۔

دن چڑھے چاشت کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنے قریب بلایا اور ان سے کچھ سرگوشی کی۔ وہ

رونے لگیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں پھر بلایا اور کچھ سرگوشی کی۔ وہ ہنسنے لگیں۔ بعد میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دریافت کیا، تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بتایا، "پہلی دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں اسی مرض میں انتقال کروں گا۔ جب میں رونے لگی، تو فرمایا کہ میرے خاندان میں سب سے پہلے تم مجھ سے آکر ملوگی، تو ہنسنے لگی"۔

اسی روز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سیدہ النساء العالمین (تمام خواتین عالم کی سردار) ہونے کی بشارت بھی دی۔ دن جیسے جیسے چڑھتا جاتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بار بار غشی طاری ہوتی تھی اور پھر افاقہ ہوجاتا تھا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسی حالت میں دیکھا تو بے ساختہ پکار اٹھیں"۔ (ہائے میرے باپ کی بے کلی)...... آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تمہارے باپ پر آج کے بعد کوئی تکلیف نہیں"۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دونوں نواسوں حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا۔ دونوں کو چوما اور ان کے بارے میں خیر کی وصیت فرمائی۔ ازواج مطہرات کو بلایا اور نصیحتیں کیں۔ ازاں بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر مبارک اپنی گود میں

رکھا۔ انہیں بھی نصیحت فرمائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھی وصیت فرمائی: (نماز، نماز اور تمہارے زیر دست یعنی لونڈی، غلام) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ الفاظ کئی بار دہرائے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نزع کی کیفیت شروع ہوگئی۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سہارا دیئے ہوئے بیٹھی تھیں۔ پانی کا پیالہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سرہانے رکھا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہاتھ پیالے میں ڈالتے اور چہرہ مبارک پر پھیر لیتے۔ رخ انور کبھی سرخ ہو جاتا اور کبھی زرد پڑ جاتا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ ''اللہ کی ایک نعمت مجھ پر یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے گھر میں، میری باری کے دن میرے حجرے میں وفات پائی۔ ہوا یہ کہ عبدالرحمٰن بن ابی بکر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تشریف لائے۔ ان کے ہاتھ میں مسواک تھی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے ٹیک لائے ہوئے تھے۔ میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسواک کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ میں سمجھ گئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسواک چاہتے ہیں۔ میں نے پوچھا: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے لے لوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سر کے اشارے سے فرمایا: ہاں۔ میں نے

مسواک لے کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دی، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سخت محسوس ہوئی۔ میں نے کہا: اسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے نرم کر دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سر کے اشارے سے کہا: ہاں۔ میں نے مسواک نرم کر دی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہایت اچھی طرح مسواک کی"۔ مسواک سے فارغ ہوتے ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انگلی اٹھائی۔ چھت کی طرف بلند کی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں: "میں نے محسوس کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسم اچانک بھاری ہو گیا ہے۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے پر نظر ڈالی تو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھیں پتھرائی جا رہی تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان پر یہ الفاظ جاری تھے: "اب تو اپنے رفیق اعلیٰ کے پاس ہی جانا چاہتا ہوں"۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ جملہ تین بار دہرایا، اسی وقت ہاتھ جھک گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ یہ واقعہ 12 ربیع الاوّل 11 ہجری بروز پیر، چاشت کی شدت کے وقت پیش آیا۔ اس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک 63 سال 4 دن ہو چکی تھی۔

(سیرت انسائیکلو پیڈیا از سیّد قاسم محمود)

باب نمبر ۱۲
روحی فداہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت و برکات

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ ﷺ وعلیٰ آلک واصحابک یا سیدی یا حبیب اللہ ﷺ

صلی اللہ علیہ وسلم

ذکر رسول مقبول

سلام اے آمنہ کے لال اے محبوب سبحانی
سلام اے فخرِ موجودات، فخرِ نوع انسانی
سلام اے ظل رحمانی ، سلام اے نورِ یزدانی
ترا نقش قدم ہے زندگی کی لوحِ پیشانی
سلام اے سرِ وحدت اے سراجِ بزمِ ایمانی
زہے یہ عزت افزائی ، زہے تشریف ارزانی
ترے آنے سے رونق آگئی گلزار ہستی میں
شریک حال قسمت ہوگیا پھر فضل ربانی
سلام اے صاحب خلق عظیم انساں کو سکھلا دے
یہی اعمال پاکیزہ یہی اشغال روحانی
تری صورت ، تری سیرت ، ترا نقشا، ترا جلوہ
تبسم ، گفتگو، بندہ نوازی، خندہ پیشانی
اگرچہ فقر فخری رتبہ ہے تیری قناعت کا
مگر قدموں تلے ہے فر کسرائی و خاقانی
زمانہ منتظر ہے اب نئی شیرازہ بندی کا
بہت کچھ ہو چکی اجزائے ہستی کی پریشا نی
زمیں کا گوشہ گوشہ نور سے معمور ہوجائے
ترے پرتو سے مل جائے ہر اک ذرے کو تابانی
حفیظِ بے نوا کیا ہے گدائے کوچۂ الفت
عقیدت کی جبیں تیری مروت سے ہے نورانی
ترا در ہو مراسر ہو مرادل ہوترا گھر ہو
تمنا مختصر سی ہے مگر تمہید طولانی
سلام، اے آتشیں زنجیر باطل توڑنے والے
سلام، اے خاک کے ٹوٹے ہوئے دل جوڑنے والے

(حفیظ جالندھری)

روحی فداہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت و برکات

ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اقدس واکمل، اکرم واجمل، اطیب واطہر ، سرورِ کائنات، فخرِ موجودات، سید المرسلین، رحمتہ للعالمین ، شفیع المذنبین ، خاتم النبیین ، حبیبِ کردگار، مولائے غمگسار، طہٰ، یٰس، مزمل، مدثر، حم، طسم، روحی فداہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت کل عالمین پہ محیط ہے اور کل عالمین حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامنِ رحمت میں سما سکتے ہیں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامنِ رحمت کی وسعت کی کوئی انتہا نہیں اور اللہ کے سوا کسی کے بھی فہم وادراک میں نہیں آسکتی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وکالت و کفالت سے بندہ جب اپنے گناہوں کی بخشش کے لئے اللہ حضور کے سجدہ ریز ہوتا ہے، بخش دیا جاتا ہے اگرچہ اس کے گناہ ریت کے ذروں سے بھی زیادہ ہوں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت نجات کا واحد موجب ہے۔

دما علینه الاالبلاغ!

اللهم اغفرلنا بحرمة حبيبک صلى الله عليه و آله وسلم ، آمين.

تیرے حبیب اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت کو جب بھی کسی مکروب نے پکارا، آغوش میں لے لیا۔ یاوری کی، دستگیری فرمائی اور کرم کی حد کردی۔ سائل کبھی مایوس نہ ہوا۔ نامراد نہ لوٹا، خالی ہاتھ نہ پلٹا، محروم نہ رہا۔ سائل کو محروم رکھنا تیری

شان کے شایاں ہی نہیں۔

بدی جب زمین و آسمان میں چھا جاتی ہے، تل دھرنے کو بھی جگہ باقی نہیں رہتی، گناہوں کے انبار نظر آنے لگتے ہیں، ڈوب جانے کے تمام آثار نظر آنے لگتے ہیں...... میرے آقا روحی فداہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت وجُودوکرم کے انوار نظر آنے لگتے ہیں اور کالی کملی میں چھپا لیتے ہیں۔

حدیث قدسی ہے:

کنت کنزا مخفیا فاردت ان اظهر فخلقت الخلق

''میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا جب میں نے ظاہر ہونے کا ارادہ کیا

تو خلقت کو پیدا کیا''۔

مخلوق سے فردِ کامل مراد ہے اور وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک ہے کیونکہ سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور پیدا کیا گیا تھا۔

☆ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! سب سے پہلے مولائے کریم نے کسے پیدا فرمایا؟ تو فرمایا:

یا جابر ان الله تعالیٰ خلق قبل کل الاشیاء نور نبیک من نوره و لم یکن فی ذلک الوقت لوح و لا قلم ولا جنة ولا نار ولا ملک ولا سماء ولا ارض ولا شمس و لا قمر ولا جن ولا انس.

اے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر شے سے پہلے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کو پیدا کیا اپنے نور سے اور اُس وقت نہ لوح تھی، نہ قلم، نہ جنت، نہ دوزخ، نہ آسمان، نہ فرشتہ، نہ زمین، نہ سورج، نہ چاند، نہ جِنّ، نہ انسان۔
(حجۃ اللہ علی العالمین ص ۳۸)

میں نے اس لیے دنیا کو پیدا کیا کہ پہچانا جاؤں کون مجھے یاد کرتا ہے اور پیار کرتا ہے۔ میرے لیے جان کا نذرانہ پیش کرتا ہے۔

اللہ رب العالمین نے ارادتِ ازلی کے تحت کُل عالم کو پیدا کیا۔ عالم میں انبیاء علیہم السلام، صدیقین، شہداء، صالحین، مومنین و مسلمین، مشرکین و منافقین و کفار سبھی شامل ہیں۔

پھر اپنی مخلوق کی طرف متوجہ ہوا اور فرمایا:

الست بربکم

کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارواح کی رہبری فرمائی اور بلیٰ کہنے کی تعلیم دی۔ سب نے یک زبان ہو کر اپنے رب کی ربوبیت کا اقرار کیا اور کہا بلیٰ یعنی یا اللہ بے شک تو ہی ہمارا رب ہے۔ پھر دنیا اور جو کچھ بھی اس دنیا میں ہے، پیدا فرما کر مخلوق کے سامنے پیش کیا۔ انبیاء علیہم السلام کے بعد ایک فقرا اپنے قول پہ

ثابت قدم رہا، باقی جس نے بھی دنیا کی جس بھی چیز کو دیکھا، اس پہ فریفتہ ہوگیا۔ اپنا وعدہ بھول گیا۔ کوئی اقرار یاد نہ رہا۔ **فقر** کو عشق کی رہبری حاصل تھی، اپنی جگہ ڈٹا رہا۔ بالکل نہ ڈگمگایا۔

عشق نے فقر کو رب کا تعارف کرایا۔ یہ تیرا رب ہے۔ یہی تیرا مالک اور یہی تیرا معبود ہے۔ کون ومکاں کی ہر شے اسی کے قبضہ قدرت میں محکوم ومقدور ہے۔ تو اپنا رشتہ اپنے رب سے جوڑ، اس کے سوا ہر کسی سے توڑ اور یہ اس راہ کا وہ موڑ ہے جہاں پہنچ کر بندے کا گمراہ ہو جانا ایک معمولی بات ہے اور امکانی ہے۔ بڑے بڑے مسافر اس موڑ پہ اپنی منزلیں کھو بیٹھے۔ اللہ تجھے سیدھی راہ پہ رکھے۔ سیدھی راہ سُنّت کی راہ ہے۔

یہ سن کر فقر ہمہ تن ومن اپنے معبود کی طرف متوجہ ہوا۔ دل وجان سے متوجہ ہوا۔ کسی اور طرف کبھی رخ نہ کیا۔ نہ ہی کسی سے کوئی دلچسپی لی۔ ایک مدت استغراق میں رہا حتیٰ کہ اسے کائنات کی ہر شے میں اپنے معبود ہی کا جلوہ نظر آنے لگا۔

پھر عشق نے عروسِ مملکت، عینُ النعیم، دائمُ النعیم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تعارف کرایا کہ یہ ہیں تیرے محسنِ اعظم، کُل کائنات کے رسول اور تیرے رب کے حبیب، حبیبِ اقدس واکمل اطیّب واطہر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ یہ سن کر فقر نے اپنے رب کے حضور میں دعا کی: اے میرے رب! اے میرے مالک! اے میرے

معبود! مجھ کو تیرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت عنایت ہو۔ یا حی یا قیوم آمین! طیّب و مبارک محبت آمین! میرا یہ کاسہ تیرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت سے سدا لبریز رہے۔ آمین!

عہدِ الست کے بعد جب فقر کو رخصت کیا گیا، عشق ساتھ رخصت ہوا۔ عشق فقر کا امام ہے ہر جگہ ہر وقت ہر معاملے میں پوری رہنمائی کرتا ہے۔ یومِ الست کے عہد کی یاد دلاتا رہتا ہے۔ یہ تیرا رب ہے، یہی تیرا مالک ہے اور یہی تیرا معبود ہے۔ اپنے رب کے حضور سجدہ کر۔

یہ تیرے رب کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ حبیبِ اقدس واکمل، احسن واجمل، اطیّب واطہر، خاتم النبیین، شفیع المذنبین، رحمۃ للعالمین، نور من نور اللہ، عین النعیم۔

اگر یہ نہ ہوتے کچھ بھی نہ ہوتا۔ نہ یہ آسمان ہوتے نہ زمین، نہ چاند نہ سورج اور نہ ہی کچھ اور۔ ان کے حضور میں صلوۃ وسلام پیش کر۔ کل کائنات اِن کے لئے ہے اور اِن ہی کے نور سے بنی۔ فقر نے اللہ سے اللہ کے حبیب اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت طلب کی اور یوں کی یا اللہ! مجھ کو تیرے حبیب اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت عنایت ہو۔

محبت و فقر میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔

محبت جب بھی آئی، اپنے ہمراہ فقر ہی کو لے کر آئی

محبت فقر کے بغیر کبھی نہ سجی

محبت...... فقر کی روح اور

فقر...... محبت کی آبرو

فقر کے جملہ مدارج میرے آقا روحی فداہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ہی پہ موقوف ہوتے ہیں اور محبت...... عنایت الٰہی کے تابع۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہی محبت کی بدولت یہ کائنات معرضِ وجود میں آئی۔

کیا تجھے مطمئن کرنے کے لئے یہ کافی نہیں کہ اللہ کی خبر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی نے دی؟

خدائے ذوالجلال نے اپنے مبارک نام 'اللہ' سے اپنی مخلوق کو اپنے آخری نبی اور پیارے حبیب اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وساطت سے روشناس کروایا۔ یہ نام اللہ تبارک وتعالیٰ کے دیگر تمام اسماء الحسنٰی کو محیط ہے۔

کوئی بھی دوسرا نام جتنی دیگر الہامی کتب میں آیا ہے یا کسی بھی دیگر زبان میں خدائے تعالیٰ کی کسی بھی صفت میں یا اُلوہیت کے کسی بھی معنی میں استعمال ہوا ہے، اس اسم مبارک یعنی 'اللہ' کی جامعیت، وسعت اور ہمہ گیریت کو نہیں پاسکتا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا سب سے بڑا احسان حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سب سے بڑا احسان توحید کا تعارف ہے۔ یعنی اللہ رب العالمین نے اپنے حبیب اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کل کائنات کا قیامت تک کے لئے خاتم النبیین بنا کر بھیجا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مخلوق کو خالق کی ذات وصفات سے متعارف فرمایا۔

کائنات کے محسنِ اعظم میرے آقا روحی فداہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی نے کائنات کو متعارف کرایا:

لا الہ الا اللہ

لہ الملک

ولہ الحمد

لا شریک لہ

انت الحیی القیوم

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہی مخلوق کو توحید سے متعارف فرمایا۔ اس سے افضل اور کیا مقام ہوسکتا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہی فرمایا کہ یہ کلام قرآن کریم اللہ کی کلام ہے۔

وما علینا الا البلاغ

جناب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو باتوں کی تعلیم دی۔

توحید و عملِ صالح

تیسری، حجۃ الوداع کے دن فرمایا:

''میں آخری نبی ہوں تم آخری امت۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمہارے بعد کوئی امت نہیں''۔

گویا میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت۔ اور یہ شرف کسی اور امت کو نصیب نہیں ہوا۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کل کائنات کے رسول ہیں۔

ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے آقا روحی فدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اور یہ شرف کسی محبت ہی کی بنا پہ عنایت ہوتا ہے۔

اور یہ کلام اس مضمون پہ ختم الکلام ہے۔ ماشاءاللہ!

مبارکاً مکرماً مشرفاً

جس ذکر میں میرے آقا روحی فداہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر نہیں ہوتا، فیض کا نام تک نہیں ہوتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر ہی کی بدولت بزمِ کونین پُر کیف ہوئی۔

''جس نے تیرا ذکر کیا، گویا میرا ذکر کیا۔

جو مجھ سے محبت کرنا چاہتا ہے، میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کرے“۔

سب سے پیارا نام کسی کا پیارا نام ہوتا ہے۔

اپنے نام سے پیارا، پیارے کا نام ہوتا ہے۔

اپنی تعریف سے زیادہ دوست کی تعریف پسند تر ہوتی ہے۔

اپنی گستاخی کو کسی بھی خاطر میں نہیں لاتا البتہ اپنے دوست کی توہین کو کبھی معاف نہیں کرتا۔

مانگنے والی چیز تو میرے آقا روحی فداہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ہے۔

مانگنا ہی ہے تو اللہ سے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت مانگ۔

کسی بندے کا تجھ سے اور تیرے حبیب اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرنا تیری اور تیرے حبیب اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی محبت کی بدولت ہے ورنہ کہاں تو اور کہاں تیرے حبیبِ اقدس عروسِ مملکت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور کہاں ہم گنہگار و خطا کار بندے!

جس بندے کو وہ اپنی محبت کے لئے مقبول فرما لیتے ہیں، ساری دنیا سے بالا بخت ہوتا ہے۔ جس دل میں وہ اپنی محبت بھر دیتے ہیں، پھر کسی کی بھی محبت اس دل میں سما نہیں سکتی۔ آپ کی محبت کا خمار دونوں عالم سے بے نیاز و بےگانہ کر دیتا ہے۔

اور یہ بندگی کا بلند ترین مقام ہے۔

اللہ واحد ہے، وحدہ لاشریک کا کسی کو شریک مت بنا۔

اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرنا اگر کسی کے نزدیک شرک ہے تو بندگی کسے کہتے ہیں؟

اللہ کے محبوب ہی نے تو مخلوق کو اللہ کی راہ بتائی!

وما علینا الا البلاغ

بندوں کو شعورِ بندگی میرے آقا روحی فداہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے در سے ملا۔ جس نے جو پایا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے فیض و کرم سے پایا۔

حضور اقدس و اکمل، اطیّب و اطہر روحی فداہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی بندے کو اللہ کے حضور میں حاضر ہونے اور شرفِ قبولیت پانے کے آداب و احکام سکھلا سکتے ہیں اور یہ بندوں پہ اللہ کا سب سے بڑا احسان ہے کہ اس نے اپنے حبیب اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی بارگاہ تک پہنچنے کی راہ کا رہنما بنایا ورنہ نہ معلوم ہم کہاں کہاں بھٹکتے پھرتے۔ گویا ہر کوئی ہر وقت اور ہر حال میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کا محتاج ہے اور کوئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات سے مستثنیٰ نہیں اور نہ ہی کوئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بے نیاز ہو کر (اللہ) کے حضور میں نیاز مند ہو سکتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کی بغیر زندگی کسی بھی کام کی نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پا کر ہی اللہ کو پایا۔ جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں پایا، اللہ کو بھی نہیں پایا۔

محبت ایک فطری جذبہ ہے۔ ہر انسان میں کسی نہ کسی شکل میں ضرور پایا جاتا ہے۔ کسی کو مال ودولت سے محبت ہوتی ہے کسی کو قدرتی مناظر سے، کسی کو خوبصورت جانوروں سے، کسی کو اولاد سے، کسی کو والدین سے ...... ماں کو بچے سے سب سے زیادہ محبت ہوتی ہے اور بچہ جب بھی کسی تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے تو اسے ماں کی محبت و شفقت غیر شعوری طور پہ ضرور یاد آتی ہے اور وہ 'ہائے ماں' کہہ دیتا ہے اگر چہ اس کی ماں فوت ہو چکی ہو۔

سرکارِ دو جہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت تو وریٰ الوریٰ ہے۔

محبت کوئی عقلی چیز نہیں، اللہ کا پیدا کیا ہوا ایک لطیفہ ہے جو انسان کے دل پہ اترتا ہے اور اللہ کی سب سے بڑی نعمت ہے۔ محبت دلوں کو ملا دینے والی ایک کشش ہے۔

محبت کا مقام اطاعت سے بھی زیادہ ہے۔ اگر محبت حقیقی معنوں میں ہو تو اطاعت خود بخود ہو جاتی ہے مگر اطاعت بغیر محبت کے بھی ہو سکتی ہے مثلاً کسی کا کوئی نوکر ہے وہ اپنے آقا کے ہر حکم کی تعمیل کرتا ہے لیکن یہ نہیں کہہ سکتے کہ اسے اپنے آقا

سے محبت ہے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے آقا کے حکم پہ عمل تو کرتا ہو لیکن کسی دوسرے کے پاس جا کر اس کی بے ادبی کرتا ہو۔

اللہ نے ایک جگہ قرآن کریم میں حکم دیا:

اللہ کی اطاعت کرو۔(النساء:۵۹)

دوسری جگہ فرمایا:

مومن اللہ سے شدید محبت کرنے والے ہیں۔(البقرۃ:۱۲۵)

معلوم ہوا کہ اطاعت اور محبت علیحدہ علیحدہ دو مقام ہیں۔ محبت تو دلائل کی بھی محتاج نہیں۔ پھر جب اللہ کے محبوب محمد مصطفےٰ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہو......جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا(اللہ کا نور) ہو گیا دو کمانوں کی طرح اور (اللہ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے) درمیان کوئی فاصلہ باقی نہ رہا۔

نیز حدیث قدسی میں فرمایا:

لولاک لما خلقت الافلاک

کیا اب بھی کوئی کمی باقی ہے؟ ہرگز نہیں۔ ان پہ ایمان لانے والوں کو ایسا گمان بھی نہ کرنا چاہیے۔ مولائے کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بدولت ہی تو یہ ساری کائنات بنی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ ہوتے، کچھ بھی نہ ہوتا۔ نہ یہ زمین ہوتی نہ

آسمان، نہ میں ہوتا نہ آپ۔ اللہ آپ کو فہم عنایت فرمائے اس مٹی میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور جلوہ گر ہے، ہر جگہ حاضر و ناظر۔ کوئی بھی جگہ ان کے نور سے خالی نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ہی ہر نیکی کی جڑ اور ہر بدی کی بیخ کنی ہے پس ہمیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات سے محبت کرنی چاہیئے۔ ذات کے ساتھ ہی سب کچھ وابستہ ہوتا ہے۔ اسم بھی ذات کا ہوتا ہے، صفات بھی ذات ہوتی ہیں اور عمل بھی ذات کا ہوتا ہے۔

جب ہم اسم کو یاد کرتے ہیں تو اسم کے ذریعے ذات کو یاد کرتے ہیں۔ جب صفات کو یاد کرتے ہیں تو صفات کے ذریعے ذات کو یاد کرتے ہیں اور جب عمل کرتے ہیں تو عمل کے ذریعے ذات کو یاد کرتے ہیں۔ ذات کی یاد ان سب سے آگے ہے۔ یہ تینوں چیزیں ذات کی یاد کے ماتحت ہیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام کی یاد میں کئی سال روتے رہے۔ وہ ان کی ذات سے محبت تھی نہ کہ اعمال سے۔ اگر یہ شرک ہوتا تو حضرت یعقوب علیہ السلام نبی تھے کبھی نہ کرتے، اللہ تعالیٰ انہیں منع فرما دیتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قریب ہونے کا ذریعہ ان کی ذاتِ اقدس سے محبت ہے۔ کوئی جتنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب ہوا اسے اتنا ہی زیادہ اللہ کا قرب حاصل ہوا۔ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دور ہے وہ اللہ سے دور ہے۔

چاہے کچھ بھی کرتا رہے، اے اللہ کا کوئی پتہ نہ چلا۔

محبّ اپنے محبوب پہ کسی بھی قسم کی نکتہ چینی نہیں کرسکتا محبّ کو تو محبوب کے عیوب بھی محاسن نظر آیا کرتے ہیں چہ جائیکہ جو ہے ہی بے عیب پھر اس پہ نکتہ چینی؟ توبہ توبہ............

میرا دین میرے مولائے کریم رؤف الرحیم روحی فداہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی اور محبت ہی کا دوسرا نام ہے۔ دنیا میں جب بھی اللہ کا عذاب ہوا، اللہ کے رسولوں کی توہین کے سبب ہوا۔

اللہ اپنے پیاروں کی توہین کبھی برداشت نہیں کرتا۔

اللہ کے پیاروں کی تعظیم خیروبرکت کا موجب ہے۔

جب بھی بندوں نے اللہ کے بھیجے ہوئے کسی رسول کی نافرمانی، توہین، بے ادبی، ہتک، گستاخی یا کسی بھی قسم کی کوئی نازیبا حرکت کی، اللہ رب العالمین نے برداشت نہ کیا۔ اللہ غفور، حلیم، جواد، کریم، رؤف، رحیم ہے۔ پھر بھی اپنے کسی رسول کی شان میں ذراسی بے ادبی کو معاف کرنا پسند نہیں فرماتا۔ قوم نے جب سیدنا صالح علیہ السلام کی اونٹنی کے پاؤں کاٹ ڈالے تو اس حرکت سے درگزر نہ فرمایا اور ایک رسول کی اونٹنی کی بے حرمتی اور اذیت کے سبب ساری قوم پہ عذاب نازل ہوا ۔حالانکہ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم اللہ کو نہ مانتی تھی لیکن اس انکار کے سبب ان

پہ عذاب نازل نہ ہوا، عذاب رسولؑ کی توہین اور بے ادبی کے سبب ہوا۔

رسول اللہ کے دین کا امین ہوتا ہے۔

رسول کی توہین اور بے ادبی دین کی توہین اور
رسول کی تعظیم دین کی تعظیم اور دین کی تعظیم اللہ کی تعظیم ہے۔

انبیائے کرام علیہ السلام اور اولیائے عظام رحمتہ اللہ علیہ کے نام لے کر بار بار یہ تکرار کرنا کہ 'وہ کچھ بھی نہیں کر سکتے، انہیں کسی بھی شے کی کوئی خبر نہیں'۔ ادب و تعظیم کے منافی ہے۔ جیسے بادشاہ کے حضور میں کھڑا ہو کر یہ کہے 'کہ وزیر کوئی چیز نہیں، اسے کوئی اختیار نہیں، جملہ امور بادشاہ ہی کے قبضہ قدرت میں ہیں اور فلاں فلاں کچھ نہیں کر سکتے'۔

بھرے دربار میں ایسے کہنا وزیر کی توہین ہے جسے بادشاہ کبھی برداشت نہیں کر سکتا۔ بادشاہ کے حضور میں کسی بھی درباری کو کوئی اختیار حاصل نہیں ہوتا۔ بادشاہ کے حضور ہر کوئی سرِنگوں ہوتا ہے۔ اس کے باوجود نام لے لے کر کسی کی نفی کرنا مخاطب کی توہین ہوتی ہے۔

بادشاہ ہی نے تو اپنے اختیارات وزیر کو بخشے ہوتے ہیں، ان کی نفی کیونکر کی جا سکتی ہے؟ امراء وزراء اگرچہ بادشاہ کی رونق ہوتے ہیں۔ بادشاہ کی رونق انہی سے تو ہوتی ہے۔ اگر وہ نہ ہوں تو پھر بادشاہ کی کیا شان و شوکت ہو۔ اگرچہ بادشاہ کو

سارے ملک کی حکومت حاصل ہوتی ہے پھر بھی بادشاہ اپنے اختیارات جسے چاہے بخش دے۔

☆ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

واللہ المعطی وانا القاسم (صحیح بخاری جلد اول ص ۴۳۹)

اور اللہ عطا کرنے والا ہے اور میں تقسیم کرنے والا ہوں۔

میرے آقا روحی فداہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کتنی بڑی شان ہے۔ دینے والے کے ساتھ تقسیم کرنے والا ہر وقت ضروری ہوتا ہے۔ جونہی اس نے دیا اسی وقت اس نے تقسیم کیا۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو ہر لمحہ ہر شے دیتے رہتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تقسیم فرماتے رہتے ہیں اور یہ سلسلہ شب و روز جاری رہتا ہے اور جاری رہے گا۔

باب نمبر ۱۳
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کا پیکرِ جمال

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ وعلیٰ اٰلک واصحابک یا سیدی یا حبیب اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم

ذکر رسول مقبول

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں
جس راہ چل گئے ہیں کوچے بسا دیئے ہیں

جب آگئی ہیں جوشِ رحمت پہ انکی آنکھیں
جلتے بجھا دیئے ہیں ، روتے ہنسا دیئے ہیں

اک دل ہمارا کیا ہے آزار اس کا کتنا
تم نے تو چلتے پھرتے مردے جلا دیئے ہیں

اُن کے نثار کوئی کیسے ہی رنج میں ہو
جب یاد آگے ہیں سب غم بھلادیئے ہیں

ہم سے فقیر بھی اب پھیری کو اٹھتے ہونگے
اب تو غنی کے در پر بستر جمادیئے ہیں

اسرامیں گزرے جس دم بیڑے پہ قدسیوں کے
ہونے لگی سلامی پرچم جھکا دیئے ہیں

آنے دو یا ڈبو دو، اب تو تمہاری جانب
کشتی تمہیں پہ چھوڑی ، لنگر اٹھا دیئے ہیں

دولہا سے اتنا کہہ دو پیارے سواری روکو
مشکل میں ہیں براتی پرخار بادیے ہیں

اللہ کیا جہنم اب بھی نہ سرد ہوگا
رو رو کے مصطفیٰ نے دریا بہا دیئے ہیں

میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا
دریا بہا دیئے ہیں،ڈر ، بے بہا دیئے ہیں

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

(امام احمد رضا خان بریلوی رحمتہ اللہ علیہ)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیکرِ جمال

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ میں ایک مرتبہ چاندنی رات میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ رہا تھا۔ آپ نے سرخ جوڑا زیب تن فرمایا ہوا تھا، میں کبھی چاند کو دیکھتا اور کبھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بالآخر میں نے یہ فیصلہ کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاند سے کہیں زیادہ جمیل وحسین اور منور ہیں۔ (المستدرک للحاکم)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میانہ قد والے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں کندھوں کے درمیان بہت کشادگی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر مبارک کے بال، کانوں کی لو تک تھے۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو (ایک مرتبہ) سرخ دھاری دار لباس میں بھی دیکھا۔ (حق بات یہ ہے کہ) میں نے کبھی کسی کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ حسین وجمیل نہیں دیکھا۔ (صحیح بخاری، کتاب المناقب)

حضرت ربیعہ بن ابوعبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت بیان کرتے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (نہ تو حد اعتدال سے) زیادہ لمبے تھے اور نہ پست قد، رنگ نہ تو بالکل سفید تھا نہ گندم گوں، سر کے بال نہ تو زیادہ بل کھائے ہوئے

تھے (یعنی گھونگر والے) اور نہ بالکل سیدھے (بلکہ ان دونوں کے درمیان تھے) چالیس برس کی عمر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہونا شروع ہوئی، اس کے بعد دس سال مکہ مکرمہ میں رہے (مکی دور تیرہ سال کا ہے۔ یہاں اختصار کے ساتھ صرف عشرہ ذکر کیا گیا ہے۔ اضافی سال نہیں بتائے گئے) اور دس سال مدینہ منورہ میں رہے۔ (وفات کے وقت) آپ کے سر اور ڈاڑھی میں بیس بال بھی سفید نہ تھے۔ حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بالوں میں سے ایک بال دیکھا تو وہ سرخ تھا میں نے دریافت کیا یہ بال سرخ کیوں ہے؟ تو کہا گیا کہ خوشبو سے سرخ ہو گیا۔ (صحیح بخاری، کتاب المناقب)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ مبارک

ابواسحاق کہتے ہیں کہ کسی شخص نے حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ مبارک تلوار کی طرح چمک دار تھا۔ انہوں نے کہا کہ نہیں بلکہ چودھویں کے چاند کی طرح روشن گولائی لئے ہوئے تھا۔ (شمائل ترمذی)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو غزوہ تبوک میں جانے سے رہ گئے تھے، جب ان کی توبہ قبول ہوئی اور ان کے بارے میں آیات نازل ہوئیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے۔ مسلمان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اردگرد جمع تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ مبارک چاند کی طرح چمک رہا تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوش ہوتے تھے، تب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرۂ انور اسی طرح چمکنے لگتا تھا۔ میں آیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کعب بن مالک تمہارے لئے خوشخبری ہے کہ آج کا دن تمہاری زندگی کے تمام دنوں میں سب سے بہتر ہے، جب سے تمہیں تمہاری ماں نے پیدا کیا ہے۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کی طرف سے یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی طرف سے۔ (سنن ترمذی، کتاب التفسیر)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جبین اطہر

سیدنا ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کشادہ پیشانی والے تھے۔ (الخصائص الکبری لسیوطی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روشن جبیں والے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک پیشانی بالوں سے نکلتی یا رات کے وقت دکھائی دیتی یا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کے سامنے آتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشانی سورج کی طرح روشن دکھائی دیتی تھی اور لوگ کہنے لگ جاتے، وہ ہیں رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔(سبل الھدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے سخت سردی کے دنوں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہوتے دیکھا، جب وحی موقوف ہوجاتی، تو آپ کی پیشانی سے موتیوں کی مانند پسینہ بہنے لگتا۔(صحیح بخاری)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رخسار پُر انور

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رخسار ہلکے اور ہموار تھے جن میں زیادہ ابھار اور بلندی نہ تھی۔(دلائل النبوۃ)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناک مبارک

حضرت ہند ابن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناک بلند تھی اور اس پر ایک روشنی سی تھی۔ ایک اور صحابی فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناک مبارک باریک اور خوب صورت تھی۔
(سبل الھدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھیں

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فراخ ذہن تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں کی سفیدی میں سرخ

ڈورے تھے۔(صحیح مسلم، کتاب الفضائل)

حضرت ام معبد رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھیں خوب سیاہ اور بہت نمایاں تھیں۔(المستدرك علىٰ الصحيحين للحاكم)

سیدنا ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رنگت خوبصورت گوری تھی، جس میں سرخی نمایاں تھی، بال قدرے خم دار، آنکھیں قدرتی طور پر سرمگیں اور پلکیں لمبی تھیں۔(طبقات ابن سعد)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ابرو مبارک

سیدنا ابن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ابرو کمان کی طرح خم دار، باریک اور گنجان تھے۔دونوں میں کچھ فاصلہ تھا اور درمیان میں ایک رگ اُبھری ہوئی تھی جو کہ غصے کے وقت سرخ ہو جاتی تھی۔

(سبل الهدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لعاب دہن مبارک

حضرت وائل ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ڈول لایا گیا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کلی کے لئے اس میں سے پانی لیا اور پھر ڈول میں ہی کلی کی، پھر وہ ڈول کنویں میں

انڈیل دیا۔ تب کنویں سے کستوری کی مانند یا اس سے بھی نفیس خوشبو مہکنے لگی۔ (مسند احمد، حدیث وائل بن حجر)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دندان مبارک

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے والے دانت مبارک کچھ کشادہ تھے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گفتگو فرماتے تو ایک نور سا دانتوں کے درمیان سے روشن ہوتا تھا۔ (سنن دارمی)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ڈاڑھی مبارک

سیدنا ہند ابن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھنی ڈاڑھی والے تھے۔

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ریش مبارک خوب سیاہ تھی۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ڈاڑھی مبارک نے سینہ کو بھر رکھا تھا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے سر مبارک پر اکثر تیل کا استعمال فرماتے اور اپنی ڈاڑھی مبارک میں اکثر کنگھی فرمایا کرتے تھے۔ (شمائل ترمذی)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر مبارک اور ڈاڑھی شریف میں چودہ سے زائد سفید بال نہیں گنے اور سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفید بال قریباً بیس تھے۔ (شمائل ترمذی)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال پُر جمال

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال نہ بالکل پیچیدہ تھے، نہ بالکل سیدھے (بلکہ ان میں کچھ گھونگھریالا پن) تھا۔

عبداللہ ابو جعفر فرماتے ہیں کہ میں اور میرے والد، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تھے اور ان کے پاس کچھ لوگ (اور بھی) تھے۔ انہوں نے ان سے غسل کی بابت پوچھا کہ کس قدر پانی سے کیا جائے؟ انہوں نے کہا: ایک صاع پانی تجھے کافی ہے؟ ایک شخص بولا: مجھے تو کافی نہیں۔ تو سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ (ایک صاع پانی) اس ہستی کو کافی ہو جاتا تھا، جن کے بال تجھ سے زیادہ تھے اور جو (ہر بات میں) تجھ سے اچھے تھے (یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)۔
(صحیح بخاری، کتاب الغسل)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گردن مبارک

رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گردن سب لوگوں میں سے زیادہ خوبصورت تھی اور ایسی تھی جیسے چاندی کی صراحی ہو، جس حصے پر دھوپ اور گرم ہوا پڑتی تھی، وہ ایسا تھا جیسے چاندی میں سونے کے آمیزش ہو اور جہاں دھوپ نہیں پڑتی تھی یعنی جسے کپڑے نے ڈھانپا ہوتا وہ ایسی تھی جیسے چودھویں کا چاند روشن ہوتا ہے۔ (سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کلائیاں

سیدنا ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کلائیاں لمبی، ہلکے بالوں والی اور ہتھیلیاں کشادہ تھیں۔ (سبل الہدیٰ والر شاد فی سیرۃ خیر العباد)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں دست مبارک اس طرح گوشت سے بھر ہوئے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد میں نے کسی کا ہاتھ اس طرح کا نہیں دیکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال درمیانے تھے، نہ گھونگھر یالے نہ بالکل سیدھے۔ (صحیح بخاری، کتاب المناقب)

سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے بچپن کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک بار نماز فجر کی ادائیگی کے بعد مسجد سے باہر تشریف لائے تو کچھ بچے آپ کے سامنے آئے ان کے رخسار پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھ مبارک پھیرا اور میرے رخسار پر بھی پھیرا۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک میں اس قدر ٹھنڈک اور خوشبو محسوس کی، جیسے وہ ابھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عطار کی ڈبیہ سے نکالا ہو۔ (صحیح مسلم، کتاب الفضائل)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نرم ونازک ہتھیلیاں

سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کوئی ریشمی کپڑا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہتھیلی سے بڑھ کر نرم و نازک نہیں دیکھا اور نہ مشک وعنبر جیسی کوئی خوشبو آپ کی خوشبو سے پاکیزہ اور بہتر پائی ہے۔ (صحیح بخاری، کتاب المناقب)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشن بغلیں

حضرت عبداللہ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب دوران نماز سجدے میں جاتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو پھیلا لیتے یہاں تک کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگ جاتی۔ (صحیح بخاری، کتاب الصلوٰۃ)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مہر نبوت

حضرت معاویہ بن قرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا ہاتھ آپ کی قمیص مبارک میں ڈالنے اور اپنے حق میں دعا کرنے کی درخواست کی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ کو روکا نہیں اور میں نے مہر نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہاتھ لگا کر دیکھا اسی دوران نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے حق میں دعا فرمائی، میں نے محسوس کیا کہ مہر نبوت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کندھے پر ابھرے ہوئے گوشت کی طرح تھی۔ (مسند احمد)

سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ کو میری خالہ، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے گئیں اور عرض کیا کہ یہ میرا بھانجا بیمار ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے لئے دعائے برکت کی، میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پس پُشت کھڑا ہوا تو میں نے مہرِ نبوت دیکھی جو مسہری کی گھنڈیوں جیسی تھی۔ (صحیح بخاری، کتاب الوضو)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کمر مبارک

سیدنا محرش کعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقامِ جعرانہ سے رات کے وقت عمرہ کا احرام باندھا میں نے آپ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کمر مبارک دیکھی جو کہ سفید اور چمک دار تھی گویا چاندی میں ڈھلی ہوئی ہو۔ (مسند احمد)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سینہ اور شکم مبارک

سیدنا ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سینہ مبارک چوڑا تھا نیز سینہ اور پیٹ برابر تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشن پنڈلیاں

سیدنا ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سرخ جوڑا پہنے ہوئے دیکھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دونوں پنڈلیوں کی چمک گویا اب بھی میرے سامنے ہے۔ (مستدرک حاکم، کتاب الصلاۃ)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوب صورت ایڑیاں

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کشادہ ذہن والے تھے، آپ کی آنکھوں کی سفیدی میں سرخ ڈورے پڑے ہوئے تھے ایڑی مبارک پر بہت کم گوشت تھا۔ (صحیح مسلم، کتاب الفضائل)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاؤں مبارک اور دیگر اعضاء

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ

زیادہ لمبے تھے، نہ قد میں پست، ہتھیلیاں اور دونوں پاؤں پر گوشت تھا (یہ صفات مردوں کے لئے محمود ہیں اس لئے کہ قوت اور شجاعت کی علامت ہیں البتہ عورتوں کے لئے پسندیدہ نہیں) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر مبارک بھی بڑا تھا اور اعضاء کے جوڑ کی ہڈیاں بھی بڑی اور مضبوط تھیں۔ سینہ سے لے کر ناف تک بالوں کی ایک باریک دھاری تھی۔ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چلتے تھے گویا کہ کسی اونچی جگہ سے نیچے اتر رہے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا نہ آپ سے پہلے دیکھا نہ بعد میں۔ (شمائل ترمذی)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ کوئی حسین نہیں دیکھا۔ (چمک اور روشنی چہرہ میں اس قدر تھی) گویا کہ آفتاب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے مبارک پر چمک رہا ہے۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ تیز رفتار بھی کوئی نہیں دیکھا زمین آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے گویا لپٹی جاتی تھی۔ ہم لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ چلنے میں مشقت سے ساتھ ہوتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی معمولی رفتار کے ساتھ چل رہے ہوتے۔ (سنن ترمذی، کتاب المناقب)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک بدن کی رنگت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قدر صاف شفاف حسین وخوبصورت تھے کہ گویا کہ چاندی سے آپ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کا بدن مبارک ڈھالا گیا ہے۔(دلائل النبوۃ للبیہقی)

سعید جریری رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوالطفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھنے والوں میں اب روئے زمین پر میرے سوا کوئی نہیں رہا۔ میں نے ان سے کہا کہ مجھ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کچھ حلیہ بیان کیجئے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفید رنگ والے تھے ملاحت کے ساتھ یعنی سرخی مائل اور معتدل جسم والے۔(دلائل النبوۃ للبیہقی)

سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رنگت کے لحاظ سے سب سے زیادہ حسین اور خوشبو کے اعتبار سے سب لوگوں سے زیادہ خوشبودار تھے۔(السیرۃ النبویۃ لابن عساکر)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خوشبودار پسینہ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آرام فرمایا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پسینہ آیا۔ میری والدہ محترمہ ایک شیشی لائیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبارک پسینہ پونچھ کر اس شیشی میں ڈالنے لگی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیدار ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ام سلیم! تم یہ کیا کر رہی ہو؟ ام سلیم کہنے لگیں: یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پسینہ مبارک ہے، جس کو ہم اپنی خوشبو میں ڈالیں گے، تو وہ تمام خوشبوؤں سے بڑھ کر خوشبو دے گی۔ (صحیح مسلم،

کتاب الفضائل)

ایسی خوشبو نہیں ہے کسی گل میں

جیسی خوشبو ہے میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پسینہ میں

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رنگ مبارک سفید چمکتا ہوا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پسینہ مبارک موتی کی طرح چمکتا تھا اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چلتے تو آگے جھکتے ہوئے دباؤ ڈال کر چلتے تھے اور میں نے دیبا، اطلس اور ریشم کو بھی اتنا نرم نہیں پایا جتنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک ہتھیلیوں کو نرم پایا اور مشک وغیرہ میں وہ خوشبو نہیں تھی جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم مبارک میں تھی۔ (صحیح مسلم، کتاب الفضائل)

شارح صحیح مسلم علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:

"خوشبودار مہک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بدنی صفات، ازلی، ابدی میں سے تھی اگرچہ ظاہر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خوشبو نہ بھی استعمال فرمائی ہو"۔ (شرح صحیح مسلم للنووی)

علامہ خفاجی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اللہ تبارک وتعالیٰ نے بطور معجزہ خلقی طور پر ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدن مبارک میں خوشبو بسا دی تھی جس خوشبو سے کل کائنات مہک اٹھی تھی جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت ہے۔" (نسیم الریاض للخفاجی)

باب نمبر ۱۴
نطق محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے جواہر پارے
یَا وَدُوْدُ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ
وَاَصْحَابِهٖ اِنَّكَ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ
وعلیٰ آلک واصحابک یا سیدی یا حبیب اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم

ذکر رسول مقبول

خاک تیرہ کو نور تجھ سے ملا
جلوۂ بام طور تجھ سے ملا

سخت بے کیف تھی فضائے حیات
زندگی کا سرور تجھ سے ملا

راز پنہاں تھا راز کون و مکاں
اس خفا کو ظہور تجھ سے ملا

چشم روشن ہوئی بصیرت کی
دل کو ذوق حضور تجھ سے ملا

نبضِ انسانیت فسردہ تھی
زندگی کا شعور تجھ سے ملا

شمع ہستی بجھی بجھی سی تھی
شعلہ ناصبور تجھ سے ملا

(صوفی غلام مصطفیٰ تبسم)

نطق محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جواہر پارے

رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام بنی نوع انسان کی طرف خدا کا پیام، ہدایت پہنچانے کے لئے تشریف لائے تھے۔ یہ فریضہ وہی رسول اور وہی داعی بخوبی انجام دے سکتا ہے، جو اپنی بات اپنے مخاطبین تک اس انداز میں پہنچا سکے کہ وہ ان کے دل کی گہرائیوں میں اتر جائے۔ ان کے ذہن اس پر غور کرنے پر مجبور ہو جائیں اور ان کے قوائے عمل متحرک ہو کر سعی اور جہد کی راہ پر گامزن ہو جائیں، اسی کا نام خطابت ہے اور اسی کو زور بیان کے نام سے موسوم کیا جا سکتا ہے۔

عربوں کو اپنی فصاحت و بلاغت پر ناز تھا۔ وہ اپنے مقابلے میں دوسری قوموں کو عجمی (گونگے) کہہ کر پکارتے تھے، لیکن عرب کے تمام قبائل زبان کی لطافت وسلاست میں قریش کو اپنا مقتدا اور امام تسلیم کرتے تھے، یہی وجہ ہے کہ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے عرض کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہتر میں نے کسی کو فصیح و بلیغ نہیں پایا......

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''میری فصاحت و بلاغت میں کون سی چیز مانع ہو سکتی ہے۔ اولاً میں قریش میں پیدا ہوا ہوں، دوسرے میرا بچپن بنی سعد کی فصیح ولطیف زبان کی آغوش میں گزرا ہے''۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بابرکت شخصیت مختلف حیثیتوں کی حامل تھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبلغ بھی تھے، داعی بھی، نذیر بھی تھے، بشیر بھی، سپہ سالار بھی تھے، فاتح بھی، دنیا کے سنوارنے والے بھی تھے اور آخرت کو بنانے والے بھی، قانون وضع کرنے والے بھی تھے اور دلوں کے امام بھی، پیغمبر امن وامان بھی تھے اور میدان رزم و جہاد کے خطیب بھی، یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خطبات کے مضامین بھی متنوع ہیں۔

ذیل میں ان خطبات سے مختلف عنوانات کے تحت اقتباسات پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں:

تقویٰ کی اہمیت:

قسم ہے، اس ذات کی، جس کی بات سچی اور وعدہ پورا ہو کر رہتا ہے۔ یہ بات اٹل ہے کیونکہ خود اس کا ارشاد ہے کہ میرے حضور بات نہیں بدلی جاتی اور نہ میں بندوں پر ظلم کرتا ہوں۔ پس تم اپنے دینی اور دنیوی معاملات میں اور ظاہر و باطن میں اللہ سے ڈرو کیونکہ جو خدا کی برہمی سے ڈرتا ہے، اللہ اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے اور اسے بڑھا کر اجر دیتا ہے، جس نے خدا کا خوف کیا وہ پورا پورا کامیاب ہوا۔

یاد رکھو! تقویٰ انسان کو خدا کی برہمی اور اس کے عتاب سے بچاتا ہے۔ تقویٰ چہرے کو روشن خدا کو خوش اور مرتبے کو بلند کرتا ہے۔ خدا کے احکام پر عمل کر و اپنا حصہ

حاصل کرو اور اس کی اطاعت میں کوتاہی نہ کرو۔

لوگو! دوسروں پر احسان کیا کرو، جس طرح اس نے تم پر احسان کیا۔ اس کے دشمنوں سے نفرت کرو اس کی راہ میں اچھی طرح جہاد کرو اس نے تم کو برگزیدہ بنایا اور تمہارا نام مسلمان رکھا۔

اللہ کا ذکر بہت کیا کرو اور آنے والے دن کے لئے اعمال کا ذخیرہ کرلو، جس نے اپنے آپ کو خدا کے دامن سے وابستہ کرلیا اور اپنا معاملہ صاف رکھا تو اللہ ہر معاملے میں اس کی دستگیری کرے گا۔

خدا جو چاہے فیصلہ کرے لوگ اس کے خلاف فیصلہ نہیں کر سکتے۔ وہ سب کا مالک ہے کسی کا زر خرید نہیں۔ وہ سب سے بڑا ہے اور ہر قسم کی طاقت وقوت کا تاجدار ہے۔

جہاد کی دعوت اور آداب جنگ

اللہ کا نام لے کر دشمنوں پر ٹوٹ پڑو اور کافروں سے گھمسان کی جنگ کرو۔ جنگ کرو، مگر دھوکا نہ دینا حد سے تجاوز نہ کرنا، مثلہ نہ کرنا اور بچوں کو قتل نہ کرنا اور جب تمہارا مشرکوں سے آمنا سامنا ہو تو ان کے سامنے تین باتیں پیش کرنا، اگر وہ ان میں سے ایک بات بھی مان جائیں تو پھر ان سے نہ لڑنا۔

پہلے انہیں اسلام کی طرف بلاؤ۔ اگر وہ یہ دعوت قبول کرلیں، تو ان سے ہاتھ

روک لو اور ان سے کہو کہ وہ اپنا علاقہ چھوڑ کر مہاجرین کے علاقے میں چلے جائیں اور انہیں بتا دینا کہ ہجرت کی صورت میں ان کے ساتھ مہاجروں جیسا سلوک ہوگا اور اگر وہ اس پر آمادہ نہ ہوں، تو انہیں بتا دو کہ ان کی حیثیت بدوی مسلمانوں جیسی ہوگی اور عام مسلمانوں کی طرح ان پر بھی احکام الٰہی نافذ ہوں گے، لیکن مال غنیمت میں انہیں اس وقت حصہ ملے گا جب وہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر جہاد میں شریک ہوں گے اور اگر وہ اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیں، تو ان سے جزیہ طلب کرو، اگر وہ اس کی ادائیگی پر تیار ہو جائیں، تو ان سے ہاتھ روک لو ورنہ خدا پر بھروسہ کر کے ان پر حملہ کر دو۔

اگر کسی قلعہ کا تم محاصرہ کر لو اور وہ لوگ اللہ یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذمے داری پر پناہ مانگیں تو اس بات پر انہیں ہر گز امان نہ دینا بلکہ اپنے اپنے باپ دادا اور اپنے ساتھیوں کی ذمے داری پر پناہ دینا کیونکہ ہو سکتا ہے کہ کسی وجہ سے عہد شکنی ہو جائے، تو باپ دادا اور دوستوں کی ذمے داری کا توڑ دینا، اس کی بہ نسبت آسان ہے کہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر کئے گئے عہد و پیماں کو توڑا جائے۔

اللہ کا نام لے کر اپنے اور اللہ کے دشمنوں کے خلاف شام کے میدان میں محاذ جنگ کھول دو وہاں تم کو خانقاہوں میں گوشہ نشین درویش ملیں گے، ان سے کوئی تعرض

نہ کرنا، وہاں تمہیں ایسے لوگ بھی ملیں گے، جن کے سروں پر شرارت و شیطانیت کوٹ کوٹ کر بھری ہو، دیکھو انہیں سختی سے کچل دینا۔

اور سنو! عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو قتل نہ کرنا، نہ کسی درخت کو کاٹنا، نہ کسی عمارت کو تباہ کرنا، قسم ہے! اس ذات کی، جس کے قبضہ قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان ہے، مجھے یہ بات بے حد پسند ہے کہ میں اللہ کی راہ میں لڑوں اور شہید ہوں اور پھر لڑوں اور شہید کیا جاؤں اور پھر لڑوں اور شہید کیا جاؤں۔

جنت اور دوزخ کے مستحق:

یاد رکھو، تین شخص جنت میں ضرور جائیں گے:

۱۔ وہ حاکم جو عادل، سخی اور نرم مزاج ہو۔

۲۔ وہ شخص جو رشتہ داروں کے ساتھ مہربانی اور شفقت سے پیش آتا ہو۔

۳۔ وہ مسلمان جو عیالدار اور پاک دامن ہو۔

پانچ قسم کے لوگ جہنم کا ایندھن بنیں گے:

۱۔ وہ کمزور اور بیوقوف شخص جو دوسروں پر بوجھ بنا رہے اور خود اہل وعیال کے جھمیلوں سے دور رہے۔

۲۔ وہ خائن جو کسی وقت بھی خیانت سے باز نہیں آتا۔

۳۔ وہ شخص جو دن رات تم کو تمہارے اہل وعیال کے بارے میں دھوکا دیتا ہے

اور بخل و کذب کا تذکرہ کرتا رہتا ہے۔

۴۔ بدزبان۔

۵۔ فحش گو۔

اللہ کے نزدیک تمام مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب وہ نوجوان ہے، جو حسین و جمیل ہو، مگر اپنے حسن و شباب کو اللہ اور اس کی اطاعت میں جذب کر رہا ہو۔ یہی وہ ہے، جس پر اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے فخر و مباہات کرتا ہے۔

قسم ہے! اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ جو شخص پانچ وقت نماز ادا کرے۔ رمضان کے روزے رکھے، زکوٰۃ نکالے اور کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرے۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کے دروازے کھول دے گا اور اس سے کہا جائے گا کہ سلامتی کے ساتھ تشریف لایئے۔

شیطان کا محبوب ترین گماشتہ

جان لو کہ شیطان نے اپنے مکروفریب کا جال سخت پانی کی سطح پر قائم کیا ہے وہ اپنے ایجنٹوں کو چاروں طرف بھیجتا ہے۔ ان میں سے جو جتنی زیادہ گمراہی پھیلاتا ہے اس کو اتنا ہی اپنا مقرب بناتا ہے۔ اس کے گماشتے جب واپس آتے ہیں تو وہ ان سے ان کی کارکردگی کی رپوٹیں سنتا ہے، وہ بتاتے ہیں کہ ہم نے یہ کیا اور یہ کیا۔ شیطان کہتا ہے کہ تم نے خاک نہیں کیا۔ ایک کارکن کہتا ہے کہ میں اس وقت تک

واپس نہیں آیا جب تک میں نے میاں بیوی کے درمیان عداوت اور نفرت کی دیوار کھڑی نہ کردی۔ اس وقت شیطان اسے اپنے پاس بلاتا ہے اور شاباش دیتے ہوئے کہتا ہے یہ ہے کرنے کا وہ اصل کام جو تو نے کیا!

ناجائز تحفے

لوگو! جب میں کسی کو زکوٰۃ کی وصولی کے لئے عامل بنا کر بھیجتا ہوں تو وہ واپسی پر آ کر کہتا ہے کہ یہ تو رہا سرکاری ٹیکس اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ وہ تحفے اور سوغاتیں ہیں، جو لوگوں نے مجھے دی ہیں اگر واقعی لوگوں نے یہ تحفے اور ہدیے اس کو دیئے ہیں تو ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ وہ اپنے ماں باپ کے گھر بیٹھا رہے اور لوگ اسے تحفے بھیجیں۔

خدا کی قسم! جو شخص بھی ناجائز طور پر کچھ حاصل کرے گا تو اس کا بوجھ اٹھائے وہ اللہ سے ملاقات کرے گا اور میں اس کو پہچان لوں گا جب اس کی گردن پر شور کرتی ہوئی گائے بلبلاتا ہوا اونٹ اور چیختی ہوئی بکری دیکھوں گا۔

اللہ العالمین! کیا میں نے حق بات پہنچادی؟

معیاری تاجر

بہترین پیشہ تجارت ہے اور سب سے اچھے تاجر وہ ہیں جو بات چیت میں جھوٹ نہیں بولتے، امانت میں خیانت نہیں کرتے، وعدے کی خلاف ورزی نہیں

کرتے، قرض لوٹانے میں ٹال مٹول نہیں کرتے اور قرض وصول کرنے میں سخت گیری سے کام نہیں لیتے، جب کوئی چیز بیچتے ہیں تو اس کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے نہیں ملاتے جب کوئی چیز خریدتے ہیں تو اس کی مذمت نہیں کرتے۔

شرک اور جھوٹی قسم

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جھوٹی قسم اٹھانے والوں اور شرک کرنیوالوں کی مذمت اس حدیث میں فرمائی ہے:

حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بڑے بڑے گناہ یہ ہیں خدا کا شریک ٹھہرانا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا کسی بے گناہ کی جان لینا اور جھوٹی قسم کھانا۔

غزوہ حنین کے بعد انصار سے خطاب

اے گروہ انصار! کیا یہ حقیقت نہیں کہ تم پہلے گمراہ تھے، پھر میری وجہ سے ہدایت پائی، تم منتشر اور پراگندہ تھے میری وجہ سے جمع ہوئے، تم مفلس تھے خدا نے میری وجہ سے تمہیں غنی کر دیا۔ ہاں ہاں۔ تم بھی یہ کہہ سکتے ہو اور تمہارا یہ کہنا سچ ہوگا: اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم ہمارے پاس اس وقت آئے جب ساری دنیا تمہیں جھٹلا رہی تھی۔ اس وقت ہم ہی تھے جنہوں نے تمہاری تصدیق کی سب نے تم کو چھوڑ دیا، ہم نے تمہاری مدد کی۔ دوسروں نے تمہیں نکال دیا ہم نے پناہ دی تم غریب تھے

ہم نے ساتھ دیا، لیکن اے گروہ انصار: کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ لوگ اونٹ بکریاں گھر لے کر جائیں اور تم خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ساتھ لے کر جاؤ، خدا کی قسم جس چیز کو تم لے کر جاؤ گے، وہ اس سے کہیں بہتر ہے، جو لوگ لے کر جا رہے ہیں۔

رزق حلال کی تلاش

اے لوگو! جو چیزیں جنت سے قریب اور دوزخ سے دور کرنے والی ہیں۔ وہ میں تمہیں بتا چکا ہوں اور ان چیزوں کی بھی نشاندہی کر چکا ہوں، جو جنت سے دور اور دوزخ سے قریب کرنے والی ہیں۔ جبریل امین (علیہ السلام) نے مجھے خبر دی ہے کہ کوئی انسان اس وقت تک نہیں مرے گا۔ جب تک وہ اپنے حصے کا مقررہ رزق نہ کھا لے۔

تو اے لوگو! اللہ سے ڈرو اور تلاش رزق میں غلط ذرائع استعمال نہ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ رزق کی تاخیر سے تم گناہ میں مبتلا ہو جاؤ۔

یاد رکھو خدا کے ہاں کئی چیزیں اس کی اطاعت و فرمانبرداری ہی سے حاصل ہوتی ہیں۔

حقوق العباد کی ادائیگی پر زور

لوگو! میں اس خدا کی حمد بیان کرتا ہوں، جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ بے

شک اس نے ہمارے حقوق مقرر کر دیئے ہیں، تو جس کی پیٹھ پر میں نے تازیانہ مارا ہو، یہ میری پیٹھ حاضر ہے، بدلہ لے لے، جس کو میں نے زبان سے برا بھلا کہا ہو تو وہ بھی اپنا بدلہ لے لے، اگر کسی سے میں نے مال لیا ہو، تو میرا مال حاضر ہے۔ اس میں سے اپنا حق لے لے یہ مت خیال کرنا کہ اس بدلہ لینے سے میرے دل میں کینہ و بغض پیدا ہوگا۔ یہ بات میری فطرت کے خلاف ہے۔

سن لو! تم میں سے وہی شخص مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے جو اپنا بدلہ لے لے یا معاف کر دے تاکہ میں سکون واطمینان کے ساتھ اپنے اللہ سے ملاقات کر سکوں اور میں محسوس کر رہا ہوں کہ اتنا کہہ دینا کافی نہ ہوگا بلکہ مجھے یہ اعلان بار بار کرنا ہوگا۔

لوگو! جس کے پاس بھی کسی کی کوئی چیز ہے، وہ اسے واپس کر دے دنیا کی رسوائی اور بدنامی کا خیال نہ کرے کیونکہ آخرت کی ذلت کے مقابلے میں دنیا کی ذلت کم تر ہے۔

دولت خرچ کرنے کے مثبت اثرات

لوگو! جو بچ رہے، اسے ضرورت مندوں میں تقسیم کر دو۔ ایک صاع غلہ ہی دے دو، اگر یہ نہ ہو سکے اس کا آدھا ہی سہی اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو ایک مٹھی آدھی مٹھی ہی دے دیا کرو، تم میں سے ہر شخص ایک کھجور یا آدھی کھجور دے کر اپنے آپ کو دوزخ

کے عذاب سے محفوظ کر سکتا ہے۔ اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو سائل کو میٹھے بول کے ساتھ رخصت کر دو، تم میں سے جب کوئی شخص اللہ کے سامنے حاضر ہوگا، تو اللہ اس سے کہے گا: کیا میں نے تجھے مال اور اولاد کی نعمت سے نہیں نوازا تھا؟ بندہ کہے گا: ہاں! مالک تو نے یہ نعمتیں دی تھیں۔ ارشاد ہوگا: تم نے کیا کیا؟ اس وقت وہ آگے پیچھے اور دائیں بائیں دیکھے گا، مگر دوزخ کی گرمی سے بچنے کے لئے کوئی چیز نہ پائے گا۔ پس اے لوگو! کم از کم آدھی کھجور دے کر ہی دوزخ سے بچنے کا سامان پیدا کرلو، ورنہ نرم جواب دے دو۔

مجھے تمہارے متعلق یہ خوف بالکل نہیں کہ تم فاقہ کشی کرو گے کیونکہ اللہ تمہارا مددگار ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ ایک عورت اکیلی حیرہ اور مدینہ کے درمیان سفر کر رہی ہے، مگر خوش حالی اور فارغ البالی کی وجہ سے اسے چور اور ڈاکو کا کوئی خطرہ نہیں۔

لوگو! مرنے سے پہلے سامان سفر تیار کرلو۔ خدا کی قسم ایک دن تم پر موت کی غشی ضرور طاری ہوگی اور تم اپنی بھیڑیں کسی رکھوالے کے بغیر چھوڑ کر چلے جاؤ گے، پھر وہ خدا جسے نہ کسی ترجمان کی ضرورت ہے اور نہ دربان کی۔ سوال کرے گا: کیا تمہارے پاس میرے احکام پہنچانے کے لئے میرا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں آیا اور کیا میں نے تم کو مال و دولت سے نہیں نوازا؟ اب بتاؤ تم نے کیا کیا کام کئے اس

وقت پریشانی اور گھبراہٹ کے عالم میں دائیں بائیں دیکھو گے، مگر تمہیں کچھ نظر نہ آئے گا، پھر سامنے کی طرف نظر دوڑاؤ گے، تو تمہیں دوزخ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں کے سوا کچھ دکھائی نہ دے گا۔ پس جو شخص آگ سے بچنا چاہتا ہو اور وہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی دینے کی استطاعت رکھتا ہو، تو وہ کھجور کا ٹکڑا ہی خدا کی راہ میں دے دے اور جسے اس کی بھی قدرت نہ ہو، تو وہ کلمہ طیبہ کے ورد سے اپنے آپ کو عذاب سے بچا سکتا ہے کیونکہ ایک نیکی کا بدلہ دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک دیا جائے گا۔

لوگو! خیرات کیا کرو اور صدقہ دیا کرو اور یاد رکھو دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ پہلے ماں باپ بہن بھائی پھر قریبی رشتے دار اس ترتیب سے اپنے عزیزوں کے ساتھ حسن سلوک کرو۔

اپنے اعمال کی اثر آفرینی

لوگو! اطاعت الٰہی سے اپنے آپ کو آراستہ کرلو۔ قناعت کی شال اوڑھ لو اور آخرت کو اپنا لو تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ تم جلد ہی اللہ کی طرف جانے والے ہو اور وہاں اچھے عملوں کے سوا کوئی اور چیز کام نہ دے گی۔ یقیناً تم اپنے اعمال کے ساتھ اللہ کے پاس جاؤ گے اور ان کا بدلہ پاؤ گے اور دیکھو کہیں ایسا نہ ہو کہ دنیا کی چمک دمک تمہیں جنت کی بلندیوں سے محروم کردے حق کے حسین وجمیل چہرے سے نقاب الٹی جا چکی ہے۔ شک وشبہے کے بادل چھٹ چکے ہیں۔ ہر شخص اپنا ٹھکانا اور اپنا مقام

اچھی طرح دیکھ سکتا ہے۔

بعض اجتماعی جرائم کی مخصوص سزائیں

اے گروہ مہاجرین! میں خدا کی پناہ طلب کرتا ہوں، اس بات سے کہ تم ان پانچ باتوں میں مبتلا ہو۔

۱۔ جب کسی قوم میں فحش و بدکاری اعلانیہ ہونے لگے تو لوگ طاعون اور ایسی دوسری دردناک بیماریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں، جن سے ان کے پہلے لوگ ناواقف تھے۔

۲۔ جب کوئی قوم ناپ تول میں کمی کرنے لگے تو وہ قحط سالی بدحالی اور حکومت کی زیادتی کی مصیبت میں گرفتار ہو جاتی ہے۔

۳۔ جب کوئی قوم زکوٰۃ کی ادائیگی سے رک جاتی ہے تو اس سے بارش روک لی جاتی ہے اگر جانور اور مویشی نہ ہوں تو ایک قطرہ بھی نہ برسے۔

۴۔ جب کوئی قوم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عہد شکنی کی مرتکب ہوتی ہے، تو اللہ تعالیٰ ان پر دشمن مسلط کر دیتا ہے جو ان سے ہر چیز چھین لیتا ہے۔

۵۔ جب ملک کے حکمران احکام خداوندی کے مطابق کاروبار حکومت چلانا ترک کر دیں تو اللہ اس قوم میں پھوٹ ڈال دیتا ہے، پھر لوگ انتشار کا شکار ہو کر رہ

جاتے ہیں۔

دنیا کی حقیقت

جس شخص کے پیش نظر آخرت ہوگی، اللہ اسے سیر چشمی اور سکون قلب کی نعمت سے بہرہ ور کردے گا اور دنیا ناک رگڑتی ہوئی اس کی چوکھٹ پر آئے گی اور جس نے دنیا کو اپنا مطمحِ نظر بنالیا اللہ اسے پراگندہ خاطر کردے گا اور اسے ہر وقت فقر و افلاس کا دھڑکا لگا رہے گا اور یاد رکھو ملنا اتنا ہی ہے جتنا تقدیر میں لکھا جاچکا ہے۔ جان لو کہ یہ دنیا بہت دلفریب و دلنشین ہے۔ اللہ تم کو اس میں غلبہ عطا فرما کر آزمائے گا کہ پھر تم کیا کرتے ہو۔ خدا سے ڈرتے رہو اور عورتوں کے حقوق تلف نہ کرو اور دیکھو جب کوئی شخص حق سے آگاہ ہوجائے، پھر اسے دنیا والوں کے خوف سے چھپانے کی کوشش نہ کرے۔

لوگو! تم گزری ہوئی قوموں کے جانشین ہو۔ تمہارے اسلاف قوت و طاقت میں تم سے بڑھ کر تھے اور وہ بالکل مطمئن تھے کہ اچانک اٹھا لئے گئے۔ زمانے نے ان کے ساتھ اس وقت غداری اور بے وفائی کی جب وہ اس پر پوری طرح بھروسہ کر چکے تھے۔ اس وقت قبیلے کی جمعیت اور دولت کی طاقت انہیں کوئی فائدہ نہ پہنچا سکی اور نہ ان کی طرف سے کوئی فدیہ قبول کیا جاسکا۔ اچانک پکڑ کا وقت آنے سے پہلے زادِ راہ کا انتظام کرلو، مگر تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ تم تیار نہیں ہوتے اور کاتب تقدیر نے جو

چاہا لکھ دیا۔

اے لوگو! ان انسانوں کی طرح نہ ہو جاؤ کہ جو دنیا کی زلف کی اسیر ہو گئے ہیں۔ تمناؤں اور آرزوؤں کے طلسم میں پھنس کر رہ گئے ہیں اور بدعتوں کے گہرے سمندر میں ڈوب گئے ہیں۔ انہوں نے اس سرائے فانی سے دل لگایا اور ہر آن اس بدلتی ہوئی دنیا سے اپنا رشتہ اور تعلق مضبوط کیا۔

گزرے ہوئے زمانے کے مقابلے میں اس دنیا کا اتنا تھوڑا سا حصہ رہ گیا ہے، جتنا اونٹنی کو بٹھانے یا دودھ کی ایک دھار لینے میں لگتا ہے۔

تم کدھر جا رہے ہو اور کیا دیکھ رہے ہو؟ خدا کی قسم دنیا کا یہ موجودہ وقت اسی طرح گزر جائے گا گویا کبھی تھا ہی نہیں۔

جس منزل کی طرف تم نے جانا ہے وہ لازوال ہے۔ سو سامان حمل و نقل فراہم کر لو اور زادِ راہ مہیا کر لو۔

تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ جو آگے بھیج دیا جاتا ہے، اس پر اجر ملتا ہے اور جو پیچھے چھوڑ دیا جائے اس پر ندامت کے سوا کچھ نہیں ملتا۔

دنیا فنا ہونے والی ہے یہ تکلیفوں اور مصیبتوں کا گھر ہے۔ نیک لوگ اس کی طرف مائل نہیں ہوتے اور بروں سے زبردستی چھین لی جاتی ہے۔ خوش قسمت ہے وہ جو اس سے بے نیاز رہا اور بدبخت ہے وہ جو اس میں کھو گیا۔

جو دنیا سے محبت کرے گا وہ اسے دھوکا دے گی، جو اس کی اطاعت کرے گا وہ اسے گمراہ کرے گی، جو اس کا حلقہ بگوش ہوگا وہ اس پر ظلم و ستم ڈھائے گی۔ مبارکباد کے قابل ہے وہ شخص جو اس سے الگ رہا اور تباہ ہوا، جو اس کی طرف جھک گیا۔

خوشخبری ہے، اس شخص کے لئے، جو اللہ سے ڈرے۔ اپنے نفس کو نصیحت کرے گناہوں سے توبہ کرے اور موت سے پہلے اپنی خواہشات ترک کردے۔

پھر تو تنگ و تاریخ قبر میں چلا جانا ہے، جہاں نیکیوں میں اضافہ ہو سکے گا اور نہ برائیوں میں کمی اس کے بعد ہمیشہ کی زندگی جنت میں گزرے گی یا دوزخ میں۔

انسانی حقوق کا عہد آفریں چارٹر

اے اللہ کے بندو! میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور اس کی اطاعت کی دعوت دیتا ہوں اور ابتدا کرتا ہوں اس سے جو مکمل خیر ہے۔ لوگو! غور سے سنو، میں یہ بات وضاحت سے تمہارے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں، شاید اس سال کے بعد میں تمہیں اس جگہ نہ مل سکوں۔ لوگو! تمہارا خون تمہارا مال ایک دوسرے پر حرام ہے یہاں تک کہ تم خدا کے سامنے پیش ہو جیسا کہ یہ دن یہ مہینہ اور شہر تمہارے لیے قابل احترام ہے۔ بتاؤ، کیا میں نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا؟ اے خدا تو گواہ رہنا جس کے پاس کسی کی امانت ہو، وہ اسے اس کے مالک کے حوالے کر دے۔ دور جاہلیت کے سودی کاروبار آج سے ممنوع قرار دے دیے گئے ہیں اور سب سے پہلے میں اپنے چچا (حضرت عباسؓ) کی سودی رقمیں معاف کرتا ہوں۔ جاہلیت کے تمام مفاخر ختم کیے جاتے ہیں۔ صرف کعبہ کی تولیت اور

حاجیوں کو پانی پلانے کا عہدہ باقی رکھا جائے گا۔ قتل عمد کا قصاص ضروری ہے۔ عمد کا مشابہ وہ قتل ہے، جو لاٹھی یا پتھر سے واقع ہو، اس کی دیت سو اونٹ ہیں، جو زیادہ چاہے، وہ اہل جاہلیت میں سے ہوگا۔

لوگو! شیطان اس بات سے تو مایوس ہو گیا کہ اس سرزمین پر اس کی عبادت کی جائے ،لیکن وہ اس پر بھی مطمئن ہے کہ چھوٹی چھوٹی باتوں میں اس کے اشاروں کی تعمیل کی جائے گی۔ لوگو! مہینے کو اپنی جگہ سے ہٹا دینا کفر میں زیادتی کرنا ہے۔ کافر اس سے گمراہی پھیلاتے ہیں ایک سال جس مہینے کو حلال کرتے ہیں۔ دوسرے سال اسی کو حرام کر دیتے ہیں تا کہ جو گنتی اللہ نے رکھی ہے، اسے کسی نہ کسی طرح پورا کرلیں۔ زمانہ گھوم پھر کر وہیں آ گیا جہاں سے کائنات کی پیدائش کے دن شروع ہوا تھا۔ خدا کے نزدیک مہینوں کی تعداد بارہ ہے اور اس نے اسے اپنی کتاب میں لکھ دیا تھا، جس دن آسمان اور زمین پیدا ہوئے تھے۔ اس دن سے چار مہینے محترم ہیں، تین مہینے تو پے در پے ہیں اور چوتھا الگ ہے، ذیقعد، ذی الحجہ، محرم اور رجب جو جمادی الاخری اور شعبان کے درمیان آتا ہے۔

لوگو! عورتوں کے تم پر حقوق ہیں اور تمہارے ان پر حقوق ہیں۔ تمہارے حقوق یہ ہیں کہ وہ تمہارے بستر پر کسی اور کو نہ سلائیں اور تمہاری اجازت کے بغیر ایسے لوگوں کو گھر میں نہ آنے دیں، جن کو تم پسند نہیں کرتے اور فحش کام نہ کریں، اگر وہ ایسا کریں تو خدا نے تمہیں ان سے علیحدہ ہونے ان سے الگ سونے اور اعتدال کے ساتھ مارنے کی بھی اجازت دے رکھی ہے اور اگر وہ ایسا کرنے سے رک جائیں اور تمہاری اطاعت شروع کر دیں تو ان کا نان ونفقہ اور لباس تمہارے ذمے ہے۔ تمہاری پاس عورتیں قیدیوں کی طرح ہیں خود کچھ نہیں

کرسکتیں۔تمہارے پاس وہ خدا کی امانت کی طرح ہیں اور تم اس کے نام سے ان کو اپنے لئے حلال کرتے ہو۔پس ان کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو اور ان کیلئے بھلائی سوچا کرو۔

کیا میں نے بات پہنچا دی؟ اے خدا گواہ رہنا۔

لوگو! سب مومن اپنے بھائی کا مال اس کی مرضی کے بغیر لینے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔لوگو! میرے بعد کافر ہو کر ایک دوسرے کے قتل کے در پے نہ ہو جانا۔ میں تمہارے پاس ایسی چیز چھوڑتا ہوں جس پر عمل کرنے سے تم کبھی گمراہ نہ ہو گے، وہ چیز قرآن مجید ہے۔ لوگو! تمہارا پروردگار ایک اور تمہارا باپ ایک ہے اور تم سب آدمؑ کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے بنے تھے۔تم میں اللہ کے نزدیک محترم و مکرم وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔ کسی عربی کو عجمی پر تقویٰ کے سوا کوئی برتری حاصل نہیں۔کیا میں نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا؟ گواہ رہنا حاضرین کو چاہئے کہ وہ یہ باتیں دوسروں تک پہنچا دیں۔

لوگو! خدا نے میراث میں ہر وارث کا جداگانہ حصہ مقرر کیا ہے۔وارث کے حق میں کوئی وصیت نہیں ہو سکتی اور وصیت ایک تہائی سے زیادہ میں موثر بھی نہیں۔لڑکا نکاح والے کا ہے اور زنا کار کے لئے پتھر ہے، جو اپنے باپ کے سوا کسی کو اپنا باپ بنائے یا جو آزاد شدہ غلام اپنے آقا کے سوا کسی دوسرے کے ساتھ انتساب کرے، تو اس پر خدا اور اس کے فرشتوں کی لعنت قیامت کے دن اس سے کوئی بدلہ قبول نہ ہوگا۔

کتابیات...... 1: سیرت النبی ﷺ جلد دوم (مولانا شبلی نعمانیؒ)۔
2: کتاب اللؤلؤ والمرجان۔ 3: ریاض الصالحین۔ 4: نہج الفصاحت

باب نمبر ۱۵

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طرزِ زندگی

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ

وعلیٰ آلک واصحابک یا سیدی یا حبیب اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم

ذکر رسول مقبول

سب سے پہلے مشیت کے انوار سے نقش روح محمدؐ بنایا گیا
پھر اسی نقش سے لے کر کچھ روشنی بزم کون ومکاں کو سجایا گیا

وہ چراغ محبت جو روز ازل خلوت لامکاں میں جلایا گیا
نور سے اس کے آخر جہاں کا جہاں ذرے ذرے کا دل جگمگایا گیا

وہ محمدؐ بھی احمدؐ بھی محمودؐ بھی حسن مطلق کا شاہد بھی مشہور بھی
علم وحکمت میں وہ غیر محدود بھی ظاہراً اُمیوں میں اٹھایا گیا

کس لئے مجھ کو قاسم ہو محشر کا غم! میرے آقا ہیں وہ میرے مولا ہیں وہ
جن کے قدموں میں جنت بسائی گئی جن کے ہاتھوں سے کوثر لٹایا گیا

(مولانا محمد قاسم نانوتویؒ)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طرزِ زندگی

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول تھا کہ راستہ میں ملنے والوں سے سلام کہتے اور سلام کہنے میں پہل کرتے۔ کسی کو پیغام بھجواتے تو ساتھ سلام ضرور کہلواتے۔ کسی کا سلام پہنچایا جاتا، تو بھیجنے والے کو بھی اور لانے والے کو بھی جُدا جُدا سلام کہتے۔ ایک بار لڑکوں کی ٹولی کے پاس سے گزرے تو انہیں سلام کیا۔ عورتوں کی جماعت کے قریب سے ہو کر نکلے تو انہیں سلام کیا۔ گھر میں داخل ہوتے ہوئے اور گھر سے نکلتے ہوئے گھر والوں کو بھی سلام کہتے۔ احباب سے معانقہ بھی فرماتے اور مصافحہ بھی۔ مصافحہ سے ہاتھ اس وقت تک نہ کھینچتے جب تک دوسرا خود ہی اپنا ہاتھ الگ نہ کرتا۔

مجلس میں جاتے تو اس امر کو ناپسند کرتے کہ صحابہ تعظیم کے لئے کھڑے ہوں، مجلس کے کنارے ہی بیٹھ جاتے۔ کندھوں پر سے پھاند کر بیچ میں گھسنے سے احتراز فرماتے۔ فرمایا: ''اسی طرح اٹھتا بیٹھتا ہوں، جس طرح خدا کا ایک بندہ اٹھتا بیٹھتا ہے۔ (روایت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

اپنے زانو ساتھیوں سے بڑھا کر نہ بیٹھتے کوئی آتا تو اعزاز کے لئے اپنی چادر بچھا دیتے۔ آنے والا جب تک خود نہ اٹھتا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجلس سے الگ نہ ہوتے۔ اہل مجلس کی گفتگو میں غیر متعلق موضوع نہ چھیڑتے بلکہ جو سلسلہ کلام چل رہا

ہوتا، اسی میں شامل ہو جاتے چنانچہ نمازِ صبح کے بعد مجلس رہتی اور اس میں صحابہ سے خوب باتیں ہوتیں۔ جاہلیت کے قصے چھڑ جاتے اور ان پر خوب ہنسی بھی ہوتی۔ صحابہ شعر بھی پڑھتے۔ جس موضوع سے اہلِ مجلس کے چہروں پر اُکتانے کا اثر محسوس ہوتا، اسے بدل دیتے۔ ایک ایک فردِ مجلس پر توجہ فرماتے تا کہ کوئی یہ نہ محسوس کرے کہ کسی کو اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فوقیت دی ہے۔ دورانِ تکلم کوئی شخص غیر متعلق سوال چھیڑ دیتا، تو اسے نظر انداز کر کے گفتگو جاری رکھتے اور سلسلہ پورا کر کے پھر اس کی طرف متوجہ ہو جاتے۔ خطاب کرنے والے کی جانب سے اس وقت تک رخ نہ پھیرتے جب تک وہ خود منہ نہ پھیر لیتا۔ کان میں کوئی سرگوشی کرتا تو جب تک وہ بات پوری کر کے منہ نہ ہٹا لیتا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برابر اپنا سر اُسی کی طرف جھکائے رکھتے۔ کسی کی بات کو کبھی نہ کاٹتے، الا یہ کہ حق کے خلاف ہو۔ اس صورت میں یا تو ٹوک دیتے یا چہرے پر ناگواری آجاتی یا اُٹھ کر چلے جاتے۔ ناپسند تھا کہ کھڑے کھڑے کوئی اہم بحث چھیڑ دی جائے۔ ناپسندیدہ باتوں سے یا تو اعتراض فرماتے ورنہ گرفت کرنے کا عام طریقہ یہ تھا کہ براہِ راست نام لے کر ذکر نہ کرتے بلکہ عوامی انداز میں اشارہ کرتے یا جامع طور پر نصیحت کر دیتے۔ انتہائی تکدر کی صورت میں جو فقط دینی امور میں ہوتا تھا، احباب کو احساس دلانے کے لئے زیادہ سے زیادہ یہ طریق اظہار تھا کہ یا تو شخص متعلق کے آنے پر سلام قبول نہ کرتے یا عدم التفات

دکھاتے۔ ناپسندیدہ آدمی کے آنے پر بھی خندہ پیشانی سے پیش آتے چنانچہ ایک بار کوئی آیا، جسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (اپنے گروہ کا برا آدمی) سمجھتے تھے، مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بے تکلفی سے بات چیت کی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس پر تعجب ہوا، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''قسم ہے کہ قیامت کے دن کی خدا کے حضور وہ شخص بدترین مقام پائے گا، جس سے لوگ اس کی بدسلوکی کے ڈر سے ملنا چھوڑ دیں''۔

کسی کی ملاقات کو جاتے تو دروازے کے دائیں یا بائیں کھڑے ہو کر اطلاع دینے اور اجازت لینے کے لئے تین مرتبہ سلام کہتے۔ جواب نہ ملتا تو بغیر کسی احساس تکدر کے واپس چلے آتے۔ رات کو کسی سے ملنے جاتے تو اتنی آواز میں سلام کہتے کہ اگر وہ جاگتا ہو، تو سن لے اور سو رہا ہو تو نیند میں خلل نہ آئے۔ بدن یا لباس سے کوئی شخص تنکا یا مٹی وغیرہ ہٹاتا، تو شکریہ ادا کرتے ہوئے فرماتے (خدا تم سے ہر اس شے کو دُور کرے، جو تمہیں بُری لگے) ہدیہ قبول کرتے اور جواباً ہدیہ دینے کا خیال رکھتے۔ کسی شخص کو اتفاقاً کوئی تکلیف پہنچ جاتی، تو اسے بدلہ لینے کا حق دیتے اور کبھی عوض میں کوئی ہدیہ دیتے۔ کوئی شخص نیا لباس پہن کر سامنے آتا تو فرماتے: (یعنی خوب ہے خوب دیر تک پہنو، بوسیدہ کرو) بدسلوکی کا بدلہ بُرے سلوک سے نہ دیتے بلکہ عفو و درگزر سے کام لیتے۔ دوسرے کے قصور معاف کر دیتے، تو اطلاع کے ساتھ اپنا

عمامہ علامت کے طور پر بھیج دیتے۔ کوئی پکارتا تو خواہ وہ گھر کا آدمی ہو یا رفقاء میں سے ہمیشہ ''لبیک'' (حاضر ہوں) کہتے۔

بیماروں کی عیادت کو اہتمام سے جاتے۔ سرہانے بیٹھ کر پوچھتے (تمہاری طبیعت کیسی ہے؟) بیمار کی پیشانی اور نبض پر ہاتھ رکھتے۔ کبھی سینے اور پیٹ پر دستِ شفقت پھیرتے اور کبھی چہرے پر۔ کھانے کو پوچھتے۔ بیمار کسی چیز کی خواہش کرتا، تو اگر مضر نہ ہوتی، تو منگوا دیتے۔ تسلی دیتے اور فرماتے: (فکر کی کوئی بات نہیں، خدا نے چاہا تو جلد صحت یاب ہو گے) شفا کے لئے دعا فرماتے۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے تین بار دعا کی۔ مشرک چچاؤں کی بیمار پرسی بھی کی۔ ایک یہودی بچے کی عیادت بھی فرمائی (جو ایمان لے آیا) اس کام کے لئے کوئی دن اور وقت مقرر نہ تھا۔ جب بھی اطلاع ملتی اور وقت ملتا تشریف لے جاتے۔ ایک بار حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیمار پڑے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے رفیق خاص حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے ساتھ لئے ہوئے پیدل خاصی دُور تک چل کر گئے (مدینہ کی آبادی پھیلی ہوئی تھی)۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے ہوش پڑے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا، پھر وضو کیا، پانی کے چھینٹے دیئے، دعا کی اور مریض کی حالت سنبھلنے لگی۔ چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بات چیت کی اور اپنے ترکہ کے متعلق مسائل پوچھے۔

تواضع کی انتہا یہ تھی کہ منافقین کے لیڈر عبداللہ بن ابی تک کی عیادت فرمائی۔

جب کسی شخص کی وفات ہوجاتی، تو تشریف لے جاتے، عالم نزع میں بلایا جاتا یا از خود اطلاع پا کر پہنچتے تو توحید اور توجہ الی اللہ کی تلقین کرتے۔ میت کے لواحقین سے ہمدردی کا اظہار فرماتے، صبر کی نصیحت کرتے اور چلانے اور بکا کرنے سے روکتے۔ سفید کپڑوں میں اچھا کفن دینے کی تاکید کرتے اور تجہیز و تکفین میں جلدی کراتے۔ جنازہ اٹھتا تو ساتھ ساتھ چلتے۔ مسلمانوں کے جنازے خود پڑھاتے اور مغفرت کے لئے دعا کرتے۔ کوئی جنازہ گزرتا، تو چاہے وہ غیر مسلم کا ہو، کھڑے ہوجاتے (بیٹھے رہنے کی روایت بھی ہے اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ قیام کا طریقہ منسوخ ہوگیا تھا۔ (ملاحظہ ہو، زادِ المعاد، ج 1، ص 145) تلقین فرماتے کہ میت کے گھر والوں کے لئے لوگ کھانا پکوا کر بھجوائیں (کجا آج یہ الٹی رسم مسلط ہے کہ میت والے گھر میں دوسروں کی ضیافت ہوتی ہے) ناپسند تھا کہ باقاعدہ مجلس تعزیت کا سلسلہ ایک رسمی ضابطے کے طور پر کئی روز جاری رہے۔

کوئی مسافر سفر سے واپس آتا اور حاضری دیتا، تو اس سے معانقہ کرتے، بعض اوقات پیشانی چوم لیتے۔ کسی کو سفر کے لئے رخصت فرماتے تو کہتے کہ بھائی ہمیں اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا۔ محبت آمیز بے تکلفی میں کبھی کبھی احباب کے ناموں کو مختصر کرکے بھی پکار لیتے، جیسے یا ابا ہریرہ کی بجائے ''اباہر'' حضرت عائشہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہا کو کبھی کبھار ''عائش'' کہہ کر پکارتے۔

بچوں سے بہت دلچسپی تھی۔ بچوں کے سر پر ہاتھ پھیرتے، پیار کرتے، دُعا فرماتے، ننھے بچے لائے جاتے، تو انہیں گود میں لے لیتے۔ انہیں بہلانے کے لئے عجیب سے کلمے فرماتے، یعنی خرقۃ خرقۃ فی عین کل بقہ ایک معصوم بچے کو بوسہ دیتے ہوئے فرمایا: (یہ بچے تو خدا کے باغ کے پھول ہیں) بچوں کے نام تجویز کرتے، بچوں کو قطار میں جمع کر کے انعامی دوڑ لگواتے کہ دیکھیں کون ہمیں پہلے چھو لیتا ہے۔ بچے دوڑتے ہوئے آتے تو کوئی سینہ پر گرتا، کوئی پیٹ پر۔ بچوں سے دل لگی بھی کرتے، مثلاً حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کبھی کبھار پیار سے اس طرح بلاتے: (او، دو کانوں والے) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی ابو عمیر کا پالا ہوا ممولا مر گیا، تو وہ اُداس بیٹھا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے تو پکار کر کہا ''یا ابا عمیر! تمہارے ممولے کو کیا ہوا؟ عبداللہ بن بشیر کے ہاتھ ان کی والدہ نے ہدیہ کے طور پر انگور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجے۔ صاحب زادے میاں راستہ میں کھا گئے۔ بعد میں معاملہ کھلا، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیار سے عبداللہ کے کان پکڑ کر کہتے ''اودھو کے باز، اودھو کے باز۔ سفر سے آرہے ہوتے، تو جو بچہ راستے میں ملتا اسے سواری پر بٹھا لیتے۔ چھوٹا ہوتا، تو آگے، بڑا ہوتا تو پیچھے۔ فصل کا میوہ پہلی بار آتا تو دعائے برکت مانگ کر کم عمر بچے کو دے دیتے۔ آپ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کے پیش نظر تھا کہ یہی نئی پود آئندہ تحریک اسلامی کی علمبردار ہوگی۔

بوڑھوں کا احترام فرماتے۔ فتح مکہ کے موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ضعیف العمر والد کو (جو بینائی سے بھی محروم ہو چکے تھے) بیعتِ اسلام کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لائے، فرمایا: انہیں کیوں تکلیف دی، میں خود ان کے پاس چلا جاتا۔

مروّت کی انتہا یہ تھی کہ مدینہ کی ایک عورت جس کی عقل میں کچھ فتور تھا، آتی ہے اور کہتی ہے کہ مجھے کچھ کہنا ہے...... آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے فرماتے ہیں کہ تم چلو، کسی کوچے میں انتظار کرو، میں ابھی آتا ہوں چنانچہ اس کی بات جا کر سنی اور اس کا کام کر کے دیا۔ ایسا ہی ایک واقعہ عدی بن حاتم نے دیکھا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مروّت کو نبوت کی علامت کے طور پر لیا۔ میل جول کی زندگی میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن کردار کی تصویر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خوب کھینچی ہے، وہ فرماتے ہیں: ''میں دس برس تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں رہا اور آپ نے مجھے کبھی اف تک نہ کہی۔ کوئی کام جیسا بھی کیا، نہیں کہا کہ یہ کیوں کیا، اور کوئی کام نہ کیا تو نہیں کہا کہ کیوں نہیں کیا۔ یہی معاملہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خادموں اور کنیزوں کے ساتھ رہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان میں سے کسی کو کبھی نہیں مارا، نہ کسی سے کوئی ذاتی انتقام لیا۔ بجز اس کے کہ آپ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم خدا کے راستے میں جہاد کریں یا قانون الٰہی کے تحت اس کی مقرر کردہ حرمتوں کے تحفظ کے لئے کاروائی کریں"۔

خالص نجی زندگی

اکثر بڑے لوگ وہ کہلاتے ہیں، جو پبلک لائف کے لئے ایک مصنوعی کردار کا چغہ پہنے رکھتے ہیں، جو نجی زندگی میں اتر جاتا ہے۔ باہر دیکھئے تو بڑی آن بان ہے، گھر پہنچے تو انتہائی پستی میں جا گرے۔ باہر سادگی اور تواضع دکھائی دی، گھر کو پلٹے تو عیش و نعم میں ڈوب گئے۔ پبلک اور پرائیویٹ زندگی میں کسی شخص کے ہاں جتنا زیادہ اختلاف اور فاصلہ ہوتا ہے، اتنا ہی اس کا مرتبہ ادنیٰ ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھئے تو ایک ہی رنگ گھر میں بھی ہے اور گھر سے باہر بھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کسی نے دریافت کیا کہ "رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر میں کیا کیا کرتے تھے؟ انہوں نے جواب میں فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آدمیوں میں سے ایک آدمی تھے۔ اپنے کپڑوں کی دیکھ بھال خود ہی کر لیتے، بکری کا دودھ خود دوہتے اور اپنی ضرورتیں خود ہی پوری کر لیتے۔ نیز اپنے کپڑوں کو خود ہی پیوند لگا لیتے، اپنے جوتے کی مرمت کر لیتے اور یہ کہ اپنے ڈول کو ٹانکے لگا لیتے، بوجھ اٹھاتے، جانوروں کو چارہ ڈالتے، کوئی خادم ہوتا تو اس کے ساتھ مل کر کام کرا دیتے۔ (مثلاً): اسے آٹا پسوا دیتے، کبھی اکیلے ہی مشقت کر لیتے،

بازار جانے میں عار نہ تھی، خود ہی سودا سلف لاتے اور ضرورت کی چیزیں ایک کپڑے میں باندھ کر اٹھالاتے۔

لوگوں نے یہ بھی دریافت کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب گھر میں ہوتے تو کیا رنگ رہتا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بتاتی ہیں: سب سے زیادہ نرم خُو، متبسم، خندہ جبیں اور اس زینت کی شان یہ تھی کہ "کبھی کسی خادم کو جھڑکا نہیں۔" حق یہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر کوئی بھی اپنے اہل وعیال کے لئے شفیق نہ تھا۔ (مسلم)

ایک بار حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوچھنے پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں آتے، تو اپنا وقت تین طرح کی مصروفیات میں صرف کرتے۔ کچھ وقت خدا کی عبادت میں صرف ہوتا، کچھ وقت اہل وعیال کے لئے تھا اور کچھ وقت اپنے آرام کے لئے۔ پھر انہی اوقات میں سے ایک حصہ ملاقاتیوں کے لئے نکالتے، جن میں مسجد کی عام مجالس کے علاوہ خصوصی گفتگو کرنے والے احباب یا مہمان آکر ملتے یا کچھ لوگ ضروریات وحاجات لے کر آتے۔ دیکھا جائے۔ تو آرام کے لئے بہت ہی کم وقت رہ جاتا تھا۔

ازواجِ مطہرات کے نان ونفقہ اور مختلف ضروریات کا انتظام بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کرنا ہوتا، پھر ان کی تعلیم وتربیت بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

ذمے تھی، پھر انہی کے ذریعے طبقہ خواتین کی اصلاح کا کام جاری رہتا۔ عورتیں اپنے مسائل لے کر آتیں اور ازواج مطہرات کی معرفت دریافت کرتیں۔ اس کے باوجود گھر کی فضا کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی خشک اور بوجھل نہ بننے دیا اور نہ اس میں کوئی مصنوعی انداز پیدا ہونے دیا۔ گھر ایک عام انسانی گھر کی طرح تھا، جس کی فضا میں فطری جذبات کا مدوجزر رہتا۔ اس میں آنسوؤں کی چمک بھی ہوتی اور تبسموں کی لمعانی بھی، محبتیں بھی کارفرما تھیں اور کبھی کبھار رشک کا کھچاؤ بھی پیدا ہوتا۔ پریشانیاں بھی رہتیں اور تفریح کے لمحات بھی آتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس باغ میں آتے تو نسیم کے جھونکے کی طرح آتے اور ایک عجیب شگفتگی پھیل جاتی۔ بات چیت ہوتی، کبھی کبھار قصہ گوئی بھی ہوتی اور دلچسپ لطائف بھی وقوع میں آتے۔ مثلاً اپنا ایک واقعہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے خزیرہ (گوشت کا قیمہ کر کے پانی میں پکاتے اور پھر اس پر آٹا چھڑکتے جو ساتھ ہی پکتا) تیار کیا۔ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی موجود تھیں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دونوں کے درمیان بیٹھے تھے۔ بے تکلفی کی فضا تھی۔ میں نے سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا کہ کھاؤ۔ انہوں نے انکار کیا، پھر اصرار سے کہا کہ تمہیں ضرور کھانا ہوگا۔ انہوں نے پھر انکار کیا۔ ادھر سے پھر کہا گیا کہ اس میں سے کھاؤ ورنہ میں اٹھا کر تمہارے منہ پر مل دوں گا۔ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی ہٹ دکھائی،

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خزیرہ میں ہاتھ ڈالا اور واقعی حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے چہرے پر لیپ دیا۔ اس بے تکلفی پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوب ہنسے اور سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا کہ تم اس کے منہ پر ملوتا کہ حساب برابر ہو جائے چنانچہ سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایسا ہی کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکرر ہنسے۔

کھانا پینا

کھانے پینے کا ذوق بہت نفیس تھا۔ گوشت سے خاص رغبت تھی۔ زیادہ ترجیح دست، گردن اور پیٹھ کے گوشت کو دیتے۔ نیز پہلو کی ہڈی پسند تھی۔ ثرید (گوشت کے شوربے میں روٹی کے ٹکڑے بھگو کر یہ مخصوص عربی کھانا تیار کیا جاتا تھا) تناول فرمانا مرغوب تھا۔ پسندیدہ چیزوں میں شہد، سرکہ، خربوزہ، ککڑی، لوکی، کھچڑی، اور مکھن وغیرہ اشیاء شامل تھیں۔ دودھ کے ساتھ کھجور (بہترین مکمل غذا بنتی ہے) کا استعمال بھی اچھا لگتا اور مکھن لگا کے کھجور کھانا بھی ذوق میں شامل تھا۔ کُھرچن (تہ یگی) سے بھی انس تھا۔ ککڑی نمک لگا کر اور خربوزہ شکر لگا کر بھی کھاتے۔ مریضوں کی پرہیز غذا کے طور پر حریرہ کو اچھا سمجھتے اور تجویز بھی فرماتے۔ میٹھا پکوان بھی مرغوب تھا۔ اکثر جو کے ستو بھی استعمال فرماتے۔ ایک مرتبہ بادام کے ستو پیش کئے گئے، تو یہ کہ کر انکار کر دیا کہ یہ امر کی غذا ہے۔ گھر میں شوربا پکتا تو کہتے کہ ہمسائے کے لئے ذرا زیادہ

بنایا جائے۔

پینے کی چیزوں میں نمبر ایک پر میٹھا پانی تھا اور بطور خاص دو روز کی مسافت سے منگوایا جاتا۔ دودھ، پانی ملا دودھ (جسے کچی لسی کہا جاتا ہے) اور شہد کا شربت بھی رغبت سے نوش فرماتے۔ مشکیزے یا پتھر کے برتن میں پانی ڈال کر کھجور بھگو دی جاتی اور اسے متواتر دن بھر استعمال کرتے۔ بہ روایت ابو مالک اشعری یہ بھی فرمایا کہ میری اُمت میں سے بعض لوگ شراب پئیں گے اور اس کا نام بدل کر کچھ اور رکھ دیں گے۔ (چنانچہ سلاطین مابعد نے نبیذ کے نام سے منشیات کا استعمال کیا)۔

افراد کا الگ الگ بیٹھ کر کھانا ناپسند تھا، اکٹھے ہو کر کھانے کی تلقین فرمائی۔ میز کرسی پر بیٹھ کر کھانے کو اپنی شان فقر کے خلاف سمجھتے، اسی طرح دسترخوان پر چھوٹی چھوٹی پیالیوں اور طشتریوں میں کھانا رکھا جانا بھی خلاف مزاج تھا۔ سونے چاندی کے برتنوں کو بالکل حرام فرما دیا تھا۔ کانچ، مٹی، تانبے اور لکڑی کے برتنوں کو استعمال میں لاتے رہے۔ دسترخوان پر ہاتھ دھونے کے بعد جوتا اتار کر بیٹھتے۔ سیدھے ہاتھ سے کھانا لیتے اور اپنے سامنے کی طرف سے لیتے۔ برتن کے وسط میں ہاتھ نہ ڈالتے۔ ٹیک لگا کر کھانا پینا بھی خلاف معمول تھا۔ دوزانو پر بیٹھتے۔ ہر لقمہ لینے پر بسم اللہ پڑھتے۔ ناپسندیدہ کھانا بغیر عیب نکالے خاموشی سے چھوڑ دیتے۔ زیادہ گرم کھانا نہ کھاتے۔ کبھی کبھار پکا گوشت چھری سے کاٹ کاٹ کر بھی کھایا ہے، مگر یہ پُر تکلف

طریقہ مرغوب نہ تھا۔ کھانا ہمیشہ تین انگلیوں سے لیتے اور انہیں لتھڑنے نہ دیتے۔ کبھی کبھار میوہ یا پھل کھڑے ہو کر یا چلتے ہوئے بھی کھا لیا۔ دو پھل اکٹھے بھی کھائے ،مثلاً: ایک ہاتھ میں خربوزہ لیا اور دوسرے میں کھجور۔ کھجور کی گٹھلی الٹے ہاتھ سے پھینکتے ۔ دعوت ضرور قبول فرماتے اور اگر اتفاقاً کوئی دوسرا آدمی (بات چیت کرتے ہوئے یا کسی اور سبب سے) ساتھ ہوتا تو اسے لے تو جاتے ،مگر صاحب خانہ سے اس کے لئے اجازت لیتے ۔ مہمان کو کھانا کھلاتے تو بار بار اصرار سے کہتے کہ اچھی طرح بے تکلفی سے کھاؤ۔ کھانے کی مجلس سے بہ تقاضائے مروّت سب سے آخر میں اٹھتے ۔ دوسرے لوگ اگر پہلے فارغ ہو جاتے ،تو ان کے ساتھ ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اٹھ جاتے ۔ فارغ ہو کر ہاتھ ضرور دھوتے ۔ دعا کرتے جس میں خدا کی نعمتوں کے لئے ادائے شکر کے کلمات ہوتے ۔ نیز طلب رزق فرماتے اور صاحب خانہ کے لئے برکت چاہتے ۔ کھانے کی کوئی چیز آتی تو حاضر دوستوں کو باصرار شریک کرتے اور غیر حاضر دوستوں کا حصہ رکھ دیتے ۔ پھل وغیرہ کھانے کی مجلس میں ایک ایک دانہ لینے کی تربیت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی ۔ پانی غٹ غٹ کی آواز نکالے بغیر پیتے اور بالعموم تین بار پیالہ منہ سے الگ کر کے سانس لیتے اور ہر بار آغاز ''بسم اللہ'' اور اختتام ''الحمد اللہ والشکر اللہ'' پر کرتے ۔ عام طریقہ بیٹھ کر پانی پینے کا تھا ۔ پینے کی چیز مجلس میں آتی تو بالعموم داہنی جانب سے دور چلاتے اور جہاں ایک دور

ختم ہوتا دوسرا وہیں سے شروع کرتے ۔ بڑی عمر کے لوگوں کو ترجیح دیتے ، مگر داہنے
ہاتھ والوں کے مقررہ استحقاق کی بنا پر ان سے اجازت لے کر ہی ترتیب توڑتے ۔
احباب کو کوئی چیز پلاتے تو خود سب سے آخر میں پیتے اور فرماتے ''ساقی آخر میں پیا
کرتا ہے'' ۔ کھانے پینے کی چیزوں میں پھونک مارنا اور یا انہیں سونگھنا ناپسند تھا ۔
سانس میں بُو کا ہونا چوں کہ خلاف مزاج تھا اس لیے کچی پیاز اور لہسن کا استعمال ہمیشہ
ناپسند رہا ۔ کھانے پینے کی چیزوں کو ڈھانکنے کا حکم دیا ہے ۔ کوئی نیا کھانا سامنے آتا تو
کھانے سے پہلے اس کا نام معلوم فرماتے ۔

زہر خورانی کے واقعہ کے بعد معمول ہو گیا تھا کہ اگر کوئی اجنبی شخص کھانا کھلاتا
تو پہلے ایک آدھ لقمہ خود اسے کھلاتے ۔ ذوق کی اس نفاست کے ساتھ دوسری طرف
اکثر اوقات فقر و فاقہ کا الم درپیش رہا ، جس کی تفصیل یہاں ممکن نہیں ۔ فرمایا: میرا
کھانا پینا ایسا ہے جیسے (خدا کے) کسی بندے کا ہونا چاہئے ۔

نشست و برخاست

کبھی دونوں ہاتھ زانوؤں کے گرد حلقہ زن کر لیتے ، کبھی ہاتھوں کے بجائے
کپڑا (چادر وغیرہ) لپیٹ لیتے ۔ بیٹھے ہوئے ٹیک لگاتے تو بالعموم الٹے ہاتھ پر ۔ فکر یا
سوچ کے وقت بیٹھے ہوئے زمیں کو لکڑی سے کریدتے ۔ سونے کے لئے سیدھی
کروٹ سوتے اور دائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر داہنا رخسار رکھ لیتے ۔ کبھی چت لیٹتے اور

پاؤں پر پاؤں بھی رکھ لیتے، مگر ستر کا اہتمام رکھتے۔ پیٹ کے بل اوندھا لیٹنا سخت ناپسند تھا اور اس سے منع فرماتے تھے۔ ایسے تاریک گھر میں سونا پسند نہ تھا جس میں چراغ نہ جلایا گیا ہو۔ کھلی چھت پر جس کی پردے کی دیوار نہ ہو سونا اچھا نہ سمجھتے، وضو کر کے سونے کی عادت تھی اور سوتے وقت مختلف دعائیں پڑھنے کے علاوہ آخری تین سورتیں (سورۂ اخلاص، اور معوذتین) پڑھ کر بدن پر دم کر لیتے۔ سوتے ہوئے ہلکی آواز سے خراٹے لیتے۔ رات میں قضائے حاجت کے لئے اٹھتے تو فارغ ہونے کے بعد ہاتھ منہ ضرور دھو لیتے۔ سونے کے لئے ایک تہ بند علیحدہ تھا۔ کرتہ اتار کر ٹانگ دیتے۔

بشری حاجات

ضرورت کے لئے چوں کہ اس دور میں گھروں میں بیت الخلاء نہ تھے، اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنگل جاتے۔ عموماً اتنی دور تک جاتے (دو، دو میل تک) کہ نظروں سے اوجھل ہو جاتے۔ ایسی نرم زمین تلاش کرتے کہ چھینٹے نہ اڑیں۔

غسل کے لئے پردہ ضروری قرار دیا تھا۔ گھر میں نہاتے تو کپڑے کا پردہ تانا جاتا۔ کبھی بارش میں نہاتے تو تہ بند باندھ لیتے۔ چھینک پست آواز سے لیتے اور ہاتھ یا کپڑا منہ پر رکھ لیتے۔

سفر

سفر کے لئے جمعرات کو روانگی زیادہ پسند تھی۔ سواری کو تیز چلاتے، پڑاؤ سے صبح کے وقت کوچ کرنا معمول رہا۔ سفر (Camp Life) میں جو اجتماعی کام در پیش ہوتے ان میں ضرور حصہ لیتے۔ چنانچہ ایک بار کھانا تیار کرنے کی مہم تھی۔ سارے ساتھیوں نے کام تقسیم کئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی لکڑیاں چننا اپنے ذمہ لیا۔ کہا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تکلیف نہ کریں، ہم سب اس کام کے لئے کافی ہیں۔ فرمایا کہ مجھے امتیاز پسند نہیں۔ سفر میں اپنی سواری پر باری باری کسی نہ کسی پیادہ ساتھی کو شریک کرتے سفر میں رات میں واپس آنا پسند نہ تھا۔ آتے تو سیدھے گھر جانے کی بجائے مسجد میں جا کر نفل ادا کرتے۔ گھر میں اطلاع ہو جانے کے بعد اطمینان سے جاتے۔

جذبات

انسانیت کا کوئی تصور ہم جذبات کو الگ رکھ کر نہیں کر سکتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی انسانی جذبات کے بہترین اسلوب پر کارفرما تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت ہی صاحب احساس ہستی تھے اور خوشی میں خوشی اور غم میں غم سے متاثر ہوتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان نام نہاد بڑے لوگوں میں سے نہ تھے، جو دنیا

جہان کے غم میں گھلے جاتے ہیں، لیکن گھر کے لئے سنگدل اور تغافل کیش ثابت ہوتے ہیں۔ باہر کی زندگی پُر ہنگامہ ہوتی ہے گھر کی پھیکی اور بدمزہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ازواج کے ساتھ سچی محبت تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ ایک ہی پیالہ میں پانی پیتے اور جہاں وہ منہ لگاتیں وہیں منہ لگاتے۔ انصار کی بچیوں کو بلواتے تاکہ وہ ان کے ساتھ کھیلیں۔ حبشیوں کے ورزشی کرتب اس انداز سے دکھائے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ٹھوڑی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کندھے پر تھی۔ بار بار پوچھتے کہ ”کیا تم سیر ہوگئی ہو؟“ وہ کہتیں: ”ابھی نہیں“۔ دیر تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اونٹ پر سوار کرانے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا گھٹنا بڑھا دیتے اور اس پر آنجناب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنا پیر رکھ کر سوار ہو جاتیں۔ ایک مرتبہ سفر میں ناقہ کا پاؤں پھسلا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جناب صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دونوں گر پڑے۔ ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ساتھ تھے۔ دوڑے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پہلے خاتون کی طرف توجہ کرو۔ ایک بار ساربان نے اونٹوں کو تیز چلایا تو فرمانے لگے: ”دیکھو، آبگینے ہیں، آبگینے! ذرا احتیاط سے۔ اسی محبت کی وجہ سے ایک بار شہد نہ کھانے کی قسم کھالی تھی، جس پر حکم آیا کہ ”حلال شے کو حرام نہ کرو“۔

اپنے بچوں کے لئے بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جذبات بڑے گہرے تھے۔ حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رضاعت کے لئے ایک لوہار کے گھر میں مدینہ کے بالائی حصے میں رکھا گیا تھا انہیں دیکھنے کے لئے خاصہ فاصلہ چل کر تشریف لے جاتے۔ گھر میں دُھواں بھرا ہوتا، مگر وہاں بیٹھتے اور بچے کو گود میں لے کر پیار کرتے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آتیں تو اٹھ کر استقبال کرتے۔ خود تشریف لے جاتے۔ اپنی کہتے ان کی سنتے۔ ان کے صاحب زادوں امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہت پیار تھا۔ انہیں گود میں لیتے، انہیں کندھوں پر سوار کرتے ان کے لئے گھوڑا بنتے۔ حالت نماز میں بھی انہیں کندھوں پر بیٹھنے دیتے۔ ایک بار اقرع بن حابس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جناب حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بوسہ لیتے دیکھا تو تعجب سے کہا کہ میرے تو دس بیٹے ہیں میں نے کبھی کسی کو پیار نہیں کیا، مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بوسہ لیتے ہیں۔ فرمایا: جو رحم نہیں کرتا، اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

صاحب زادے ابراہیم کی وفات ہوئی تو صدمہ سے آنکھیں ڈبڈبا آئیں۔ اسی طرح ایک صاحب زادی کی وفات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں ہوئی۔ اُم ایمن (کنیز) چلا چلا کر رونے لگیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع

فرمایا، تو کہنے لگیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بھی تو رو رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا رونا منع نہیں۔ یہ رونا اس رقت کی وجہ سے ہے وہ اللہ کی ایک رحمت ہے۔ اپنی صاحب زادی کلثوم کی قبر پر کھڑے ہوئے تو اس وقت بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

عثمان بن مظعون کی میت کے سامنے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھیں اشکبار تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ اپنے رونے کی کیفیت کو خود بیان فرمایا: "آنکھیں اشک آلود ہیں، دل غمزدہ ہے، مگر ہم اپنی زبان سے اس کے ماسوا کچھ نہیں کہتے جو ہمارے رب کو پسند ہے"۔ غم کی حالت میں اکثر زبان سے یہ الفاظ ادا ہوتے: رونے میں اونچی آواز نہ نکلتی بلکہ ٹھنڈا سانس لیتے اور ہانڈی کے ابلنے جیسی آواز سینے سے نکلتی۔

یہ دل حساس جب اپنے خدا کے حضور میں عرض و نیاز کر رہا ہوتا یا قرآنِ ورد زبان ہوتا تو ایسی حالت میں بسا اوقات پلکوں پر موتی چمکنے لگتے۔ ایک بار عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمائش کر کے قرآن سنا۔ وہ جب سورۂ نساء کی اس آیت پر پہنچے، (اس وقت کیا حال ہوگا جب کہ ہم ہر اُمت میں سے ایک گواہ کو اٹھا کر کھڑا کریں گے اور ان لوگوں پر تمہیں گواہ بنا کے لائیں گے) تو آنکھوں سے سیل اشک رواں ہو گیا۔

یہ رقت سرچشمہ ہے، ان جذبات ہمدردی وشفقت کا جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ساری انسانیت سے تھی اور خصوصاً اسلامی جماعت کے افراد سے! حیرت ہے کہ اس نزاکت احساس کے ساتھ ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشکلات و مصائب کے مقابلے میں کس درجہ کے صبر واستقلال کا مظاہرہ کیا۔

ذوق مزاح

ہم پہلے بھی ذکر کر چکے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خندہ روئی کی صفت سے متصف تھے، بلکہ فرمایا: ''تیرا اپنے بھائی کے سامنے مسکراتے ہوئے آنا بھی ایک کارِ خیر ہے''۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ شان بھی بیان ہو چکی ہے کہ **کان بساماً ضاحکا**۔ عظیم کارنامے انجام دینے والی شخصیت کے لئے یہ ایک لازمی وصف ہے کہ وہ فرائض حیات کے بوجھ کو اپنے تبسم سے گوارا بنا دے اور ساتھیوں کے دلوں میں گھر کر لے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ حال تھا کہ **قد کان یباسط اصحابہ بما یولج جنھہ فی القلوب** یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے بے تکلفانہ انداز مزاح سے پیش آتے تھے کہ رفقا کے دلوں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت رچ بس گئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنسی، دل لگی کی باتیں کرتے، اور مجلس میں شگفتگی کی فضا پیدا کر دیتے، مگر توازن واعتدال ہمیشہ ملحوظ رہتا مزاج کا رنگ آٹے

میں نمک کی طرح ہلکا رہتا اور اس میں بھی نہ تو خلاف حق کبھی کوئی بات شامل ہوتی نہ کسی کی دل آزاری کی جاتی اور نہ ٹھٹھے لگا کر ہنسنا معمول تھا۔ غنچوں کا سا تبسم ہوتا جس میں زیادہ سے زیادہ دانتوں کے کیلے دکھائی دیتے۔ حلق نظر نہ آتا۔

ایک بار تعجب سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم سے مذاق بھی فرما لیتے ہیں؟" ارشاد فرمایا: ہاں! مگر خلاف حق کوئی بات نہ کہتے"۔

یہاں ہم حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزاح کے چند نمونے درج کرتے ہیں، جو سنت کے ریکارڈ میں محفوظ ہیں:

☆ کسی سائل نے سواری کا اونٹ مانگا۔ فرمایا: ہم تمہیں اونٹنی کا ایک بچہ دیں گے۔ سائل نے حیرت سے کہا کہ میں اسے لے کر کیا کروں گا۔ فرمایا: ہر ایک اونٹ کسی اونٹنی کا بچہ ہی ہوتا ہے۔

☆ ایک بڑھیا نے آکر عرض کی کہ میرے لئے دعا کیجئے کہ خدا مجھے جنت عطا فرمائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزاحاً کہا: "اے امِ فلاں! جنت میں کوئی بوڑھی عورت نہیں جاسکتی۔ وہ روتی ہوئی اٹھ کر جانے لگی۔ حاضرین سے فرمایا: اسے کہو کہ خدا تعالیٰ اسے بڑھاپے کے ساتھ جنت میں نہیں لے جائے گا بلکہ اس کا ارشاد ہے کہ جنت میں جانے والیوں کو اللہ تعالیٰ جوانی سے سرفراز فرمائے گا۔

☆ زاہر (یا رہبر) نامی ایک بدوی تھے۔ ان سے بے تکلفی تھی۔ آپ اپنے اس بدوی دوست کو شہر سے متعلق کاموں میں امداد دیتے اور وہ دیہات سے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کام کرلاتا، نیز مخلصانہ جذبے سے ہدیے دیتا (جن کی قیمت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہ اصرار ادا فرماتے) چنانچہ فرماتے کہ زاہر دیہات میں ہمارا گماشتہ ہے اور ہم شہر میں اس کے گماشتہ ہیں۔ یہی زاہر ایک دن بازار میں اپنا کچھ سودا بیچ رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیچھے سے جا کر چپکے سے آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیے اور پوچھا بتاؤ میں کون ہوں۔ وہ پہلے تو کچھ نہ سمجھے پھر جب معلوم ہوا، تو فرطِ اشتیاق میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینے سے اپنے کندھے ملا دیے، پھر حضور نے مزاحاً کہا کہ کون اس غلام کو خریدتا ہے۔ زاہر کہنے لگے: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مجھ جیسے ناکارہ غلام کو جو خریدے گا، گھاٹے میں رہے گا۔ فرمایا: تم خدا کی نظر میں ناکارہ نہیں ہو۔

☆ ایک موقع پر مجلس میں کھجوریں کھائی گئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مزاح کے طور پر گٹھلیاں نکال نکال کر علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آگے ڈالتے رہے۔ آخر میں گٹھلیوں کے ڈھیر کی طرف اشارہ کر کے ان سے کہا کہ تم نے تو بہت کھجوریں کھالیں۔ انہوں نے کہا کہ میں نے گٹھلیوں سمیت نہیں کھائیں۔

☆ غزوۂ خندق کے موقع پر ایک واقعہ کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

خوب ہنسے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دانت تک دکھائی دیئے۔ ہوا یہ کہ عامر کے والد سعد تیر پھینک رہے تھے ایک دشمن زد پر تھا، وہ ڈھال بڑی پھرتی سے چہرے کے سامنے رکھ لیتا۔ سعد کے تیر کاری نہیں بیٹھ رہے تھے۔ آخری بار سعد نے تیر کمان چڑھایا اور تاک میں رہے کہ موقع ملے تو چھوڑیں۔ اس نے جوں ہی ڈھال سے سر نکالا، تیر سیدھا پیشانی میں پیوست ہوگیا۔ اس بُری طرح چکرا کر گرا کہ ٹانگیں اُوپر کو اٹھ گئیں۔

بعد کے لوگوں کو اس رنگ مزاح کا حال سن کر تعجب ہوتا تھا، کیوں کہ ایک تو مذہب کے ساتھ تقشّف کا تصور ہمیشہ موجود رہا ہے اور خدا پرستوں اور متقیوں کی ہمیشہ رونی صورتیں اور خشک طبیعتیں لوگوں کے سامنے رہی ہیں، دوسرے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبادتِ رب، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خشیت، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھاری ذمہ داریوں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تفکرات کا خیال کرتے ہوئے یہ سمجھنا مشکل ہو جاتا ہے کہ اس نمونۂ انسانیت نے ان مسکراہٹوں کے لئے زندگی کے نقشے میں کیسے جگہ پیدا کی۔ چنانچہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ "کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رفقاء بھی ہنسا کرتے تھے؟" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ہاں ہنستے تھے اور ان کے دلوں میں پہاڑ سے زیادہ بڑا ایمان تھا۔ (یعنی ہنسی دل لگی ایمان و تقویٰ کی نقیض نہیں ہے) تیروں کا نشانہ (بطور

مشق) کرتے ہوئے دوڑتے تھے اور باہم دگر ہنستے تھے"۔ (روایت قتادہ)

نمازِ صبح کے بعد مجلس رہتی اور اس میں جاہلی دور کی باتیں بھی چھڑتیں اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی خوب ہنستے۔ بچوں سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دل لگی کرنے کے واقعات ہم بیان کر چکے ہیں۔ علاوہ ازیں گھر میں ازواج کے ساتھ ہنسنے ہنسانے کا ذکر بھی گزر چکا ہے۔

تفریحات

متوازن زندگی کا لازمی جزو تفریحات (جائز حدود میں) بھی ہیں مزاح کی طرح یہ جزو ساقط ہو جائے، تو زندگی بوجھ بن جاتی ہے اور جس نظام حیات میں تفریحات کی گنجائش نہ رکھی گئی ہو اسے کوئی معاشرہ دیر تک اٹھا نہیں سکتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی بعض تفریحات پسند تھیں اور جائز حدوں میں ان کے لئے راستے نکالے۔

شخصی طور پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو باغوں کی سیر کا شوق تھا، کبھی تنہا اور کبھی رفقاء کے ساتھ باغوں میں چلے جاتے اور وہیں مجلس آرائی بھی ہو جاتی۔

تیرنے کا مشغلہ بھی تھا اور احباب کے ساتھ کبھی کبھار تالاب میں تیرا کرتے۔ دو دو ساتھیوں کے جوڑے بنائے جاتے اور پھر ہر جوڑ کے ساتھی دور سے تیر کر ایک دوسرے کی طرف آتے۔ ایک موقع پر اپنا ساتھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پسند کیا۔

وقفے کے بعد بارش پڑتی تو تہہ بند باندھ کر پھوار میں نہایا کرتے۔ کبھی تفریحاً کسی کنویں میں پاؤں لٹکا اس کے دہانے پر بیٹھتے۔ دوڑوں اور تیراندازی کے مقابلے کراتے اور اکھاڑے میں خود پوری دلچسپی سے شریک رہتے۔ ایسے موقع پر ہنسی بھی ہوتی۔

ازانجملہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شعر سے بھی دلچسپی لی ہے۔ عرب میں جو شعر پرستی رائج تھی، اس سے تو آپ کو بُعد تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نغمۂ الہام کی جاذبیتیں اتنا موقع ہی نہ دیتی تھیں کہ شعر و سخن کی طرف زیادہ توجہ ہو، مگر دوسری طرف ذوق شعر سے قدرت نے محروم نہیں رکھا۔ اچھے شعر (بلحاظ مقصد) کی قدر فرماتے تھے بلکہ کہنا چاہیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک نیا ذوق معاشرے کو دیا اور ایک نیا معیار نقد مقرر فرمایا۔ جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک سو سے زیادہ مجالس میں شریک ہوا ہوں، جن میں جاہلیت کے قصے بھی ہوتے تھے اور صحابہ شعر بھی سنایا کرتے۔ شاعران عرب کے کلام میں سے ایک بار لبید کا یہ مصرع پسندیدگی سے پڑھا:

''دنیا کی ساری نعمتیں زائل ہو جانے والی ہیں''۔

حضرت شرید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک سفر میں یکے بعد دیگرے فرمائش

کر کر کے امیہ بن ابی صلت کے سو شعر سنے۔ آخر میں فرمایا کہ یہ شخص اسلام لانے کے قریب پہنچ گیا تھا۔ بعض اوقات خود بھی (خصوصاً میدان جنگ میں) بلا ارادہ شعر کے انداز پر کلمات فرمائے ہیں۔ حضرت حسان اور کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے دشمنان اسلام کے ہجویہ اشعار کے جواب میں شعر کہلاتے اور کبھی کبھی حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے منبر پر بٹھا کر اس سے پڑھواتے اور کہتے کہ "یہ اشعار دشمنوں کے حق میں تیر سے زیادہ سخت ہیں"۔

یہ بھی فرمایا کہ: "مومن تلوار سے بھی جہاد کرتا ہے اور زبان سے بھی"۔

چند متفرق ذوقیات

آخر میں ہم بعض ایسے خاص ذوقیات و اطوار کا ذکر کرتے ہیں جنہیں کسی دوسرے عنوان کے تحت نہیں لیا جا سکا:

☆ کسی سے چیز لیتے تو سیدھے ہاتھ سے لیتے اور کوئی چیز دیتے تو سیدھے ہاتھ سے دیتے۔

☆ خطوط لکھواتے تو سب سے پہلے بسم اللہ لکھواتے۔ پھر مرسل کا نام اور اس کے نیچے مرسل الیہ کا نام ہوتا۔ اس کے بعد اصل مضمون لکھا جاتا۔ خاتمے پر مہر لگواتے۔

☆ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوہام پسندی سے پاک تھے اور شگون نہ لیتے تھے

البتہ اشخاص اور مقامات کے اچھے نام پسند آتے۔ بُرے نام پسند نہ کرتے۔ سفر میں اقامت کے لیے ایسا ہی مقام کا انتخاب کرتے، جس کے نام میں خوشی یا برکت یا کامیابی کا مفہوم ہوتا۔ اسی طرح جس شخص کے نام میں لڑائی جھگڑے یا نقصان کا معنی شامل ہوتا اسے کام نہ سونپتے۔ ایسے آدمیوں کو نامزد کرتے، جن کے ناموں میں خوشی یا کامیابی کا مفہوم پایا جائے۔ بہت سے ناموں کو تبدیل بھی فرمایا۔

☆ سواریوں میں سے گھوڑا بہت پسند تھا۔ فرماتے: گھوڑے کے ایال میں قیامت تک کے لئے خیر و برکت ہے۔ گھوڑے کی آنکھ، منہ، ناک کو اہتمام سے اپنے ہاتھوں سے صاف کرتے۔

☆ شور، ہنگامہ اور ہڑبونگ اچھی نہ لگتی۔ ہر کام میں سکون و وقار اور نظم و ترتیب چاہتے۔ نماز تک کے بارے میں کہا کہ بھاگم بھاگ نہ آؤ ”تمہارے لیے سکون و وقار لازم ہے“۔ یوم عرفہ کو ہجوم تھا بڑا شور و ہنگامہ تھا۔ لوگوں کو اپنے تازیانہ سے اشارہ کرتے ہوئے نظم و سکون کا حکم دیا اور فرمایا: جلدی مچانے کا نام نیکی نہیں ہے۔

اخلاق

حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کا بیان یہاں کسی ضمنی عنوان کے تحت کیا نہیں جا سکتا۔ وہاں تو پوری زندگی حسن خلق ہی کی تفسیر ہے، جس کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا تھا: انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ

قول بہت ہی جامع ہے کہ احسن الناس ہونے کی کیفیت یہ تھی کہ کسی کو عمر بھر تکلیف نہیں پہنچائی (ماسوا ان باتوں کے جو حکم الٰہی کے تحت تھیں) اور دوسروں کی زیادتیوں پر کبھی انتقام نہیں لیا۔ ہر کسی سے عفو فرمایا، یہاں تک کہ مکہ اور طائف کے بیدادگروں کو معاف کیا اور منافقین و اشرار سے درگزر کیا۔ اجود الناس ہونے کا عالم یہ تھا کہ جابر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو کچھ بھی کسی نے مانگا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی نہ نہیں کی۔ (موجود ہوا تو دے دیا، کبھی قرض لے کر دیا، نہیں موجود ہوا، تو دوسرے وقت آنے کو کہا یا سکوت اختیار کیا)۔

اشجع الناس ہونے کیلئے فی الجملہ یہ امر کافی ہے کہ نظریۂ حق کو لے کر تن تنہا اٹھے اور زمانے بھر کی مخالفتوں اور مظالم کے مقابلے میں جمے کھڑے رہے۔ کبھی کسی خطرناک ترین موقع پر بھی خوف یا کمزوری کا اظہار نہ کیا۔ غارِ ثور ہو یا احد و حنین کے معرکے، ہر موقع پر یقین محکم کا مظاہرہ کیا۔

باب نمبر ١٦
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے
محبت کے خوبصورت واقعات

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ
وعلیٰ آلک واصحابک یا سیدی یا حبیب اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم

ذکر رسول مقبول

سوزِ جگر کی آبرو قلب و نظر کی آبرو
نعتِ حبیبِ کبریا جذب و اثر کی آبرو

پلکیں اُٹھیں تو ہو سحر پلکیں جھکیں تو شام ہو
اُنکا جمالِ ناز ہے شام و سحر کی آبرو

اُنکے قدم جو پڑ گئے عالمِ سنگ و خشت میں
بس پھر بڑھی چلی گئی مٹی کے گھر کی آبرو

مخمصہ ذات کا ہے کیا ، جھگڑا صفات کا ہے کیا
سارے چمن سے بڑھ کے ہے اُس گُلِ تر کی آبرو

قلب و نظر میں بس گئی وہ سبز سبز روشنی
صد شکر ہو گئی عطا قلب و نظر کی آبرو

ہم بے نوا گداؤں کی اُنکے ہی دم قدم سے ہے
چاہے اِدھر کی آبرو ، چاہے اُدھر کی آبرو

حسن و حسین و فاطمہ حیدر و زینب و عباس
ہاں اِسی ایک گھر سے ہے سارے نگر کی آبرو

وہ جو مرے حضور کے ہم رہ و ہمقدم رہے
اُن پر نثار لاکھ بار شمس و قمر کی آبرو

عمران تبسم

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کے خوبصورت واقعات

فرمانِ نبوی ﷺ ہے:

''تم میں سے کوئی شخص اُس وقت تک مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے والدین، اُس کی اولاد اور تمام لوگوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں'' (صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب حُبّ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من الایمان)

سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اُس کے نزدیک اُس کے گھر والوں سے، اُس کے مال سے اور تمام لوگوں سے محبوب نہ بن جاؤں'' (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب: وجوب محبۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

درج ذیل فرمانِ مبارک میں تین چیزیں کامل ایمان کا ذریعہ اور سبب بتائی گئی ہیں، آیئے اس کی طرف توجہ کرتے ہیں:

ارشادگرامی ہے:

''تم میں سے کوئی آدمی اُس وقت تک کامل مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے باقی سب سے بڑھ کر محبت نہ رکھے اور جب تک اسے حالتِ کفر، جس سے اللہ نے اسے نجات بخشی، میں دوبارہ

جانے سے آگ میں جانا عزیز نہ ہو جائے اور کوئی شخص اس وقت کامل ایمان والا نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اسے، اس کی اولاد، اس کے والدین اور دیگر تمام لوگوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں'' (مسند احمد بن حنبل، رقم الحدیث: 12897)

جس شخص میں یہ تین چیزیں ہوں گی۔ اس نے ایمان کی حلاوت پالی:

۱۔ اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے (دنیا کی) ہر چیز سے بڑھ کر محبت۔

۲۔ جس سے محبت کرے، صرف اللہ کی رضا کے لئے محبت کرے۔

۳۔ کفر میں جانا اسے اتنا بُرا لگے جتنا آگ میں پھینکا جانا بُرا لگتا ہے (صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب حلاوۃ الایمان، رقم: 16)

ایک بار حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''جو مجھ سے محبت رکھتا ہے، وہ (حضرت) اُسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت رکھے''۔

(جس نے سیدنا حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی۔)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کی وجہ سے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت کی وجہ سے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات کی وجہ سے صحابہ کرام

رضی اللہ تعالیٰ عنہم سمیت ساری امتِ مسلمہ، سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دل کی گہرائیوں سے محبت رکھتی ہے۔ سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا:

''حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے فرزند ہیں، جس نے ان سے محبت کی، اُس نے مجھ سے محبت کی، جس نے مجھ سے محبت کی، اللہ اس سے محبت کرے گا اور اسے جنت میں داخل کرے گا، جس نے ان دونوں سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا''۔ (المستدرک علی الصحیحین للحاکم، کتاب معرفة الصحابة)

البدایہ والنہایہ میں علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

''یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان دونوں شہزادوں کی بہت تکریم فرماتے تھے۔ انہیں محبت سے اٹھاتے اور انہیں عطیات سے نوازتے جیسا کہ ان کے والد گرامی سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطیات وغیرہ پیش کرتے تھے۔ ایک بار یمن سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کچھ حُلّے آئے، جو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں میں مناسب انداز میں تقسیم فرمادیئے، لیکن ان شہزادوں کو ان میں سے نہیں دیا اور فرمایا: ان میں سے کوئی حُلّہ تمہارے شایانِ شان نہ تھا، اس لیے میں نے حاکمِ یمن کو لکھا ہے کہ وہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کے لئے اعلیٰ قسم کے دو حُلّے بھجوائے چنانچہ وہاں سے منگوا کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں پہنائے"۔ (البدایۃ والنہایۃ 226/8)

سیدنا عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، میں نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک جنازے پر یہ دعا مانگتے سنا:

"اے اللہ! اس بندے کی بخشش فرما، اس پر رحم فرما، اسے عافیت بخش، اس سے درگزر فرما، اسے عزت والی جگہ پر ٹھہرا، اس کی قبر کو کشادہ فرما، اسے پانی، برف اور اولوں سے دھودے اور اسے گناہوں سے یوں پاک فرما جیسے سفید کپڑا دھل کر میل کچیل سے صاف ہو جاتا ہے۔ اسے اس کے (دنیاوی) گھر سے بہتر گھر عطا فرما، گھر والوں سے بہتر گھر والے عطا فرما، بیوی سے بہتر بیوی عطا فرما، اسے جنت میں داخل فرما، عذاب قبر سے بچا اور آگ کے عذاب سے اس کی حفاظت فرما"۔

محبت وشفقت سے بھرپور لہجے میں ایک صحابی کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ دعا سن کر سیدنا عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارفتگی سے یہ تمنا کرنے لگے کہ کاش یہ میت میری ہوتی"۔ (صحیح مسلم، کتاب الجنائز)

اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک صحابی حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے:

"آقا! بلاشبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے میری جان سے بھی زیادہ محبوب

ہیں، میرے اہل وعیال اور اولاد سے بھی عزیز تر ہیں۔

میں جب گھر میں ہوتا ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یاد آجاتی ہے تو پھر مجھے گھر میں قرار نہیں آتا یہاں تک کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار سے فیض یاب ہوجاتا ہوں۔ اب سوچتا ہوں کہ جب میں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دنیا سے رخصت ہوجائیں گے اور جنت میں داخل ہوجائیں گے تو حال یہ ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو دیگر انبیاء کے ساتھ بلند درجات میں ہوں گے اور میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نچلے درجوں میں ہوں گا، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیسے دیکھ سکوں گا؟"

(آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار کی لذت کیسے حاصل کر پاؤں گا)

صحابی کی بات سن کر ابھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ فرمایا نہیں تھا کہ جبرائیل امین یہ آیت لے کر نازل ہوئے:

"اور جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرے تو ایسے لوگ (روزِ آخرت) ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعامات فرمائے۔ انبیاء ،صدیقین، شہدا اور صالحین کے ساتھ۔ ان کی رفاقت کس قدر بہترین ہوگی"۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان صحابی کو اپنے قریب بلایا اور یہ آیت مبارکہ انہیں پڑھ کر سنائی۔ (سورۃ النساء 4:69)

گویا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں یہ بتا دیا کہ تم اطاعت کرتے جاؤ، اللہ تعالیٰ تمہاری یہ آرزو بھی جنت میں پوری کر دے گا۔ تمہیں حضور کی رفاقت بھی نصیب ہوگی اور دیدار کی سعادت بھی۔

خادمِ رسول، سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں غزوۂ اُحد کے موقع پر اہل مدینہ اُس وقت بے حد پریشان ہو گئے جب انہوں نے (کفار و منافقین کی جانب سے پھیلائی ہوئی) افواہیں سنیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہید کر دیا گیا ہے۔ مدینہ طیبہ میں رونے والیوں کی چیخ و پکار بڑھنے لگی۔ عین اس موقع پر مدینہ منورہ کی ایک خاتون کمر بند باندھے باہر آئی وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تلاش کرتے ہوئے آگے بڑھ رہی تھی۔ وہ کئی لاشوں کے پاس سے گزری، جن میں اس کے بیٹے کی لاش بھی تھی، باپ کی، شوہر کی اور بھائی کی لاش بھی۔ (حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں پہلے کس کی لاش کے پاس گزری، یہ مجھے یاد نہیں) بہر حال جب وہ آخری لاش کے پاس پہنچی تو لوگوں سے پوچھا: یہ کس کی لاش ہے؟ انہوں نے بتایا: یہ تمہارے باپ کی لاش ہے، یہ تمہارے بھائی کی، یہ تمہارے شوہر کی اور وہ تمہارے بیٹے کی لاش ہے۔ اس نے سنی اَن سنی کرتے ہوئے کہا: مجھے صرف یہ بتلاؤ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کیا گزری؟ لوگوں نے بتایا وہ دیکھو سامنے چلے آتے ہیں۔ وہ پوری قوت سے آگے بڑھی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کا دامن تھام کے جوش محبت میں یوں بولی:

''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان! جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سلامت ہیں تو کوئی غم نہیں''۔

(یعنی باپ کی شہادت، بیٹے کی، شوہر کی اور بھائی کی شہادت کا کوئی غم اور صدمہ نہیں۔ آپ کو صحیح سلامت دیکھ کر میرے سب غم کافور ہو گئے۔)

ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اپنی جانیں فدا کریں گے

سیدنا مقداد بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اسلام لانے والے اولین سات صحابہ میں شامل ہیں۔ اسود بن عبد یغوث کے ہاں پرورش پانے کی وجہ سے یہ مقداد بن اسود مشہور ہو گئے، درحقیقت یہ مقداد بن عمرو ہیں۔ مشرکین مکہ کے مظالم سے تنگ آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اجازت سے حبشہ ہجرت کر گئے پھر کچھ عرصے بعد لوٹ کر مکہ مکرمہ آ گئے، پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر مدینہ طیبہ کی جانب ہجرت فرمائی۔ غزوۂ بدر میں سپہ سالار اعظم، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اسلام کا پہلا معرکہ لڑا۔ اس غزوہ سے قبل جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ سے مشاورت فرما رہے تھے، اس وقت انہوں نے اپنے ایمانی جذبات کا اظہار جس انداز سے کیا سب کے دلوں میں جوش جہاد گرمانے لگا، ہر ایک صحابی دیوانہ وار لڑنے اور جام

شہادت نوش کرنے کو بے تاب نظر آنے لگا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرۂ انور خوشی سے کھل اٹھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں سراہا اور دعائیں دیں۔ان کے الفاظ یہ تھے:

''اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! جس چیز کا اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا ہے اس کو انجام دیجئے، ہم سب آپ کے ساتھ ہیں۔اللہ کی قسم! ہم بنی اسرائیل کی طرح ہرگز یہ نہیں کہیں گے کہ اے موسیٰ علیہ السلام آپ اور آپ کا رب جا کر لڑیں، ہم تو یہیں بیٹھے ہیں بلکہ ہم بنی اسرائیل کے برعکس یہ کہیں گے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رب لڑیں ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مل کر جہاد وقتال کا حق ادا کریں گے'' (السیرۃ الحلبیہ، 358/2)

دوسری جگہ یہ الفاظ وارد ہیں:

''ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دائیں بائیں اور آگے پیچھے ہر طرف سے دیوانہ وار لڑیں گے۔

راویٔ حدیث حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ان کی باتوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرۂ انور فرطِ مسرت سے چمک اٹھا (صحیح بخاری، کتاب المغازی)

سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معروف صحابی ہیں۔ حدیبیہ کے مقام پر جن جاںنثاروں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ مبارک پر بیعت کی تھی یہ ان صحابہ میں شامل ہیں۔ تبوک کے موقع پرسواریاں نہ ملنے پر غم سے نڈھال ہوکر رونے والوں میں یہ بھی شامل تھے جن کا تذکرہ خود رب العالمین نے کیا ہے (سورۂ توبہ 92:9)

بصرہ میں سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں جن دس صحابہ کو تعلیمِ دین دینے کے لئے بھجوایا تھا ان میں یہ بھی نمایاں طور پر موجود تھے (اسد الغابہ 170/2)

ان کا بھتیجا غلیل میں چھوٹی سی کنکری رکھ کر انگلی سے اس کو پھینک رہا تھا۔ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے سمجھایا، بھتیجے !ایسا نہ کرو۔ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس کھیل سے کچھ فائدہ نہیں، نہ اس کنکری سے شکار ہوسکتا ہے اور نہ ہی اس سے دشمن کو کچھ نقصان پہنچایا جاسکتا ہے ،ہاں اتفاقاً کسی کو لگ جائے تو آنکھ پھوٹ جائے یا دانت ٹوٹ جائے۔

کم عمر بھتیجے نے چچا کی بات ایک کان سے سنی دوسرے کان سے نکال دی۔ تھوڑی دیر میں جیسے ہی چچا کو اپنی جانب سے غافل پایا...... پھر کنکری اٹھا کر انگوٹھے پر رکھی اور پھینکنے لگا۔ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھ لیا، فرمایا: بھتیجے

!میں تمہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد سناؤں اور تم پھر وہی کام کرو۔ خدا کی قسم !میں اب تم سے کبھی بات نہیں کروں گا، نہ تمہاری عیادت کروں گا، نہ تمہارے جنازے میں شریک ہوں گا'' (مسند احمد، حدیث عبداللہ بن مغفل مزنی، رقم الحدیث: (20561

حضرت عثمہ جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد گرامی سے روایت فرماتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر سے باہر تشریف لائے ایک انصاری صحابی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آکر ملے اور عرض کی: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے کے یہ آثار دیکھ کر مجھے پریشانی ہو رہی ہے، آخر کیا بات ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے چہرے پر نظر ڈالتے ہوئے فرمایا: یہ کیفیت بھوک کی وجہ سے ہے۔ یہ سن کر وہ شخص اپنے گھر آیا، کھانے کی کوئی چیز میسر نہ ہوئی تب وہ بنو قریظہ کے ہاں گیا، وہاں ایک آدمی کے ساتھ اجرت کا معاملہ طے کر کے ڈول نکالنے لگا۔ ہر ڈول پر ایک کھجور ملتی رہی یہاں تک کہ کچھ کھجوریں جمع ہو گئیں وہ جھولی میں ڈال کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہیں پہ موجود تھے۔ کھجوریں لا کر عرض کی: میرے آقا! یہ تناول فرمایئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: مگر یہ کہاں سے لائے ہو؟ تب

اُس صحابی نے سارا ماجرا کہہ سنایا۔

اللہ کے رسول نے بڑی اپنایت سے فرمایا: لگتا ہے تم اللہ، رسول سے خوب محبت کرتے ہو؟ وہ بولے: جی ہاں! میرے آقا! مجھے اُس ذات کی قسم! جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے اپنی جان سے زیادہ، اولاد سے زیادہ، اہل وعیال سے بڑھ کر اور اپنے مال وزر سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر ایسا ہے تو پھر تم فقر وفاقہ اور ابتلاء وآزمائش کے لئے اپنی ذات کو تیار رکھو۔ مجھے اس ذات پاک کی قسم! جس نے مجھے اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے یہ دونوں چیزیں (فقر وابتلائ) میری محبت رکھنے والے کی جانب یوں تیزی سے آتی ہیں جیسے پانی بلند جگہ سے نشیبی مقام پر تیزی سے آگرتا ہے۔ (رواہ الطبرانی المعجم الکبیر 83/18)

سیدنا ابو الہیثم، مالک بن تیہان انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدری صحابی ہیں۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جان چھڑکتے اور بے حد محبت کرتے تھے۔ بہادر اور جری آدمی تھے۔ ذوالسیفین (دوتلواروں والے) اُن کا لقب تھا۔ (اسد الغابہ 414/2) کیونکہ یہ لڑائی میں دوتلواریں اپنی گردن میں حائل کر کے نکلتے تھے۔ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے

ہاں مہمان ہوئے۔(اس ضیافت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خود ہی سارا کام کرتے دیکھا تو) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابوالہیثم! کیا تمہارے پاس کوئی غلام یا خادم نہیں۔عرض کی: جی نہیں، تو ارشاد فرمایا جب کوئی قیدی یا خادم ہمارے پاس آیا تو یاد دلانا تمہیں بھی ایک دے دیں گے۔

ضیافت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کے ہمراہ واپس تشریف لے آئے، پھر ایک روز جب دو خادم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ میزبان، سیدنا ابوالہیثم انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوئے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں فرمایا: یہ دو خادم ہیں ان میں سے اپنی مرضی سے ایک تم لے لو۔عرض کیا: حضور! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو میرے لیے پسند فرمائیں گے، میں وہی لے لوں گا۔بس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے لئے ایک پسند فرما دیجئے۔

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: اچھا تو اسے لے جاؤ! اور ہاں جس سے کوئی رائے مانگی جائے، تو اسے امانت داری برتنی چاہیئے۔میں نے اسے نماز پڑھتے دیکھا ہے، لہٰذا اس سے بہت مناسب برتاؤ کرنا۔یہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس غلام کو لے کر گھر گئے اور اپنی اہلیہ کو ساری

بات بتائی تو وہ کہنے لگیں ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس غلام کے ساتھ بہت اچھا برتاؤ کرنے کا حکم فرمایا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس بات کی ہمیں قدر کرنا چاہیئے، یہ غلام ہے ہمیں اسے آزاد کر دینا چاہیئے۔ اس سے بہتر اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا ہو سکتا ہے؟ یوں انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پسند کا خیال رکھتے ہوئے اس غلام کا آزاد کر دیا۔ (سنن ترمذی، کتاب الزہد، بالاختصار)

سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نرالے صحابی ہیں۔ رازدارِ رسول ان کا لقب تھا کیونکہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں تمام منافقین کے نام بتائے تھے۔ یہ نام انہوں نے صیغۂ راز میں رکھے ہوئے تھے، کسی کو بتاتے نہ تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، میں دیکھتا تھا کہ جس جنازے میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شامل نہیں ہوتے تھے میں بھی وہاں نہ جاتا تھا (اسد الغابہ 247/1) اس وجہ سے کہ وہ منافق کا جنازہ ہوگا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دستر خوان پر حاضر ہوتے تو اس وقت تک طعام کو ہاتھ نہ لگاتے جب تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شروع نہ فرماتے چونکہ آقا کی موجودگی میں غلام کا کسی کام میں پہل کرنا بے ادبی سمجھی جاتی ہے اسی لئے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھانا کھانے میں بھی پہل نہ کیا کرتے۔

خلیفہ راشد دوم سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں مدائن کا گورنر بنا کر بھیجا تھا۔ سیدنا حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مجلس میں رؤسائے قوم کے ساتھ بیٹھے کھانا تناول فرما رہے تھے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک لقمہ نیچے گر گیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ اٹھانا چاہا تو خادم نے عرض کیا: یہ رؤسائے قوم اور سر برآوردہ لوگ بیٹھے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کھانا کھا رہے ہیں۔ اس بھری بزم میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زیب نہیں دیتا کہ وہ نوالہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دستر خوان سے اٹھا کر کھالیں۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک انمول اور تاریخی جملہ اپنی زبان سے ادا کیا جس سے واضح ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نگاہوں میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کوئی جچتا ہی نہ تھا۔ فرمایا: کیا میں ان نادانوں کیلئے اپنے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو چھوڑ دوں؟ یہ مجھ سے نہیں ہوسکتا (اصلاحی خطبات جلد 5 صفحہ 207)

سیدنا خارجہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ غزوۂ اُحد کے دن سپہ سالارِ اعظم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے بھیجا کہ میں سیدنا سعد بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تلاش کروں اور یہ بھی فرمایا اگر تم انہیں زندہ پاؤ تو انہیں میری

جانب سے سلام پیش کرنا اور کہنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پوچھتے ہیں: تم اپنے آپ کو کیسا پا رہے ہو؟

چنانچہ میں زخمیوں اور شہداء میں ان کو تلاش کرتا رہا کچھ دیر بعد میں نے ان کو پالیا جب میں ان کے قریب آیا تو دیکھا کہ وہ آخری سانسوں میں ہیں ان کے جسم پر تیروں تلواروں اور نیزوں کے ستر سے زائد زخم لگے ہوئے تھے۔ میں نے کہا: اے سعد بھائی! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہیں سلام بھیجا ہے اور تمہارا حال پوچھا ہے۔ انہوں نے سلام کو جواب دیا اور پھر کہا: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہنا الحمد اللہ! میں جنت کی خوشبو پا رہا ہوں اور ہاں میری قوم سے کہنا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اگر کوئی تکلیف (کفار کی جانب سے) پہنچی اور تم میں سے کوئی پلک جھپکنے والی آنکھ (یعنی کوئی انسان) زندہ وسلامت رہ گیا، تو اللہ کی بارگاہ میں تمہارا کوئی عذر کام نہیں آئے گا۔ یعنی تم سب اپنی جانیں لٹا دینا، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہ کوئی آنچ نہ آنے دینا۔ (دلائل انبوۃ للبیہقی، باب تحریض)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر ایک صحابی سے اتنی محبت فرماتے کہ ہر ایک ان میں سے یہ سمجھتا کہ شاید سب سے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مجھ ہی سے محبت ہے۔ ایک روز سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اسی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا (ان کا خیال تھا کہ مجھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب

سے زیادہ چاہتے ہیں) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے زیادہ کس سے محبت ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے۔ کہتے ہیں، میں نے پوچھا: حضور! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مردوں میں سے سب سے زیادہ کسے محبوب رکھتے ہیں؟ فرمایا: ان کے والد یعنی سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو میں نے کہا: پھر؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پھر عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو۔ یوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کئی صحابہ کا نام لیا۔ (تب میں خاموش ہو گیا کہ یوں پوچھنا شاید مناسب نہیں)، (صحیح بخاری، کتاب المناقب)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر ایک کو اپنی بھر پور توجہ سے نوازتے تھے لیکن جو مراتب اور درجات ہیں وہ بہر حال اپنی جگہ پر ہیں ان سے کسی کو انکار نہیں۔ تمام اہل ایمان کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تمام نبیوں اور رسولوں کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ساری امت میں اور پہلی ساری امتوں میں سب سے بڑا درجہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حاصل ہے، پھر عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو۔

باب نمبر ۱۷
آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کی پیشین گوئیاں
غارِ حرا کا
پتھر
HZ.PEYGAMBER'İN
KABİR TOPRAĞI
The Soil from the tomb of
Prophet Muhammad

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ
وعلیٰ آلک واصحابک یا سیدی یا حبیب اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم

ذکر رسول مقبول

یوں ذہن میں جمالِ رسالتؐ سما گیا
میرا جہانِ فکر و نظر جگمگا گیا

خلق عظیم و اسوۂ کامل حضورؐ کا
آداب زیست سارے جہاں کو سکھا گیا

اس کے قدم سے پھوٹ پڑا چشمہ بہار
وہ دشت زندگی کا گلستاں بنا گیا

انوارِ حق سے جس نے بھرا دامن حیات
جو نگہت وفا سے زمانے بسا گیا

کتنا بڑا کرم ہے کہ تائب سا بے ہنر
توصیفِ مصطفیٰؐ کے لئے چن لیا گیا

(حفیظ تائب)

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشین گوئیاں

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک اہم علمی و عقلی معجزہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غیبی خبریں دینا بھی ہے، قرآن کریم میں مذکورہ غیبی خبروں کے علاوہ احادیث سے بھی ہمیں تین طرح کی غیبی خبریں ملتی ہیں۔

الف: زمانہ ماضی کی خبریں: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد مواقع پر محض اُمّی ہونے کے باوجود لوگوں کو گزشتہ قوموں بالخصوص یہود و نصاریٰ کے واقعات اور ان کے حالات سے آگاہ کیا۔ اکثر یہودی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں دروغ گوئی کرتے تھے مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی غلطیاں پکڑ لیتے تھے مثلاً ایک دفعہ ایک یہودی جوڑے کو بدکاری کے جرم میں ماخوذ کیا گیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہودی علماء سے بدکاری کی سزا کے متعلق استفسار کیا انہوں نے کہا کہ ہماری کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ امیر آدمی کا منہ کالا کر دیا جائے اور غریب پر عتاب کیا جائے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم جھوٹ بولتے ہو اپنی کتاب لے کر آؤ، کتاب لائی گئی تو واقعی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانا صحیح نکلا۔ (بخاری ابوداؤد مسلم)

اس کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں بتلاتے تھے کہ میری بعثت کی خبر تمہاری تمام کتابوں میں لکھی ہوئی ہے ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

فرمایا: میں دعائے ابراہیمؑ اور نوید مسیحؑ ہوں۔

ب: زمانہ حال کی خبریں: غیب کی دوسری قسم یہ ہے کہ آدمی موجودہ زمانے کے حوادث و وقائع سے مطلع ہو جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق متعدد صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دور دراز کی خبریں وحی الٰہی سے پہنچ جایا کرتی تھی چنانچہ غزوہ مؤتہ کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جمع کیا اور فرمایا میں تمہیں معرکے کے حالات بتاتا ہوں۔ اب جھنڈا زیدؓ بن حارثہ کے ہاتھ میں ہے اور اب وہ شہید ہو گئے ہیں پھر فرمایا علم لشکر حضرت جعفرؓ نے لے لیا ہے اب وہ بھی شہید ہو گئے ہیں اب عبداللہؓ بن رواحہ نے جھنڈا پکڑ لیا ہے اب وہ بھی شہید ہو گئے ہیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ خبر دے رہے تھے اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھیں نم ناک تھیں۔ پھر فرمایا اب یہ علم اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار (خالد بن ولیدؓ) کے ہاتھ میں ہے۔ اس میں یہ صراحت بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ اطلاع قاصد کے مدینہ منورہ پہنچنے سے پہلے دی تھی۔ اسی طرح فتح مکہ کے موقع پر ایک صحابی حاطبؓ بن ابی بلّعہ نے قریش مکہ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جنگی تیاریوں سے خبردار کرنے کے لئے ایک عورت کے ہاتھ ایک خط روانہ کیا۔ جیسے ہی یہ عورت مدینہ منورہ سے باہر نکلی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؓ اور حضرت

زبیرؓ کو بلایا اور فرمایا کہ تم سیدھے مقام دوخاخ پر پہنچو وہاں تمہیں ایک عورت ملے گی اس کے پاس ایک جاسوسی خط ہے اسے برآمد کر کے لاؤ۔ چنانچہ یہ صحابہؓ جب وہاں پہنچے تو انہیں ایک مسافر عورت سے مذکورہ خط مل گیا کتب حدیث وسیرۃ میں اس نوع کے اور بھی بہت سے واقعات مروی ہیں۔

ج: حالات مستقبل کی پیشین گوئیاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عظیم معجزات میں سے یہ معجزہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف مواقع پر آئندہ زمانے سے متعلق جو پیشین گوئیاں کیں وہ اپنے اپنے وقت پر حرف بحرف پوری ہوئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان پیشین گوئیوں کا ظہور مختلف حالتوں میں ہوا۔ مثلاً کبھی وحی قرآنی کی صورت میں کبھی رویائے صالحہ اور کبھی زبان مبارک سے فوری اطلاع کی صورت میں (قرآنی پیشین گوئیوں کے لئے دیکھئے اعجاز قرآن) ذخیرہ احادیث میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے شمار پیشین گوئیاں مذکور ہیں چند ایک کا تذکرہ حسب ذیل ہے۔

ا۔ کثرت ساز وسامان اور مال ودولت کی پیشین گوئی حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے پوچھا اے جابرؓ کیا تمہارے پاس قالین ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عن قریب تم قالینوں پر بیٹھو گے۔ ایک غزوہ کے موقع پر ارشاد فرمایا

بخدا! مجھے امت پر فقر و فاقہ یا مشرک ہو جانے کا ڈر نہیں، البتہ یہ خطرہ ہے کہ امت پر پہلی امتوں کی طرح دولت کی بہتات کر دی جائے گی پھر تم اس میں مبتلا ہو کر ایک دوسرے سے حسد و رقابت کرنے لگو گے اور یوں پہلی قوموں کی طرح غفلت میں جا پڑو گے۔ ایک دفعہ فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک تمہاری یہ حالت نہ ہو جائے کہ صدقات کا مال لینے والا کوئی نہ رہے گا۔ ایک اور موقع پر خبر دی تم پر عن قریب وہ زمانہ آنے والا ہے کہ تمہارے سامنے رات کو ایک پیالہ اور صبح کو دوسرا پیالہ ہوگا اور کعبہ کے پردوں کی طرح تمہارا لباس بیش قیمت ہوگا۔

ان کی زبان مبارک سے جو بات نکلی وہ ہو کر رہی

دن کو کہا شب ہے تو رات ہو کر رہی

فتوحات عظیمہ کی پیشین گوئی

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف مواقع پر فتوحات کی خبریں دیں جو ان حالات میں بظاہر ناممکن نظر آتی تھیں۔ غزوۂ خندق کے موقع پر خندق کھودنے کے دوران میں ایک سخت پتھر نکلا جسے صحابہؓ توڑنے سے قاصر رہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چادر اتار کر خندق کے کنارے رکھی اور کدال سے تین ضربیں لگائیں ہر ضرب کے بعد چنگاری اڑتی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلند آواز سے فرماتے: وتمت کلمتہ ربک صدقا وعدلا لا مبدل لکلمت صحابہؓ نے وجہ پوچھی تو فرمایا: میرے

پہلی ضرب سے جو روشنی پھیلی اس میں مجھے کسریٰ کے محلات اور اس کے آس پاس کی تمام اشیاء دکھائی دیں۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ ان کی فتح کے لئے دعا کیجئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی پھر فرمایا دوسری ضرب میں قیصر کے شہر اور آس پاس کے علاقے نظر آئے حاضرین نے ان کی فتح کے لئے بھی دعا کی درخواست کی جو قبول ہوئی پھر فرمایا: تیسری ضرب میں حبشہ کے شہر اور گاؤں نگاہوں کے سامنے آئے۔ پھر فرمایا: حبشہ والوں سے تعرض نہ کرنا تاوقتیکہ وہ تم سے تعرض کریں۔ دوسرے موقع پر ان کی فتح کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: تم لوگ جزیرہ عرب میں لڑو گے تمہیں فتح ہوگی پھر فارس سے لڑو گے کامیاب ہو گے پھر روم سے معرکہ ہوگا تم شادکام رہو گے اور آخر میں دجال سے معرکہ آرائی میں بھی کامیاب رہو گے۔ (مسلم)

اس کے علاوہ نام بنام مختلف علاقوں کی فتح کی بشارتیں بھی منقول ہیں شام کی فتح کی خبر دیتے ہوئے فرمایا: شام مفتوح ہوگا تو لوگ اپنی سواریوں کو ہانکتے ہوئے مع اہل وعیال وہاں رہائش پذیر ہونے کے لئے جائیں گے اور اگر وہ جانیں تو مدینہ ان کے لئے بہتر ہے۔ (مسلم)

مسند امام احمد بن حنبلؒ میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ عن قریب شام کو ہجرت کرو گے اور وہ تمہارے لئے فتح کر دیا جائے گا (مسند

الحمد) یمن کی فتح کی بشارت بھی دی اور فرمایا: یمن مفتوح ہوگا اور لوگ اپنی سواریوں اور اہل وعیال کو لیے ہوئے وہاں جائیں گے۔ (مسلم)

یہی الفاظ عراق کی فتح سے متعلق بھی ملتے ہیں۔ اسی طرح فتح مصر کی بشارت دی اور فرمایا: تمہارے لیے عن قریب مصر فتح ہوگا اور یہ قیراط کی سرزمین ہے جب تم اسے فتح کرو تو وہاں کے باشندوں کے ساتھ نیکی سے پیش آنا کیوں کہ تمہارے اور ان کے درمیان رشتہ ہے (حضرت حاجرہ ام اسماعیلؑ مصر کی تھیں) اسی طرح بیت المقدس قسطنطنیہ وروما وغیرہ کی پیشین گوئیاں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کو سنائیں۔ یہ تمام علاقے مسلمانوں نے فتح کئے اور ان پر اپنی حکومت وسیادت قائم کی۔

قیام خلافت اور مدت خلافت کی پیشین گوئی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف مواقع پر یہ بھی خبر دی کہ میرے بعد خلفاء ہوں گے اور بہت ہوں گے (مسلم) ان میں سے بارہ ایسے ہوں گے کہ جن سے اسلام کی حمایت ونصرت کا کام لیا جائے گا مگر خلافت راشدہ کا زمانہ تیس برس ہوگا۔

خلفائے راشدین کی نام بنام پیشین گوئی

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف مدت خلافت ہی کی تصریح نہیں فرمائی

تھی بلکہ اپنے بعد آنے والے خلفاء کے ناموں سے لوگوں کو آگاہ کردیا تھا۔ خلافت راشدہ کے پہلے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ ان کی خلافت کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد بار ارشادات میں اشارہ فرمایا تھا: امام بخاری کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک سے زیادہ افراد کو کچھ دینے کا وعدہ فرمایا تھا اور اس کے ساتھ یہ بھی بتلا دیا تھا کہ اگر تمہاری مجھ سے ملاقات نہ ہو تو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آنا وہ میرے وعدے کو پورا کردیں گے۔ وصال اقدس سے پانچ روز قبل دیے ہوئے خطبے میں بطور خاص حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آنا وہ میرے وعدے کو پورا کردیں گے۔ وصال اقدس سے پانچ روز قبل دیے ہوئے خطبے میں بطور خاص حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب بیان فرمائے اور یہاں تک فرمادیا کہ میں ہر شخص کے حقوق ادا کرچکا ہوں سوائے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے۔ مزید فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا ہر شخص اپنا مسجد میں کھلنے والا عقبی دروازہ (خوخہ) بند کرلے نیز اپنی حیات طیبہ ہی میں انہیں اپنے مصلے پر کھڑا کیا ابن الجوزی کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصال سے کچھ عرصہ پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا تھا میرے پاس ہڈی کا شانہ یا لکڑی (لوح) لے آؤ تا کہ میں خلافت صدیقی کی تحریر لکھ دوں۔ مگر جب عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ مذکورہ چیز لینے کے لئے

تشریف لے جانے لگے تو فرمایا: خدا اور اس کے اہل ایمان بندے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا کسی پر راضی نہ ہوں گے۔ (صحیح مسلم میں عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جگہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام ہے)

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کی خبر ایک خواب کے ذریعے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کو سنائی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے دیکھا کہ میں ایک کنوئیں پر کھڑا پانی کے ڈول نکال رہا ہوں۔ پھر میرے ہاتھ سے رسی اور ڈول ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لے لیے۔ انہوں ایک یا دو ڈول نکالے (خلافت صدیقی کی مدت دو سال چار ہ ماہ ہے) اور ان کے ڈول نکالنے میں کمزوری تھی۔ اللہ انہیں معاف فرمائے۔ ان کے ہاتھ سے پھر یہ ڈول عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لے لیا اور متعدد ڈول نکالے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے کسی طاقت ور کو عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح ڈول نکالتے نہیں دیکھا یہاں تک کہ حوض لبالب پانی سے بھر گیا۔ (البخاری)

خلفائے راشدین میں سے تین خلفا شہید ہوئے ہیں ان میں سے ہر ایک کی شہادت کی خبر بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنائی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر دیتے ہوئے فرمایا: عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتنوں کے درمیان ایک بند دروازے کی طرح حائل ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس

روایت کے راوی (حضرت حذیفہؓ) سے پوچھا کہ یہ دروازہ کھلے گا یا ٹوٹے گا؟ انہوں نے فرمایا کہ نہیں بلکہ ٹوٹے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ایک مرتبہ وہ پہاڑ پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیساتھ تشریف رکھتے تھے۔ پہاڑ پر زلزلے کی سی کیفیت طاری ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہاڑ پر پاؤں مارا اور فرمایا: ٹھہر جا کیوں کہ تیرے اوپر ایک نبی ایک صدیق اور ایک شہید ہے۔ دوسری روایت میں دو شہیدوں کا ذکر ہے۔

خلفائے راشدین میں سے دو خلیفہ بڑے مصائب و آلام سے دوچار ہوئے اور پھر وہ دونوں شہید کردیے گئے۔ ان پر وارد ہونے والے ان حالات کی بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیشین گوئی کردی تھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: تمہیں ایک مصیبت پڑنے پر جنت کی بشارت ہے۔ (بخاری، مسلم) اور صحابہؓ سے فرمایا کہ عن قریب ایک فتنہ اٹھے گا صحابہؓ نے پوچھا کہ اس کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کیا حکم ہے؟ فرمایا: میں تمہیں امیر اور اس کے جانثاروں کی حمایت کرنے کی تلقین کرتا ہوں۔ ایک دوسری روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: اے عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ خدا تعالیٰ تمہیں ایک قمیص پہنائے گا۔ کچھ لوگ اسے اتارنا چاہیں گے مگر تم ہرگز نہ اتارنا اسی طرح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد ارشادات میں پیش آنے والے مصائب سے آگاہ فرمادیا تھا۔ ایک موقع پر فرمایا: اے علی رضی اللہ

تعالیٰ عنہ! تمہیں میرے بعد بڑی مشکلات درپیش ہوں گی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا: کیا میرا دین سلامت رہے گا؟ فرمایا: ہاں اور پھر یہ بھی فرما دیا تھا کہ تمہیں تلوار کی دھار سے شہید کر دیا جائے گا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بڑے فرزند حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دو اسلامی لشکروں کے درمیان مصالحت کراتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی بھی پیشین گوئی فرما دی تھی۔ ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مرتبہ منبر پر چڑھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گود میں حضرت حسنؓ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ میرا بیٹا سردار ہے شاید اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی دو جماعتوں میں مصالحت کے اسباب پیدا کر دے۔

امن وامان قائم ہونے کی اطلاع

ان سب سے بڑھ کر پورے جزیرہ عرب میں امن وامان قائم ہونے کی اطلاع دی اور فرمایا: اے عدیؓ کیا تم نے شہر حیرہ دیکھا؟ عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم البتہ مجھے اس کے حالات معلوم ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تم زندہ رہے تو دیکھو گے کہ حیرہ سے ایک ہودج نشین عورت چل کر خانہ کعبہ کا طواف کرے گی اور اسے خدا کے سوا کسی کا

خوف نہ ہوگا۔ حضرت عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے اس پیشین گوئی کی صداقت اپنی آنکھوں سے دیکھ لی ہے۔

فتنوں اور باہمی اختلاف وانتشار کی اطلاع

امن وامان قائم ہونے کی خوش گوار اور مسرت انگیز خبر کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کے باہمی اختلافات اور مناقشات کی بھی اطلاع دی۔ ایک موقع پر صحابہ کرامؓ کے ساتھ مدینہ منورہ سے باہر نکلے اور مدینہ منورہ کی طرف دیکھا اور فرمایا میں دیکھ رہا ہوں تمہارے گھروں پر فتنے بارش کی طرح برس رہے ہیں اور یہ بھی فرمایا کہ یہ فتنے شہادت فاروقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد وارد ہوں گے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت اطلاع دی کہ وہ فتنوں اور آزمائشوں میں فریق حق ہوں گے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ فتنوں کا زیادہ تر ظہور مشرقی جانب سے ہوگا جدھر سے سورج نمودار ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قاتل بھی ادھر سے تعلق رکھتا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتلوں کا مسکن بھی یہی علاقہ رہا جنگ جمل اور جنگ صفین کی معرکہ آرائی بھی انہی میدانوں میں اور مشرقی علاقوں کے لوگوں کی شر انگیزیوں سے ہوئی۔ خوارج سے لے کر معتزلہ جبریہ قدریہ تک بہت سے نت نئے گروہ بھی اسی علاقے میں پیدا ہوئے۔ الغرض کئی صدیوں تک یہ مشرقی علاقے فتنوں اور شورشوں کا منبع اور مرکز رہے۔

مختلف لوگوں کی وفات کی خبریں

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے من جانب اللہ اطلاع پا کر مختلف لوگوں کی ہلاکت یا وفات کی بھی قبل از وقت خبریں دیں مثلاً صفوان کے قتل کی اطلاع دی۔ غزوہ بدر میں دشمنان اسلام کے قتل اور موضع قتل کی پیشین گوئی فرمائی۔ صحابہؓ فرماتے ہیں کہ وہ سب لوگ اسی جگہ قتل ہوئے جس کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اطلاع دی تھی۔

جنگ موتہ میں تین صحابہؓ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حارثہ، عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن رواحہ اور جعفر رضی اللہ تعالیٰ بن ابی طالب کو یکے بعد دیگرے امیر مقرر کیا اور فرمایا کہ اگر جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شہید ہو جائیں تو مسلمان جسے چاہیں امیر چن لیں۔ اس موقع پر بعض یہودی موجود تھے انہوں نے کہا کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سچے نبی ہیں تو یہ تینوں بزرگوار شہید کر دیے جائیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا یہ تینوں یکے بعد دیگرے شہید کر دیے گئے۔

وصال کی خبر دینا

ازواج مطہرات میں سب سے پہلے انتقال پانے والی زوجہ مطہرہ کی خبر دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ وہ خاتون ہوں گی جن کا ہاتھ لمبا (فیاض) ہوگا چنانچہ ام المساکین حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سب سے پہلے انتقال فرما گئیں۔ حضرت عمر فاروق

رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شہادت پانے کی پیشین گوئیاں فرمائیں ایک صحابیہ ام ورقہ ؓ کو گھر میں شہادت کی خبر سنائی چنانچہ ان کی باندی اور غلام نے انہیں گلا گھونٹ کر شہید کر دیا۔ حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن یاسر کی نسبت فرمایا: انہیں ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔ اس کے علاوہ بہت سے صحابہؓ وصحابیاتؓ کے متعلق اس نوع کی پیشین گوئیاں مروی ہیں۔

فتنہ ارتداد کی اطلاع

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف ارشادات میں فتنہ ارتداد کی خبر دی اور فرمایا کچھ لوگ حوض کوثر پر میرے سامنے آئیں گے میں انہیں پہچان کر ان کی طرف بڑھوں گا مگر مجھے یہ کہہ کر روک دیا جائے گا کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد دنیا میں اپنی ایڑیوں پر پھر گئے تھے (مسلم 1794:4، حدیث 2294) نیز فرمایا: مجھے دو کنگن پہنائے گئے میں نے پھونک ماری تو وہ گر گئے فرمایا یہ دو جھوٹے نبی (مسیلمہ اور اسود عنسی) ہیں (البخاری 361:440/91) چنانچہ اسود عہد نبوی میں اور مسیلمہ عہد ابی بکرؓ میں مارا گیا نیز فرمایا قیامت سے پہلے تیس کاذب دجال پیدا ہوں گے جن میں سے ہر ایک یہی کہے گا کہ وہ اللہ کا نبی ہے آگاہ ہو جاؤ! میں خدا کا آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

منکرین حدیث کے بارے میں اطلاع

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد ارشادات میں یہ خبر بھی دی تھی کہ تم میں سے کسی کو نہ پاؤں کہ وہ اپنی مسند پر تکیہ لگائے بیٹھا ہوا اور اس کے پاس میرے کاموں میں سے کوئی کام جس کے کرنے کا میں نے حکم دیا یا منع کیا بیان کیا جائے تو وہ کہے ہم نہیں جانتے ہم جو قرآن میں ہے اسی کو مانتے ہیں۔(ابوداؤد، ترمذی ابن ماجہ)

فتنہ خوارج کی اطلاع

فتنہ خوارج کی اطلاع دیتے ہوئے فرمایا: کچھ ایسے لوگ ہوں گے جو تمہاری طرح نماز پڑھیں گے اور تمہاری طرح قرآن پڑھیں گے مگر قرآنی اثرات ان کے گلے سے نیچے نہیں اتریں گے۔ وہ مسلمانوں کو قتل کریں گے یہ لوگ اسلام سے چھو کر اس طرح باہر جا نکلیں گے جس طرح تیر اپنے نشانے کو لگ کر باہر جا نکلتا ہے ایک دوسری روایت میں ہے کہ ان کا خروج مسلمانوں کے باہمی اختلافات کے موقع پر ہوگا۔ چنانچہ عین جنگ صفین کے موقع پر یہ جماعت مسلمانوں سے الگ ہوگئی اور ہر طرف قتل و غارت گری کا بازار گرم ہوگیا۔

قدریہ کے بارے میں اطلاع

قدریہ کی خبر دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

قدریہ اس امت کے مجوس ہوں گے۔

سازشوں کی اطلاع

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف کی جانے والی سازشوں کا بھی اللہ کی طرف سے قبل از وقت علم ہو جاتا تھا قریش مکہ میں سے صفوان نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنے کے لئے عمیر کو مدینہ منور بھیجا اور اس کے اہل وعیال کی کفالت اور قرض کی ادائیگی کی ذمہ داری خود اٹھائی۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھتے ہی فرمایا کہ اس نے اور صفوان نے قتل کی سازش کی تھی یہ سن کر عمیر مسلمان ہو گیا۔ یہود مدینہ بنو نضیر نے ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنے کی سازش تیار کی جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے محلے میں ایک کام کی غرض سے تشریف لے گئے تو انہوں نے مکان کے اوپر سے چکی کا پاٹ گرا کر (معاذ اللہ) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کام تمام کر دینا چاہا۔ اس مقصد کے لئے ایک یہودی عمرو بن حجاش بن کعف مکان کے اوپر چڑھ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع ہو گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کام کا بہانہ کر کے وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور بعد میں فرمایا کہ یہود نے یہ سازش تیار کی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس وقت گرفتار ہو کر مدینہ منورہ لائے گئے تو ان سے فدیے کا مطالبہ کیا گیا۔ انہوں نے ناداری کا عذر کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم

نے اپنی بیوی ام الفضل (لبابہ بن الحارث، حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد پہلی مسلم خاتون) کے پاس جو مال رکھوایا تھا اسے کیا ہوا۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تعجب کا اظہار کیا اور فرمایا کہ اس کا علم صرف انہیں تھا یا ام الفضل کو اور فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سچے رسول ہیں۔ انہی وجوہات کی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں لوگ خلوت میں بھی کوئی ایسی بات کرنا پسند نہ کرتے تھے اور کہتے تھے کہ چپ ہو جاؤ بخدا! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی شخص نے نہ بھی بتایا تو بطحا کے یہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھر بھی بتا دیں گے۔ غزوۂ خیبر کے دوران میں کنانہ بن ابی الحقیق یہودی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وعدہ کیا کہ وہ کوئی چیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہیں چھپائے گا مگر پھر اس نے خود ہی خلاف ورزی کی اور کچھ زیورات چھپا لیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا تو اس نے کہا کہ اس نے کوئی چیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہیں چھپائی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہؓ کو حکم دیا کہ فلاں جگہ جاؤ اور وہاں سے چھپا ہوا مال نکال لاؤ چنانچہ وہاں سے وہ مال برآمد ہو گیا۔ ابوسفیان کے ساتھ بھی اسی قسم کا واقعہ پیش آیا۔ جب فتح مکہ کے موقع پر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم راہ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طواف کے دوران میں ان سے فرمایا کہ تم نے اور تمہاری بیوی ہندہ نے یہ باتیں کی

ہیں۔ابوسفیان دل میں خیال کیا کہ شاید ہندہ نے یہ راز فاش کیا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب طواف سے فارغ ہو گئے تو ابوسفیان کے قریب آئے اور فرمایا: ہندہ پر زیادتی نہ کرنا کیوں کہ اس نے تمہارا کوئی راز فاش نہیں کیا۔ یہ سنتے ہی ابوسفیان پکار اٹھے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں ورنہ میرے دل کا بھید آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کون بتا سکتا ہے۔اسی طرح ایک موقع پر ایک صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور صحابہؓ کو کھانے پر بلایا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے جونہی کھانا رکھا گیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہؓ کو ہاتھ اٹھا لینے کا حکم دے دیا۔صحابہؓ کے تعجب پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ ایسی بکری کا گوشت ہے جو بلا اجازت ذبح کی گئی ہے۔تحقیق کرنے پر بات سچ ثابت ہوئی۔

بحری جہاد کی اطلاع

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پر صعوبت زمانے میں کبھی یہ وہم وگمان بھی نہیں ہو سکتا تھا مسلمان کبھی جہاد بحری کرنے کے اہل بھی ہو جائیں گے مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ام حرامؓ بنت ملحان (ایک صحابیہؓ) کو جہاد بحری کی خبر دیتے ہوئے فرمایا میں نے امت کے ان مجاہدوں کو دیکھا جو سمندر میں جہاد کے لئے سفر کریں گے اور جہازوں پر اس طرح بیٹھے ہوں گے جس طرح بادشاہ اپنے تخت پر

بیٹھتے ہیں اور فرمایا کہ وہ سب جنتی ہیں۔ حضرت ام حرامؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعا کیجئے کہ میں بھی انہی خوش نصیبوں میں سے ہو جاؤں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرما دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان عہد امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں پورا ہوا جب مسلمانوں نے قسطنطنیہ پر بحری راستے سے پہلا حملہ کیا۔

عرب ممالک کی حجاز سے قطع تعلق کی پیشین گوئی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا عراق نے اپنے درہم وقفیز، شام نے اپنے درہم و دینار اور مصر نے بھی اپنے دینار روک لئے اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا تم ویسے کے ویسے رہو گئے جس طرح کے شروع میں تھے۔ چنانچہ عہد بنی امیہ میں یہ پیشین گوئی پوری ہوگئی جب دمشق میں سلطنت اموی کا قیام عمل میں آگیا اور حجاز کو ان علاقوں سے نہ غلہ پہنچتا تھا نہ نقدی۔

ایک اعرابی کو کنگن پہنائے جانے کی اطلاع

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سراقہ بن مالک بن جعشم کو فرمایا تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا جب تمہارے ہاتھوں میں کسریٰ کے کنگن پہنائے جائیں گے۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں مدائن فتح ہوا اور کسریٰ کے کنگن

حاضر کئے گئے تو انہوں نے سراقہ کو بلا کر ان کے ہاتھ میں اپنے ہاتھوں سے پہنائے۔

مدینہ منورہ میں آتش زدگی کی پیشین گوئی بخاری اور مسلم دونوں کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک حجاز میں ایسی آگ نہ بھڑکے جو بصریٰ کے اونٹوں پر روشنی ڈالے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ پیشین گوئی 654ھ /1265ء میں یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال سے 644 سال بعد پوری ہوئی اور مدینہ منورہ میں پہاڑ کی آتش فشانی سے بہت بڑی آگ لگی یعنی شاہدوں کے مطابق یہ آگ اتنی بڑی تھی کہ اس کی روشنی میں بصریٰ کے بدوؤں نے اپنے اونٹوں کو دیکھا اور شناخت کیا۔ یہ آگ یکم جمادی الآخرۃ کو لگی اور کئی روز تک شعلہ زن رہی۔

غزوۂ ہند کی خبر

ہندوستان میں محمد بن قاسم، سلطان محمود غزنوی رحمتہ اللہ علیہ اور دیگر مسلمان حکمرانوں نے متعدد بار جہاد کیا اس کے بارے میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک امام نسائی نے نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ وعدہ فرمایا کہ مسلمان ہندوستان میں جہاد کریں گے۔

مملکت اسلامیہ پر قبضے کی پیشین گوئی

656ھ 1258ء میں تاتاریوں نے ہلاکو خان کی سرکردگی میں بغداد پر حملہ کر کے اسلامی سلطنت کے مرکز پر قبضہ کرلیا اور لاکھوں آدمیوں کو تہ تیغ کر دیا۔ اس اہم واقعے کی خبر دیتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس وقت تک قیامت برپا نہ ہوگی جب تم ان ترکوں سے جنگ نہ کرو گے جن کی آنکھیں چھوٹی چھوٹی چہرے سرخ، ناک چپٹے اور چہرے ڈھال کی طرح چوڑے ہوں گے۔ مزید فرمایا ترکوں کو اس وقت نہ چھیڑنا جب تک وہ تمہیں نہ چھیڑیں۔ یہی وہ قوم ہے جو میری امت سے ملک چھین لے گی۔

خاندان بنوشیبہ میں کلید کعبہ رہنے کی پیشین گوئی

فتح مکہ (8ھ/630ء) کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعبہ کے پرانے کلید بردار خاندان کے شیبہ بن عثمان اور عثمان بن طلحہ کو کعبہ کی کنجیاں حوالے کرتے ہوئے ارشاد فرمایا یہ کنجی سنبھال لو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تم سے یہ کنجی ظالم کے سوا کوئی چھین نہیں سکے گا۔ چنانچہ آج تک یہ کلید بنوشیبہ کے پاس ہے اور یزید بن معاویہ کے سوا کسی نے نہیں چھینی۔

فتح قسطنطنیہ کی پیشین گوئی

سلطان محمد فتح نے قسطنطنیہ 855ھ/1362ء میں فتح کیا مگر نبی اکرم صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی اطلاع بہت پہلے دے دی تھی اور فرمایا تھا کہ ایک بہترین امیر اور بہترین سپاہ قسطنطنیہ کو فتح کریں گے۔

ہلاکت کسریٰ کی پیشین گوئی

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا جب کسریٰ ہلاک ہو جائے گا تو اس کے بعد کوئی اور کسریٰ نہیں ہو سکے گا۔ چنانچہ جب کسریٰ یزدگرو عہد عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ (25 تا 36ھ) میں ہلاک ہوگیا تو آج تک کوئی اور کسریٰ نہیں پیدا ہوسکا۔ اسی طرح فرمایا جب قیصر ہلاک ہوگا تو اس کے بعد کوئی اور قیصر نہ ہوسکے گا۔

مسلمانوں کے درمیان باہمی قتل وغارت گری کی پیشین گوئی

صحیح مسلم میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایسا وقت مسلمانوں پر ضرور آئے گا جب مسلمان ایک دوسرے کا تلوار سے مقابلہ کریں گے اوران دونوں کا دعویٰ ایک ہی ہوگا۔ ایک دوسرے موقع پر فرمایا میری امت کی ہلاکت آپس میں قتل وخوں ریزی کی وجہ سے ہوگی۔ ایک دوسری روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری امت تبھی ہلاک ہوگی جب اس کے گناہ بڑھ جائیں گے یا وہ خود ایک دوسرے سے عذر کریں گے۔ یعنی کام سے جی چرائیں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مقبول ہونے والی دعائیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عقلی معجزات میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مستجاب الدعوات ہونا بھی شامل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف مواقع پر جو دعائیں مانگیں خداوند قدوس کی طرف سے جلد یا بدیر ان کی قبولیت کے آثار نمایاں ہوئے۔ یہ خصوصیت کسی متنبّی کو ہرگز حاصل نہ ہوسکتی۔ مختلف مواقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو دعائیں مانگیں اور جس طرح وہ مقبول بارگاہ خداوندی ہوئیں ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

ا۔ قریش مکہ پر عذاب کا آنا

قریش مکہ نے اسلام اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ستانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی تھی۔ اس لئے ان کی ہدایت کے لئے اب ایک ہی راستہ تھا کہ ان پر کوئی ہلکا پھلکا عذاب آئے جو انہیں خواب غفلت سے جگا سکے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش مکہ کے بارے میں قحط اور غلے کی کمی کی دعا مانگی۔ یہ دعا قبول ہوئی اور اہل مکہ سخت ترین قحط سالی میں مبتلا کردیے گئے حتیٰ کہ انہوں نے اس عرصے میں سوکھے چمڑے تک کھائے (جس طرح قریش مکہ کے تین سالہ معاشی مقاطعہ کے زیر اثر خاندان بنی ہاشم پر یہی دور ابتلا آیا تھا) جب وہ آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھتے تو انہیں دھواں سا نظر آتا۔ جب یہ مصیبت حد سے متجاوز ہوئی تو انہوں نے خدمت

نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہو کر دعا کی درخواست کی۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی آہ زاری سے متاثر ہو کر دعا مانگی جس سے پورے علاقے پر فوری طور پر خوب بارش برسی۔اسی طرح روسائے قریش نے عین صحن حرم میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کی چوں کہ یہ کعبہ معلیٰ اور نماز جیسے اسلام کے بنیادی رکن اور خدا کے حضور میں کھڑے ہوئے خدا کے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین تھی اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شرپسندوں کے نام لے کر دعا مانگی چنانچہ صحابہؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے اپنی آنکھوں سے انہیں غزوۂ بدر میں ذلت کی موت مرتے دیکھا۔

۲۔ بنوثقیف کے حق میں دعائے خیر

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس امید پر کہ چوں کہ قریش مکہ انکار پر مصر ہیں شاید بنوثقیف ہی دعوت اسلام قبول کرلیں۔طائف تشریف لے گئے اس موقع پر بنو ثقیف نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو سلوک روا رکھا وہ دنیا کی تاریخ میں ایک اندوہ ناک اور افسوسناک واقعہ ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اتنے پتھر مارے گئے کہ جسم اطہر لہولہان ہوگیا۔بنوثقیف کے اس ناروا سلوک سے رحمت حق کو جوش آیا اور ملک الجبال حضرت جبرائیلؑ کی معیت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بنوثقیف کو تباہ کرنے کی اجازت طلب کی۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم نے فرمایا: کہ اگر بنوثقیف ایمان نہیں لائے تو عین ممکن ہے کہ ان کی اولاد کو یہ شرف حاصل ہو جائے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد گویا اس قوم کے لئے دعائے خیر تھی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سنہ 9ھ /621ء میں پوری قوم بنوثقیف رضا ورغبت سے دائرہ اسلام میں داخل ہوگئی اور یوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کی قبولیت کے آثار نمایاں ہو گئے۔

۳۔ بنودوس کے لئے دعا

سردار قبیلہ بنودوس طفیلؓ بن عمر دوسی مشرف بہ اسلام ہو کر اپنی قوم میں دعوت اسلام کی اجازت کے ساتھ اپنے مستقر کو لوٹ گئے۔ انہوں نے تبلیغ دین کا سلسلہ جاری رکھا مگر ان کی قوم ذرا بھی متاثر نہ ہوئی۔ اس پر وہ خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ قوم دوس کے حق میں بددعا مانگی جائے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی اور فرمایا اے اللہ! قوم دوس کو ہدایت عطا فرما اور مسلمان کر کے لا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ دعا قبول ہوئی اور تمام بنودوس مشرف با اسلام ہو گئے۔

۴۔ قریش مکہ کے حق میں دعائے خیر

غزوۂ احد میں مسلمانوں کو اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک خندق میں گر پڑے اور خود

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دانتوں میں پیوست ہوگئی سارا چہرہ لہولہان ہوگیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ شدید تکلیف دیکھ کر صحابہؓ نے درخواست کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے حق میں بددعا فرمایئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے اللہ! میری قوم کو ہدایت عطا فرما کیوں کہ وہ (میرا مرتبہ) نہیں جانتے۔

۵۔ غزوۂ بدر اور غزوۂ احزاب میں دعا

غزوۂ بدر میں قریش مکہ اور غزوۂ احزاب میں پورے جزیرۂ عرب کے قبائل اتحاد کر کے مدینہ منورہ کے خلاف جارحانہ عزائم لے کر حملہ آور ہوئے تھے۔ غزوۂ بدر کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا مانگی: اے اللہ! یہ قریش طاقت وغرور کے نشے میں سرمست چلے آئے ہیں ان کے مقابلے پر ہماری مدد فرما اور غزوۂ احزاب کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعا مانگتے رہے۔ اے اللہ! لشکروں کو شکست دے اور ان کے قدم ڈگمگا دے۔ چانچہ دونوں معرکوں میں مسلمان سرخرو رہے۔

۶۔ بارش کے لئے دعا

ایک دفعہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں قحط پڑا۔ انہی دنوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک خطبہ جمعہ دے رہے تھے کہ ایک اعرابی خدمت اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا اور کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مال تباہ ہوگیا

اورعیال بھوک سے نڈھال ہو گئے ہمارے لئے دعا فرمایئے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی۔صحابہؓ فرماتے ہیں کہ اس وقت آسمان بالکل صاف تھا بخدا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھ ابھی نیچے بھی نہیں کئے تھے کہ ایک گوشے سے بادل نمودار ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابھی منبر پر تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ریش مبارک پر بارش کے قطرے نظر آنے لگے۔بارش کا یہ سلسلہ دراز ہو گیا پورا ہفتہ بارش ہوتی رہی اگلے جمعہ کو پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ جمعہ دے رہے تھے کہ پھر وہی اعرابی کھڑا ہوا اور کہنے لگا حضور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مکانات بھی گرنے لگے اللہ سے دعا کیجئے کہ بارش ختم ہو جائے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی اور فرمایا الٰہی! گردونواح پر برسے، ہم پر نہ برسے۔صحابہؓ فرماتے ہیں کہ اسی وقت بادل چھٹ گئے اور نماز ختم ہونے سے پہلے صاف دھوپ نکل آئی۔

۷۔ مدینہ منورہ کی آب وہوا کے لئے دعا

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تو یہاں کا موسم اتنا خوش گوار نہیں تھا اکثر صحابہؓ بیمار پڑ گئے اور انہیں بار بار اپنا وطن یاد آنے لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہؓ کی یہ حالت دیکھی تو فرمایا: الٰہی! مدینہ منورہ کو بھی ہمارے لئے ویسا ہی محبوب بنا دے جیسا کہ مکہ تھا بلکہ اس سے بھی زیادہ۔الٰہی

ہمارے صاع اور مد میں برکت دے اور اسے ہمارے لئے صحت بخش اور خوش گوار بنادے (مُسلم) یہ دعا حرف بحرف پوری ہوئی۔اس علاقے کا موسم اور ماحول اتنا خوشگوار ہوگیا کہ مہاجرین اس سے پوری طرح مانوس ہوگئے اور اپنے سابقہ وطن کو بھول گئے۔موسم کی خوشگواری کا یہ عالم تھا کہ 654ھ میں جب یہاں آتش فشاں کے پھٹنے سے بہت بڑی آگ لگی تو راویوں کا کہنا ہے کہ اس آگ کے باوجود مدینہ میں ہوا ٹھنڈی آتی رہی۔

۸۔ امت کے لئے دعائے خیر و برکت

آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر فوج کو صبح کے تڑکے روانہ فرماتے صبح خیزی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہمیشہ پسند تھی اور ہمیشہ کا معمول بھی رہی۔ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صبح سویرے اٹھنے والوں کے حق میں دعائے خیر و برکت کرتے ہوئے فرمایا: اے اللہ! میری امت کو صبح کے اٹھنے میں برکت دے ۔ایک تجارت پیشہ صحابیؓ فرماتے ہیں کہ اس فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل کرتے ہوئے میں ہمیشہ اپنا سامان تجارت صبح سویرے روانہ کرتا ہوں اور اس کی برکت سے مال کی اتنی کثرت ہے کہ رکھنے کو جگہ نہیں ملتی۔

۹۔ سلطنت کسریٰ کی تباہی کی دعا

کسریٰ ایران نے نہ صرف مکتوب نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کی تھی

بلکہ اس نے گورنر یمن باذان کو حکم دیا تھا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گرفتار کر کے اس کے سامنے پیش کرے۔ اس کی اطلاع ملنے پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدعا کی اور فرمایا: اے اللہ جس طرح کسریٰ نے میرے خط کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے ہیں تو اس طرح کسریٰ کی سلطنت کو پارہ پارہ کردے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں یہ بددعا پوری ہوئی اور سلطنت کسریٰ اسلامی قلم رو میں شامل کر لی گئی اور آخری حکمران کسریٰ یزدگرد خلافت عثمانی میں ایک کسان کے ہاتھوں مارا گیا۔

۱۰۔ امت کے حق میں تین دعائیں

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ میں نے امت کے بارے میں خدا تعالیٰ سے تین دعائیں مانگی تھیں دو قبول ہو گئیں اور ایک قبول نہیں ہوئی۔ قبول ہونے والی دو دعائیں یہ ہیں کہ اے خدا! میری امت پر کوئی اس طرح کا قحط (عذاب) نہ بھیجنا جو انہیں مکمل طور پر ہلاک کر دے اور کسی باہر کے ایسے دشمن کو ان پر مسلط نہ کرنا جو ان کو پوری طرح ہلاک کر دے قبول نہ ہوئی، دعا یہ تھی کہ خدا تعالیٰ امت کو آپس کے اختلاف اور انتشار سے محفوظ رکھے۔ (مسلم)

باب نمبر ۱۸
محمد رسول الله الصادق الوعد الامين
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے معجزات

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ
وعلیٰ اٰلک واصحابک یا سیدی یا حبیب اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم

ذکر رسول مقبول

نہیں ایسا نہیں کہ خاک یا پتھر سے ملتا ہے
ہمارا سلسلہ تو نور کے پیکر سے ملتا ہے
وہاں دربار میں اُنکے جو چشمِ تَر سے ملتا ہے
سکوں ویسا کہاں دینار یا ڈالر سے ملتا ہے
وہ انساں ہے مگر فائز علیٰ فوزاً عظیما ہے
وہ جاکر عرش پر اس اعلیٰ و برتر سے ملتا ہے
طریقِ زندگانی ہو یا رازِ کُن فکانی ہو
خُدا تک کا پتہ اُس دائمی رَہبَر سے ملتا ہے
ہماری آس اور امید کا مرکز ہے دَر اُنؐ کا
ہمیں جو کچھ بھی ملتا ہے اُنہی کے دَر سے ملتا ہے
نہیں ملتا نہیں ہے جاہ و حشمت اور دولت سے
"قرارِ زندگانی لُطفِ پیغمبر سے ملتا ہے"

عمران تبسم

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات

رسول رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جہاں اللہ تعالیٰ نے اور بہت سے اعزاز دیئے ہیں وہاں یہ اعزاز بھی بخشا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سارے انبیاء کی امامت بھی کروائی ہے۔ مکہ مکرمہ سے براق پر سوار ہو کر جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج کو چلے تو آپ کی پہلی منزل مسجد اقصیٰ تھی پھر وہاں سے آسمانوں کی جانب سفر شروع ہوا۔ سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ معراج کا واقعہ تفصیل سے بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، پھر میں جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ مسجد اقصیٰ میں داخل ہوا ہم دونوں نے وہاں دوگانہ ادا کیا۔ میں نے وہاں پہ کئی انبیاء کو دیکھ کر پہچان لیا۔ بعض ان میں سے قیام میں تھے بعض رکوع میں اور بعض سجدہ کی حالت میں مصروف عبادت تھے۔ پھر وہاں پر نماز ہوئی اور میں نے ان کی جماعت کروائی۔

دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں:

ترجمہ: پھر موذن نے اذان کہی اور نماز کے لئے اقامت کہی گئی اور ہم سب صفوں میں کھڑے انتظار کر رہے تھے کہ کون امامت کے فرائض سرانجام دے گا اتنے میں جبرئیل علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے امامت کے لئے آگے کر دیا تب میں نے انبیاء کی جماعت کروائی۔ (فتح الباری شرح صحیح البخاری لابن حجر عسقلانی رحمتہ

اللہ علیہ)

پھر جبرئیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا، اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانتے ہیں کہ پیچھے کن کن رسولوں نے نماز ادا کی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا مجھے پورا معلوم نہیں تو جبرئیل علیہ السلام نے بتایا اللہ تبارک وتعالیٰ نے آج تک جتنے نبیوں کو مبعوث فرمایا ہے سب نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد 3 سورۂ بنی اسرائیل صفحہ 26)

روز قیامت سارے نبیوں کا خطیب ہونا

اللہ کی بارگاہ میں ساری خلائق، اوّل سے لے کر آخر تک سب جمع ہوں گی۔ ساری انبیاء ورسل بھی وہاں موجود ہوں گے۔ ساری خلقت پریشان ہوگی اور یکے بعد دیگرے تمام انبیاء کے پاس جائے گی۔ سب سے آخر میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سارے اولین وآخرین جمع ہوں گے انبیاء بھی خاموش کھڑے ہوں گے۔ اس وقت جو ہستی اللہ تعالیٰ سے بات کرے گی اور سب نبیوں اور امتوں کی نمائندگی کرے گی وہ ہستی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہوگی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

''جب قیامت کا دن ہوگا میں سب نبیوں کا امام وخطیب ہوں گا۔ (سنن

ترمذی، ابواب المناقب)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

''جب وہ (اللہ کی بارگاہ میں) جمع ہو کر آئیں گے اس وقت میں ان کا خطیب ہوں گا''۔(سنن ترمذ، ابواب المناقب)

سارے نبیوں اور ساری امتوں پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گواہ ہونا اللہ تعالیٰ نے انبیاء ورسل کا جو سلسلہ جاری فرمایا تو سب نبی اپنی اپنی قوم کے پاس آتے رہے، قوموں نے ان کی باتوں کو مانا یا رد کر دیا۔ بہت سے انبیاء کا قرآن حکیم میں تذکرہ موجود ہے۔ ان کی قوموں کا رویہ اچھا تھا یا برا وہ بھی مذکور ہے۔

اللہ کریم کا ارشاد ہے:

''جن لوگوں کی جانب نبی بھیجے گئے تھے ہم ان سے پوچھیں گے اور جن انبیاء ورسل کو ان کی جانب بھیجا گیا تھا ان سے بھی پوچھیں گے۔ پھر ہم انہیں اپنے علم سے بتائیں گے کیونکہ ہم وہاں غیر موجود تو نہ تھے''۔(سورۃ الاعراف 6.7:7)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''پس کیا حال ہو گا جس وقت ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان لوگوں پر گواہ بنا کر لائیں گے''۔

شہادت یقینی علم کی بنیاد پر بھی ہوتی ہے اور قرآن میں بیان کردہ حقائق

وواقعات سے زیادہ یقینی علم کس کا ہو سکتا ہے؟ اسی یقینی علم کی بنیاد پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گواہی دیں گے اور اُمت محمد یہ کو بھی قرآن نے (شہداء علی الناس) کہا ہے یہ بھی قرآن حکیم کی سچی خبروں اور واقعات کی بنا پر تمام کائنات کے لوگوں پر گواہ ہوں گے۔

سارے نبی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جھنڈے تلے ہوں گے، میدان محشر میں ساری خلقت انبیاء کے پاس جائے گی ہر ایک دوسرے نبی کے پاس بھیج دے گا سب سے آخر میں یہ سارے لوگ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئیں گے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خلقت کا یہ سارا مجمع لے کر اللہ کی بارگاہ میں آئیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی حمد کا اونچا جھنڈا ہوگا اور سب چھوٹے بڑے، نیاز مندی کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے ہوں گے۔

فرمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

اس روز اللہ کے نبی حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر سب انسان میرے جھنڈے تلے جمع ہو کر نجات کے منتظر ہوں گے۔ (المستدرک علی الصحیحین للحاکم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر باقی سب انسان میرے جھنڈے تلے ہوں گے۔(سنن ترمذی، کتاب التفسیر)

قبولیت دعا کے عجیب ثمرات پانا

دعا بندے کا اپنے رب کو پکارنے اس سے مدد مانگنے کا نام ہے۔ یہ بندوں اور رب تعالیٰ کے درمیان ایک رابطہ ہے۔ دعا سے اللہ کی رحمت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ دعا سے اللہ مشکلیں آسان کر دیتا ہے۔ دعا سے اللہ کے ہاں سے اچھے فیصلے اور خوبصورت نتائج ظاہر ہوتے ہیں۔ دعا مانگنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں دیا ہے۔ دعا مانگنے سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی روشن سطروں پر بہت سے انبیاء ورسل کی مقبول دعاؤں کا ذکر کیا ہے۔

نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اپنی حیات طیبہ میں بہت سی دعائیں مانگیں جو اللہ تعالیٰ نے قبول کیں۔ اور ان کے اثرات وبرکات کا مشاہدہ خود دنیا والوں نے اپنی آنکھوں سے کیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ ان (اہل ایماں) کے حق میں دعا کیجئے بلاشبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا ان کے لئے باعث سکون ہوئی"۔

(التوبہ 103:9)

دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہو اور شرف قبول نہ پائے بھلا کیسے ممکن ہے؟ بہت مرتبہ ایسا ہوا کہ ادھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھ اٹھائے اور ادھر نتیجہ آ گیا۔ یوں کہیے جیسے قبولیت منتظر کھڑی ہو۔

سیدنا حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کے لئے دعا فرماتے ہیں تو اس کے حق میں بھی قبول ہوتی اس کی اولاد اور اولاد کی اولاد بھی اس سے مستفید ہوتی۔ (مسند احمد، حدیث حذیفہ بن یمان)

اے اللہ! سعد کو مستجاب الدعوات بنا

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے لیے دعا فرمائی:

اے اللہ! سعد جب بھی تجھ سے دعا کرے تو قبول فرمانا۔ (سنن ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عن فرماتے ہیں میں نے سب سے پہلے اللہ کی راہ میں کفار پر تیر چلایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے سعد تیر چلاتے جاؤ میرے ماں باپ تجھ پر قربان! (مسند ابو یعلی الموصلی، مسند سعد، رقم الحدیث: 723)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا ان کے حق میں حرف بہ حرف قبول ہوئی۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب انہیں کوفہ کا گورنر بنا کر بھیجا پھر

ان کے احتساب کے لئے چند لوگوں کو بھیجا وہ کوفہ میں گئے اور ہر مسجد میں لوگوں کو جمع کر کے ان کے بارے میں پوچھتے۔ سب نے ان کے بارے میں اچھے خیالات کا اظہار کیا۔ ہاں مسجد بنو عبس میں جب گئے تو ابو سعدہ نامی ایک شخص نے ان کے خلاف بہت سی بے جا باتیں کہیں۔ اس نے کہا۔ ''نہ تو یہ خود جنگوں میں شرکت کرتے ہیں نہ مال برابری کی بنیاد پر تقسیم کرتے ہیں اور نہ ہی معاملات میں عدل برتتے ہیں۔ یہ ناحق باتیں سن کر انہیں غصہ آ گیا اور ان کی زبان پر یہ الفاظ آ گئے:

اے اللہ! اگر یہ شخص جھوٹا ہے تو اس کی عمر لمبی کر دے، اس کا فقر زیادہ کر دے اور اسے آزمائشوں میں مبتلا کر دے۔ عبدالملک کہتے ہیں پھر ایک وقت آیا میں نے اس شخص کو دیکھا پھوٹی کوڑی اس کے پاس نہ تھی بے حد پریشان حال اور بوڑھا کھوسٹ ہو چکا تھا میں نے اس سے حال دریافت کیا تو بولا: بوڑھا کھوسٹ ہو چکا ہوں، مصیبتوں کا مارا ہوا ہوں بس مجھے تو سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بددعا لے ڈوبی۔ (مسند سعد بن ابی وقاص، جابر بن سمرۃ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کے لئے دعا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں اپنی والدہ کو اسلام کی طرف دعوت دیتا تھا۔ میں نے ایک دن انہیں دعوت دی تو والدہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں ایسے الفاظ کہے جو میں گوارا نہ کر سکتا تھا میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں روتا ہوا حاضر ہوا اور عرض کی: اے اللہ کی رسول! میں اپنی والدہ کو اسلام کی طرف دعوت دیتا تھا اور وہ انکار کرتی تھیں۔ آج جب میں نے انہیں دعوت دی تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کے بارے میں بعض الفاظ کہے جو میرے لئے نا قابل برداشت تھے۔

میری درخواست ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ سے دعا کریں کہ وہ میری والدہ کو ہدایت عطا فرمائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی: اے اللہ! ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کو ہدایت عطا فرما!

میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا لے کر خوشی سے نکلا جب میں آیا اور دروازہ پر پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ دروازہ اندر سے بند ہے۔ والدہ نے میرے قدموں کی آہٹ سنی تو کہا، اے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ! اپنی جگہ پر رک جاؤ، میں نے پانی گرنے کی آواز بھی سنی۔ والدہ نے غسل کیا، کپڑے پہنے اور اپنا دوپٹہ اوڑھتے ہوئے دروازے کھولتے ہوئے جلدی سے باہر آئیں اور کہا، اے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ!

''میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتی ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں''۔

میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف لوٹا، خوشی سے میں رو رہا تھا۔ میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! خوشخبری ہو اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا قبول فرمالی اور میری والدہ کو ہدایت عطا فرمادی۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ عزوجل کی تعریف اور خوبی کے الفاظ کہے۔

پھر میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اللہ سے دعا مانگیں کہ وہ میری اور میری والدہ کی محبت اپنے مومن بندوں کے دلوں میں ڈال دے اور ہمارے دلوں میں ان کی محبت پیدا فرمادے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! انہیں اپنے بندوں کے ہاں محبوب بنادے اور اہل ایمان کی محبت ان کے دلوں میں ڈال دے۔

بعد میں آپ فرماتے تھے آج کوئی بندہ مومن ایسا نہیں ہے جس نے میرا ذکر سنا یا مجھے دیکھا ہو اور اس نے مجھ سے محبت نہ کی ہو۔ (صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فضل ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

بارش اسی وقت برسنے لگی

ایک روایت میں ہے:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بغلوں کی سفیدی ہمیں نظر آنے لگی پھر لوگوں کی طرف پشت

کی اور اپنی چادر کو الٹ لیا اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہاتھ اٹھائے ہوئے تھے اس کے بعد لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور منبر سے نیچے اُتر کر دو رکعت نماز ادا فرمائی پھر اللہ تعالیٰ نے ایک بادل بھیجا جو گرجنے اور کڑکنے لگا اور بحکم خدا بارش بھی برسنے لگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عید گاہ سے مسجد تک واپس بھی نہ آئے تھے کہ نالے بہہ نکلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب لوگوں کو بارش سے بچاؤ کرتے اور بھاگتے ہوئے دیکھا تو آپ کو اس قدر ہنسی آئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دانت نظر آنے لگے اور فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری پوری قدرت رکھتا ہے اور میں اس کا بندہ اور رسول ہوں۔ (صحیح بخاری، کتاب صلاۃ الاستسقاء)

اسے گرمی اور سردی کے اثر سے بچا

عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابولیلیٰ سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ رات کو گفتگو کر رہے تھے اور سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ گرمیوں والے کپڑے سردیوں میں پہنتے تھے اور سردیوں والے گرمیوں میں۔ ہم نے کہا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سے پوچھیں۔ انہوں نے جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے خیبر کے دن بلا بھیجا میری آنکھیں دکھ رہی تھیں۔ میں نے عرض کیا اے

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میری آنکھوں میں تکلیف ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگایا اور میرے حق میں دعا فرمائی: اے اللہ! اسے گرمی اور سردی سے بچا۔

سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس دن کے بعد میں نے سردی اور گرمی کا اثر محسوس نہیں کیا۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب المقدمۃ)

اسے کتاب کا علم عطا فرما

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ سینے سے لگایا اور فرمایا کہ اے اللہ! اسے (اپنی کتاب) کا علم وحکمت عطا فرما۔ (صحیح بخاری کتاب العلم)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت الخلاء میں داخل ہوئے تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے وضو کا پانی رکھ دیا۔ (جب آپ وہاں سے نکلے، تو فرمایا یہ پانی کس نے رکھا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتلایا گیا تب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے حق میں دعا فرمائی: اے اللہ! اسے فقاہت (دین کی گہری سمجھ بوجھ) عطا فرما۔ (صحیح بخاری، کتاب الوضو)

مال واولاد میں برکت عطا فرما

سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں تشریف لے آئے تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کھجور اور گھی لے آئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، گھی اور کھجوریں برتنوں میں رکھ دو اس لئے کہ میں تو روزہ دار ہوں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھر کے ایک گوشے میں نفل نماز ادا فرمائی اور حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کے گھر والوں کے لئے دعا فرمائی۔

ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! صرف میرے لئے دعا فرمائی ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں اور کیا؟

ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: اپنے خادم انس کے لئے بھی دعا فرمائیں نا!

تب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا اور آخرت کی کوئی بھلائی نہ چھوڑی جس کی دعا نہ فرمائی ہو، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! اسے مال اور اولاد عطا کر اور اسے خوب برکت عطا فرما۔

سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں انصار سے زیادہ مال دار ہوں

اور مجھ سے میری بیٹی امینہ نے کہا کہ حجاج کے بصرہ آنے تک میری نسل سے ایک سو بیس سے کچھ زیادہ بچے دفن ہو چکے تھے۔ (صحیح بخاری، کتاب الصوم)

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کی برکت بتلانے کے لئے فرماتے ہیں کہ میری نسل سے میرے گھرانے کے افراد ایک سو پچیس کے قریب ہیں اور میرے باغ میں برکت کا یہ عالم ہے کہ سال میں دو مرتبہ پھل لاتا ہے۔ نیز آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے باغ میں پھلوں کی خوشبو مشک وعنبر جیسی تھی۔ (دلیل الفالحین لطرق ریاض الصالحین: 98/1)

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے حق میں جو تین دعائیں مانگی تھیں ان میں سے مال واولاد میں برکت کے ثمرات تو میں نے دیکھ لیے ہیں اب اللہ سے امید ہے کہ تیسری دعا جو میری مغفرت کی تھی وہ بھی پوری ہو کر رہے گی۔ (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری)

اے اللہ اس کے دل کو غنی کر دی

حضرت ابو حویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سنہ ۹ ہجری میں اپنے علاقے کے تیرہ افراد کا ایک وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اپنے مال زکوٰۃ سمیت آیا۔ ان کی آمد پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت خوش ہوئے اور انہیں بہت اچھی طرح ٹھہرایا اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرمایا کہ ان کی

خوب ضیافت کریں اور انہیں بہت سے تحائف وغیرہ دے کر رخصت فرمایا۔ جاتے وقت ان سے پوچھا: کوئی ایسا تو نہیں ہے جس کو کچھ نہ ملا ہو؟ انہوں نے کہا، ہمارے ساتھ ایک نوجوان ہے اسے ہم اپنی سواریوں کے پاس چھوڑ آئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اسے بھی بھیج دینا۔

کچھ دیر کے بعد وہ آیا اور کہا میں اسی قبیلے کا ساتھی ہوں جن کو آپ نے تحائف وغیرہ دے کر رخصت فرمایا ہے میری بھی کچھ حاجت ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: بتاؤ تمہاری حاجت کیا ہے؟

وہ بولا: میری حاجت یہ ہے کہ آپ میرے لئے اللہ سے مغفرت طلب فرمائیں وہ مجھ پر مہربانی فرمائے اور میرے دل کو غنی کر دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے لئے دعا مانگی: ''اے اللہ! اس کی مغفرت فرما اس پر رحم اور اس کے دل میں غنا پیدا فرما۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبیلہ کے دوسرے افراد کی طرح اسے بھی تحائف دے کر رخصت فرمایا۔ وہ لوگ اپنے علاقہ کی طرف کوچ کر گئے۔ پھر ایام حج میں سولہ افراد کا ایک قافلہ وہاں سے آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے اس جوان کے بارے میں دریافت فرمایا تو وہ بولے: ہم نے اس جیسا شخص نہیں دیکھا جسے اس قدر مال وغنا نصیب ہوا ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خوش ہو کر

فرمایا: مجھے پوری امید ہے کہ وہ انہی صفات کے ساتھ اس دنیا سے جائے گا۔ یعنی موت تک یہ چیزیں اس کے پاس رہیں گی۔ (طبقات ابن سعد، وفد تجیب)

یہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعاؤں کی برکات تھی جو اس نوجوان کو حاصل ہوئیں۔

اے اللہ! اسے سیدھی راہ پر ڈال دے

حضرت رافع بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ مسلمان ہوئے لیکن ان کی بیوی نے مسلمان ہونے سے انکار کردیا اور (رافع کی بیوی) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئی اور بولی میری بیٹی مجھے دلا دیجئے۔

اس کا دودھ چھوٹ چکا تھا یا چھوٹنے کے قریب تھا۔ ادھر ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے آقا یہ میری بیٹی مجھے دے دیجئے! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابورافع سے فرمایا تو ایک کونے میں بیٹھ جا اور اس کی بیوی سے کہا تو دوسرے کونے میں بیٹھ جا اور بچی کو ان دونوں کے بیچ بٹھا دیا اور فرمایا تم دونوں اس کو اپنی اپنی جانب بلاؤ پس وہ بچی اپنی ماں کی طرف بڑھنے لگی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی: اے اللہ! اسے سیدھی راہ پر ڈال دے۔ اس کے بعد وہ اپنے باپ کی طرف بڑھی پس ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے لے لیا۔ (سنن ابوداود، کتاب الطلاق)

جو تجھے زیادہ پسند ہو وہ عطا فرما

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی: ''اللہ! ابو جہل اور عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں سے جو تجھے زیادہ پسند ہو اس سے اسلام کو تقویت پہنچا۔ راوی فرماتے ہیں چنانچہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی اللہ کے نزدیک محبوب نکلے۔ (کہ اسلام کی آغوش میں آ گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے اسلام کو چمکا دیا)۔ (سنن ترمذی کتاب المناقب)

اے اللہ! سعد کو شفا بخش!

حضرت عائشہ بنت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد بتاتے ہیں کہ میں مکہ میں بہت سخت بیمار ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس عیادت کے لئے تشریف لائے۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بہت سا مال چھوڑ کر مر رہا ہوں اور میری صرف ایک بیٹی ہے تو کیا میں دو تہائی مال کی وصیت کر دوں؟ اور تہائی مال چھوڑ دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں، ایسا نہ کرو! میں نے عرض کیا کہ نصف کی وصیت کر دوں اور نصف چھوڑ دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں ایک تہائی (کی وصیت کر سکتے ہو) اور ایک تہائی بھی بہت زیادہ ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ہاتھ میری پیشانی پر رکھا میرے چہرے اور پیٹ پر اپنا ہاتھ پھیرا اور دعا فرمائی:

اے اللہ! سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شفا عطا فرما اور ان کی ہجرت مکمل کر دے۔

(فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے مجھے شفا عطا فرمائی اور میں اس وقت سے اب تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ مبارک کی اپنے سینے میں ٹھنڈک محسوس کرتا ہوں۔) (صحیح بخاری کتاب المرضیٰ)

چند دشمنان دین کے خلاف بددعا

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبہ شریف کے قریب نماز پڑھ رہے تھے ابوجہل اور اس کے چند دوست بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا تم میں سے کوئی شخص فلاں قبیلہ کی اونٹنی کی اوجھڑی لے آئے اور اس کو (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پشت پر رکھ دے جب وہ سجدہ میں جائیں۔ سب سے بدبخت آدمی عقبہ گیا، اوجھڑی لایا اور دیکھتا رہا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ میں گئے۔ فوراً ہی اس نے اس کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں شانوں پر رکھ دیا۔ میں یہ کیفیت دیکھ رہا تھا، مگر کچھ کر نہ سکتا تھا۔ کاش میرے ہمراہ کچھ لوگ ہوتے (تو میں کیوں یہ حالت دیکھتا)۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں پھر وہ لوگ ہنسنے لگے اور ایک دوسرے پر (مارے ہنسی کے) گرنے لگے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ میں تھے۔ اپنا سر نہ اٹھا سکتے تھے، یہاں تک کہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آئیں اور انہوں

نے اسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیٹھ سے پرے پھینکا، تب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا سر مبارک اٹھایا اور فرمایا: یا اللہ! قریش کی ہلاکت یقینی فرمادے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ تین مرتبہ فرمایا، ان پر شاق گزرا، کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بددعا دی ہے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اس شہر (مکہ) میں دعا قبول ہوتی ہے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نام لیے کہ اے اللہ ابوجہل کی ہلاکت یقینی فرما۔ عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ، امیہ اور عقبہ بن ابی معیط کی ہلاکت یقینی فرما اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ساتواں نام بھی لیا تھا مگر مجھے یاد نہیں رہا۔

اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں نے ان لوگوں (کی لاشوں) کو جن کا نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لیا تھا بدر کے کنویں میں گرا ہوا پایا۔ (صحیح بخاری، کتاب الوضو)

اے اللہ! اسے خوبصورت بنادے

حضرت عمرو بن اخطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں بیٹھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانی طلب فرمایا میں (اس سعادت کو غنیمت جان کر) ایک برتن میں پانی لے کر حاضر خدمت ہوا۔ پھر

میری نظر پڑی تو اس میں ایک بال تھا (جو چپکے سے) میں نے نکال دیا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے دیکھ لیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے دعا دی۔ ''اے اللہ! اسے خوبصورت بنا دے''۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ہم نے انہیں دیکھا ترانوے برس کے ہوگئے تھے تب بھی سر اور ڈاڑھی میں کوئی بال سفید نہ تھا (اور یہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعاؤں کی برکت اور قبولیت کا ثمرہ تھا)۔ (صحیح ابن حبان، کتاب ابخارہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عن مناقب الصحابۃ، ذکر السبب الذی من اجلہ دعا المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

اے اللہ! اسے بُرائی سے بچا

سیدنا ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ایک جوان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا، اے اللہ کے رسول مجھے زنا کی اجازت دے دیجئے! پاس بیٹھے لوگوں نے یہ بات سنی تو اُسے ڈانٹ ڈپٹ کرنے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کو خاموش رہنے کا حکم دیا اور اس سے فرمایا: تم میرے قریب آجاؤ۔ وہ آگے بڑھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب بیٹھ گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی تمہاری ماں کے بارے میں ایسا سوچے تم اسے اچھا جانو گے؟

اس نے عرض کی: قطعاً نہیں، اللہ مجھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فدا کرے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی تمہاری بیٹی کے بارے میں برائی چاہے تو تم اسے اچھا جانو گے؟

اس نے عرض کی: قطعاً نہیں، اللہ مجھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نثار کرے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگ کبھی نہیں چاہتے کہ ان کی بہنوں کے ساتھ ایسی برائی کی جائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی تمہاری پھوپھی کے بارے میں ایسا سوچے تم اسے اچھا جانو گے؟

اس نے عرض کی: قطعاً نہیں، اللہ مجھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فدا کرے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگ بھی نہیں چاہتے کہ ان کی پھوپھیوں کے ساتھ ایسی برائی کی جائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی تمہاری خالہ کے بارے میں ایسا سوچے تم اسے اچھا جانو گے؟

اس نے عرض کی: قطعاً نہیں، اللہ مجھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان کرے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگ بھی نہیں چاہتے کہ ان کی خالاؤں کے ساتھ ایسی برائی کی جائے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر دعا فرمائی:

اے اللہ! تو اس کی خطا معاف فرما، اس کے دل کو پاک کر دے اور اس کی شرم گاہ کی حفاظت فرما!

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا اس کے حق میں ایسی قبول ہوئی کہ پھر زندگی بھر وہ ادھر اُدھر کسی چیز کی جانب کچھ توجہ نہ کرتا تھا۔ (مسند احمد بن حنبل، مسند الانصار)

قبیلہ دوس کی ہدایت کے لئے دعا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ طفیل بن عمر دوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ یا رسول اللہ (قبیلہ) دوس کے لوگوں نے نافرمانی کی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کی پیروی سے انکار کر دیا لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ سے ان کے لئے بددعا کیجئے۔

لوگ سوچ رہے تھے کہ اب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بددعا کریں گے اور دوس کا قبیلہ ہلاک ہو جائے گا، مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بددعا نہیں کی بلکہ یوں فرمایا:

اے اللہ! قبیلہ دوس کو ہدایت دے کر یہاں لے آ! (صحیح بخاری، کتاب الجہاد والسیر)

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا قبول ہوئی اور اس قبیلہ کے ستر سے زائد گھرانے مسلمان ہو گئے اور سنہ 7 ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہی خوش نصیب لوگوں میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے یہ اسی دعا کا اثر تھا جو رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس قبیلے کے حق میں دعا مانگی تھی۔ ہوسکتا ہے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلند مقام جو اسلام میں حاصل ہوا وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انہی دعاؤں کی برکت کے سبب سے ہو۔

قبیلہ غفار اور اسلم کے لئے دعائے ہدایت

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے دعا فرمائی:

''اے اللہ! قبیلہ غفار کی مغفرت فرما اور قبیلہ اسلم کی سلامتی عطا فرما''۔(صحیح بخاری، کتاب صلاۃ الاستسقائ)

چنانچہ اس دعا کا خوب اثر ہوا اور اللہ تعالیٰ نے قبیلہ غفار کی خطائیں معاف کر کے ہدایت عطا فرمائی اسی طرح قبیلہ اسلم کو بربادی کی بجائے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا سے سلامتی ملی اور ان دونوں قبیلوں کے چار چار سو افراد ایمان قبول کرنے کے بعد غزوۂ حنین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئے۔(شرح صحیح البخاری)

غزوۂ احزاب میں مشرکین کے خلاف بددعا

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کافروں کی جماعت کے لئے بددعا فرما رہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے الفاظ یہ تھے:

''اے اللہ! کتاب نازل کرنے والے! جلد حساب لینے والے! کافروں کی جماعت کو شکست دے۔ یا اللہ! ان کو شکست دے اور ان کے قدم اکھاڑ دے۔(صحیح بخاری، کتاب الغزوات)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا عرش الٰہی سے جا ملی اور اللہ تعالیٰ نے

ان پر ایسی ہوا بھیجی کہ جس سے خیموں کی طنابیں اکھڑ گئیں، خیمے پھٹنے اور اڑنے لگے، ہانڈیاں الٹ گئیں اور ان کا مال و متاع بکھر گیا ان کے دلوں میں اللہ نے ایسا رعب ڈالا کہ بھاگنے کے علاوہ کوئی چارہ نہ ملا اور شکست فاش ان کا مقدر بنی۔

پیٹھ پیچھے دیکھنا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ کی جانب سے یہ خاص صفت بھی ودیعت فرمائی گئی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے پیچھے بھی دیکھتے تھے کئی احادیث میں اس کا باقاعدہ تذکرہ موجود ہے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ایک روز رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھائی اور ہماری جانب منہ کر کے بیٹھ گئے پھر ہم میں سے ایک شخص کو مخاطب کر کے فرمایا: میں دیکھتا ہوں تم اچھی طرح نماز نہیں ادا کرتے۔ نمازی کو چاہئے کہ وہ خیال رکھے کہ کیسے نماز ادا کر رہا ہے اس لئے کہ وہ اپنی ذات کے لئے ہی تو نماز پڑھتا ہے۔

پھر ارشاد فرمایا:

"بے شک میں اپنے پیچھے سے ایسے ہی دیکھتا ہوں جیسے اپنے سامنے دیکھتا ہوں"۔ (صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم میرا چہرہ اُس طرف سمجھتے ہو، حالانکہ اللہ کی قسم! مجھ پر

تمہارا خشوع اور تمہارا رکوع کچھ بھی پوشیدہ نہیں، میں یقیناً تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے سے دیکھتا ہوں۔ (صحیح بخاری، کتاب الصلاۃ)

سب سے پہلے اٹھایا جانا

قیامت کا جب صور پھونکا جائے گا سارے انسان موت کی وادی میں چلے جائیں گے اور سب چیزیں تباہ برباد ہو جائیں گی۔ پھر دوسری بار صور پھونکا جائے گا تب سب انسان اٹھ کھڑے ہوں گے۔ ان میں سب سے پہلے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اٹھنے کا اعزاز حاصل ہوگا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن سب لوگ بیہوش ہو جائیں گے اور میں سب سے پہلے ہوش میں آؤں گا میں موسیٰ علیہ السلام کو دیکھوں گا کہ وہ عرش کا پایہ پکڑے کھڑے ہیں، مجھے معلوم نہیں کہ وہ مجھ سے پہلے ہوش میں آئے ہیں یا کوہ طور کی بیہوشی کے بدلے میں آج انہیں بے ہوشی نہیں ہوئی۔ (صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاءؑ)

نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا: میں پہلا ہوں گا جس سے زمین پھٹے گی اور میں باہر آؤں گا۔ (صحیح بخاری، کتاب الخصومات)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کا سب سے پہلے

جنت میں جانا

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے سب انبیاء کے آخر میں مبعوث فرمایا ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے بلند رتبہ سے نوازا ہے۔ یہ خصوصیت بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کو حاصل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے باقی انبیاء بعد میں دخول جنت سے سرفراز کیے جائیں گے۔ اسی طرح پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت جنت میں جائے گی بعد میں دوسری امتوں کو جانے کی اجازت دی جائے گی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا سب سے پہلے میں جنت کے دروازے کی کنڈی کو پکڑ کر کھٹکھٹاؤں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے اچھی طرح یاد ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک کے ذریعے کنڈی کھٹکھٹانے کا اشارہ بھی کیا تھا۔ (سنن دارمی، کتاب المقدمہ)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک طویل حدیث منقول ہے اس میں ہے: فرشتے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہیں گے، اے اللہ کے حبیب! اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں نے تمام انبیاء اور امتوں پر جنت کو حرام کیا ہے جب تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت اس میں

داخل نہ ہو جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں، تب مجھے قرار آئیگا۔ (المعجم الکبیر للطبرانی)

سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت سارے نبیوں پر اس وقت تک حرام ہے جب تک میں اس میں داخل نہ ہو جاؤں اور ساری امتوں پر جنت اس وقت تک حرام ہے جب تک میری امت اس میں داخل نہ ہو جائے۔ (المعجم الاوسط للطبرانی)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات کی کثرت

اللہ تعالیٰ نے سابقہ انبیاء ورسل کو بھی معجزات سے نوازا ہے۔ معجزہ نبوت کی دلیل ہوتی ہے جس میں ظاہر میں نبی کی ذات ہوتی ہے اور اس کی مدد ونصرت کے لئے خدائی قدرت کارفرما ہوتی ہے۔ سابقہ نبیوں میں سے سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام بڑی شان والے نبی ہیں ان کے بارے میں قرآن کریم میں آتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یہ دینے والے رب کی مرضی ہے جس نبی کو جتنے چاہے معجزات وکمالات عطا کرے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بہت زیادہ بلکہ سارے نبیوں سے زیادہ معجزات عطا فرمائے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات کے بارے میں امام بیہقی رحمتہ

اللہ علیہ جو کہ بہت بڑے محدث ہیں فرماتے ہیں:

''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام نبیوں اور رسولوں سے معجزات و کمالات میں بڑھے ہوئے ہیں یہاں تک کہ بعض اہل علم نے فرمایا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی نشانیاں یعنی معجزات ایک ہزار کی تعداد تک پہنچے ہوئے ہیں''۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چونکہ اللہ کے سب سے افضل اور آخری نبی ہیں اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہر نوع کے بے شمار معجزات عطا فرمائے ہیں ان میں سے چند معجزات ذکر کئے جاتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگلیوں سے پانی کا چشمہ جاری ہوا

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ نماز عصر کا وقت آ گیا تھا اور لوگوں نے وضو کے لئے پانی ڈھونڈا، مگر نہیں پایا، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک برتن (میں وضو کے لئے پانی) لایا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس برتن میں اپنا ہاتھ رکھ دیا اور لوگوں کو حکم دیا کہ اس سے وضو کریں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں میں نے پانی کو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگلیوں کے درمیان سے ابل رہا تھا، یہاں تک کہ سب لوگوں نے وضو کرلیا۔ (صحیح بخاری، کتاب الوضو، باب التماس الوضوء اذا حانت

لصلاۃ)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لعاب دہن کی برکت

ابو حازم سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ خیبر کے دن فرمایا آج میں جھنڈا اس کو دوں گا جس کے ہاتھ پر فتح ہو جائے گی۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں سے ہر ایک اس بات کی امید کرنے لگا کہ شاید آج یہ پرچم اسے دیا جائے لیکن پھر سب صحابہ کی موجودگی میں، سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہاں ہیں؟ کسی نے کہا، ان کی آنکھوں میں درد ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بلایا اور ان کی دونوں آنکھوں میں اپنا مبارک لعاب لگایا، جس سے وہ اچھے ہو گئے اور یوں لگتا تھا کہ انہیں کچھ تھا ہی نہیں۔ (صحیح بخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب دعاء النبی الناس الیٰ الاسلام والنبوۃ)

چاند دو ٹکڑے ہو گیا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ اہل مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک معجزہ طلب کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں چاند کے دو ٹکڑے (کر کے) دکھائے حتیٰ کہ انہوں نے حرا پہاڑ کو ان دونوں ٹکڑوں کے درمیان دیکھا یعنی وہ دونوں ٹکڑے اتنے فاصلہ پر ہو گئے تھے کہ حرا

پہاڑ ان کے درمیان نظر آرہا تھا۔ (صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیائ، باب انشقاق القمر)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں چاند شق ہوا یعنی درمیان سے اس کے دو ٹکڑے ہو گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (کافروں سے) فرمایا کہ گواہ رہو۔ (صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب سوال المشرکین ان یریہم النبی آیۃ)

بکری کا دودھ اُتر آیا

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں چرایا کرتا تھا ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ میرے پاس سے گذرے اور فرمایا: اے لڑکے! کیا تمہارے پاس دودھ ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں لیکن میرا یہ مال سارا امانت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تمہارے پاس کوئی بن بیاہی بکری بھی ہے؟ میں نے کہا؟ جی ہاں یہ ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے تھن پر ہاتھ پھیرا تو اس میں دودھ اُتر آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے ایک برتن میں دوہا، خود بھی پیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی پلایا، پھر تھن سے مخاطب ہو کر فرمایا سکڑ جاؤ، چنانچہ وہ تھن سکڑ کر پہلی حالت میں آ گئے۔ (مسند احمد، حدیث عبداللہ بن مسعود)

دستی نے بتایا کہ مجھ میں زہر ملا ہوا ہے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ اہل خیبر میں سے ایک یہودی عورت نے بکری کے بھنے ہوئے گوشت میں زہر ملا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہدیہ میں پیش کر دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بکری کی دستی کا گوشت لیا اور اس میں سے کھایا پس اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اپنے ہاتھوں کو کھانے سے روک لو۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس یہودی کو بلایا اور پوچھا تو نے اس بکری میں زہر ملایا تھا؟ اس نے کہا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کس نے بتایا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے میرے ہاتھ میں دستی کے گوشت نے بتلایا تھا۔ اس نے کہا جی ہاں لیکن میں نے اس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کا ارادہ نہیں کیا تھا۔ میں نے سوچا اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی ہیں تو یہ زہر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نقصان نہیں پہنچائے گا اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی نہیں ہیں تو ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے راحت پالیں گے۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے معاف کر دیا اور اسے سزا نہیں دی۔ (سنن ابوداؤد، کتاب الدیات، باب فیمن سقی رجلا سما او اطعمہ فمات الیقاد منہ)

کھجور کا خوشہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے آ گرا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نبی اکرم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور پوچھنے لگا کہ میں کس طرح یقین کروں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں کھجور کے اس درخت کے اس خوشے کو بلاؤں تو وہ گواہی دے گا کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے بلایا تو وہ خوشہ درخت سے ٹوٹ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے گر گیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے حکم دیا، واپس چلے جاؤ تو واپس چلا گیا یہ دیکھ کر وہ اعرابی مسلمان ہوگیا۔ (سنن ترمذی ،کتاب المناقب)

پھر میں کچھ نہیں بھولا

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی: حضور! میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت سے حدیثیں سنتا ہوں ،مگر ان میں سے کچھ بھول جاتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اپنی چادر پھیلاؤ۔ چنانچہ میں نے چادر پھیلائی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھوں سے چلو بنایا اور اس چادر میں ڈال دیا پھر فرمایا: اس چادر کو اپنے ساتھ لگالو۔ پھر اس کے بعد میں کچھ نہیں بھولا۔ (صحیح بخاری، کتاب العلم، باب حفظ العلم)

چراغوں کی سی روشنی ان کے ساتھ چلنے لگی

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں دو شخص اندھیری رات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے اٹھے (ان میں ایک عباد بن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اور دوسرے اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ان دونوں کے ہمراہ چراغوں کی سی روشنی چلنے لگی پھر جب وہ دونوں علیحدہ ہو کر چلنے لگے تو ان میں سے ہر ایک کے ساتھ وہ روشنی چلنے لگی یہاں تک کہ وہ اپنے گھر پہنچ گئے۔ (صحیح بخاری، کتاب الصلاۃ، باب استقبال القبلۃ)

میرا اونٹ بہت تیز چلنے لگا

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک جنگ میں تھا، میرے اونٹ نے چلنے میں دیر کی اور تھک گیا میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا۔ جابر! میں نے عرض کیا جی! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا بات ہے؟ میں کہا: میرا اونٹ سست روی سے چلتا رہا اور میں پیچھے رہ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اترے اور اس کو ایک چھڑی سے مارا پھر مجھے فرمایا اب سوار ہو جاؤ۔ میں سوار ہوا تو وہ اس قدر تیز ہو گیا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر رہنے کے لئے اسے

روکنا پڑتا تھا۔ (صحیح بخاری)

دونوں درخت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے مل گئے

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ چلتے ہوئے ایک وسیع وادی میں اترے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قضائے حاجت کے لئے چل دیئے اور میں ڈول میں پانی لے کر چل پڑا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی آڑ نہ ملی جس کے ساتھ آپ پردہ کرسکیں۔ ہاں اس وادی کے کناروں پر دو درخت تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان دونوں درختوں میں سے ایک درخت کی طرف بڑھے اور اس درخت کی شاخوں میں سے ایک شاخ کو پکڑ کر فرمایا: اللہ کے حکم سے میرے تابع ہوجا تو وہ شاخ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تابع ہوگئی جس طرح اونٹ اس شخص کے تابع ہوجاتا ہے جس نے اس کی نکیل پکڑی ہو۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسرے درخت کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے دونوں درختوں کی آڑ بن گئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں کو ملا کر فرمایا تم دونوں اللہ کے حکم سے آپس میں ایک دوسرے سے جڑ جاؤ تو وہ دونوں جڑ گئے بعدازاں وہ دونوں درخت اپنی اپنی جگہ کھڑے ہوگئے۔ (صحیح مسلم، کتاب الزہد والورع، حدیث جابر الطّویل، بالاختصار)

سارا خوف اور سردی جاتی رہی

سیدنا حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ خندق کی لڑائی کی رات ہم لوگ صف بنائے بیٹھے ہوئے تھے ہماری تعداد تین سو کے قریب تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم میں سے ہر ایک کے پاس تشریف لائے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس سے گزرے تو میرے پاس دشمن سے بچنے کے لئے ڈھال تک نہ تھی اور سردی سے بچنے کے لئے سوائے بیوی کی چادر کے کچھ نہ تھا، وہ اونی چادر میرے گھٹنوں تک بھی نہ پہنچتی تھی، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لائے میں گھٹنے سکیڑ کر بیٹھا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ کون ہے؟ میں نے عرض کیا حذیفہ! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حذیفہ؟ میں زمین سے چمٹ گیا اور میں نے کہا فرمایئے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرا زمین سے چمٹنا اس لئے تھا کہ میں کھڑے ہونے سے ڈر رہا تھا لیکن پھر میں کھڑا ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جاؤ! مشرکین کی خبر لے کر آؤ کہ ان میں کچھ باتیں ہو رہی ہیں۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں لوگوں میں سے کچھ زیادہ بہادر نہ تھا اور سردی کی برداشت کی مجھ میں طاقت بھی کم تھی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان سنتے ہی میں چل پڑا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے

میرے اللہ! اس کی آگے سے پیچھے سے، دائیں سے اور بائیں سے اوپر اور نیچے سے حفاظت فرما۔ پس اللہ کی قسم! جو کچھ ڈر اور ٹھنڈ مجھ میں تھی بالکل میرے اندر سے نکل گئی اور مطلقاً اس میں سے کوئی چیز مجھ میں باقی نہ رہی۔ (تفسیر در منشور)

عمیر اور صفوان کی باہمی خفیہ باتوں کا تذکرہ

ایک روز سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ ایک دشمن اسلام عمیر بن وہب اپنے گھوڑے سے اتر کر ادھر اُدھر دیکھ رہا ہے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوراً اسے پہچان لیا اور جلدی سے آ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع دی۔ آقا سنیئے! وہ دشمن اسلام عمیر بن وہب آیا ہے گلے میں تلوار حمائل کئے ہوئے ہے اس کیلئے کیا حکم ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے میرے پاس لے آؤ۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گئے، تیزی سے آگے بڑھے اور اس کا گریبان یوں پکڑا کہ نیام کا پٹا بھی ہاتھ میں لے لیا اور پاس کھڑے انصار کو کہا: تم ذرا میرے پیچھے آؤ اور اس کا خیال رکھنا یہ شخص بھروسے کے لائق نہیں، کہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی تکلیف نہ پہنچائے۔

رسول کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا: عمر! اسے چھوڑ دو۔

عمیر! تم میرے قریب آؤ۔ عمیر نے قریب آتے ہی عرب کے جاہلیت والے معمول کے مطابق آپ کو صبح بخیر کیا تو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

فرمایا: عمیر! تمہارے اس سلام سے بہتر سلام اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمایا ہے اور اہل جنت کا بھی یہی سلام ہوگا۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔

عمیر نے کہا: یہ ہمارے لئے نئی بات ہے (یعنی اپنے قدیم طریقہ اور رواج سے ہٹ کر ہے)۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اچھا یہ بتاؤ! کیسے آنا ہوا؟

عمیر نے کہا: میں تو اپنے قیدی کے سلسلے میں کچھ گزارش کرنے آیا ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پھر تمہارے گلے میں یہ تلوار کیوں لٹک رہی ہے؟

عمیر نے کہا: یہ تلواریں پہلے (غزوۂ بدر میں) ہمارے کیا کام آئی ہیں؟

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھ سے سچ سچ کہو! تمہارے آنے کی غرض کیا ہے؟

عمیر نے کہا: اس کے علاوہ میری یہاں آنے کی بالکل کوئی غرض نہیں ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوسنو! میں تمہیں تمہارے آنے کا سبب علیم وخبیر رب کی مہربانی سے بتاتا ہوں۔ تم اور صفوان بن امیہ دونوں بیت اللہ کے پاس بیٹھے اور آپس میں غزوۂ بدر کا تذکرہ کرتے رہے پھر تم نے کہا مجھ پر بہت سا قرض بھی ہے اور اہل وعیال کا بھی خیال ہے یہ سب کچھ نہ ہوتا تو میں مسلمانوں کے

ہاں بدر کے قیدیوں میں موجود اپنے بیٹے کا حال چال معلوم کرنے کے بہانے مدینہ جاتا اور موقع پا کر شمع نبوت کو گل کر دیتا۔ یہ سن کر صفوان بولا: تمہیں کچھ فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ تمہارا قرض بھی میرے ذمہ، تم جاؤ اور اس ہدف کو ہر حال میں پورا کر کے آؤ۔ پھر تم نے صفوان سے کہا لیکن اس شرط پر کہ کسی کو ہماری اس بات کی بھنک بھی نہ پڑے۔ اس نے اس کی حامی بھر لی اور تم اپنے اس ارادے کے لئے چل پڑے جبکہ تمہیں یہ معلوم نہیں کہ اللہ تمہارے ارادوں کے اور میرے درمیان حائل ہے یعنی تم اپنے ارادہ کی تکمیل نہیں کر سکتے۔

یہ کھری کھری باتیں سن کر عمیر چونکے بغیر نہ رہ سکا اور پُرنم آنکھوں کے ساتھ بول اٹھا۔

میں دل سے گواہی دیتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو وحی نازل ہوتی اور آسمانوں سے خبریں آیا کرتی تھیں ہم ان کی تکذیب کرتے تھے لیکن یہ تو ایسا معاملہ ہے کہ میرے اور صفوان کے علاوہ اس کی خبر کسی کو نہیں تھی پس مجھے یقین ہو گیا ہے کہ اس معاملے کی خبر اللہ ہی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچائی ہے۔ سو میں اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتا ہوں جس نے مجھے نعمت اسلام سے بہرہ مند فرمایا اور مجھے اس راہ پر چلایا پھر انہوں نے سچے دل

سے اس حق کی برملا گواہی دی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا: ''اپنے بھائی عمیر کو دینی تعلیمات سمجھاؤ، انہیں قرآن کریم کی تعلیم دو اور ان کے قیدی کو بھی آزاد کر دو۔

اب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گلے لگایا اور ان کے اسلام لانے پر بڑی خوشی کا اظہار کیا اور ان کی تکریم میں ان کے قیدی بیٹے کو چھوڑ دیا۔ (السیرۃ النبویہ لابن ہشام)

دودھ کا ایک پیالا اور ستر اصحاب صفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا واقعہ بتاتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ راستے میں میری ملاقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہوئی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری جانب محبت سے مسکرا کر دیکھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں شاید حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے دل کی بات سمجھ لی تھی جو کہ میرے چہرے سے بھی عیاں تھی یعنی بھوک۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیار سے فرمایا: ابو ہریرہ! میں نے کہا: اللہ کے رسول میں حاضر ہوں۔ فرمایا: میرے ساتھ آ جاؤ چنانچہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ساتھ چلنے لگا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر کے سامنے آ گئے دروازے پر دستک دی اور اجازت ملنے پر اندر تشریف لائے۔ گھر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دودھ کا پیالہ نظر آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: یہ کہاں سے آیا؟

جواب ملا فلاں انصاری کے گھر سے آیا ہے۔

فرماتے ہیں اصحاب صفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اہل اسلام کے مہمان تھے وہ اپنے گھروں کو نہیں جاتے تھے وہیں ٹھہرے رہتے تھے جب کہیں سے کچھ صدقہ وغیرہ آجاتا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں بھیج دیتے اور اگر کہیں سے کچھ ہدیہ آتا تو کچھ خود رکھ لیتے کچھ انہیں دے دیتے۔

میں صفہ والوں کو بلانے تو چل دیا کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت تو ہر حال میں ضروری ہے لیکن دل میں یہ ملال ہونے لگا کہ اگر یہ دودھ میں پی لیتا تو میرا پیٹ بھر جاتا کہاں وہ ستر کے قریب افراد اور کہاں یہ دودھ کا ایک پیالہ؟ بہر حال وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے اجازت چاہی اور اندر آکر بیٹھ گئے۔

تب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے فرمایا: ابو ہریرہ! یہ لو دودھ کا پیالہ اور ان سب کو پلاؤ۔

میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ سے وہ پیالہ لیا اور دائیں طرف سے سب کو پلانے لگا جس کو دیتا وہ خوب سیر ہو کر پی لیتا پھر مجھے پکڑا دیتا پھر میں دوسرے کو دیتا وہ پی لیتا تو پھر میں آگے والے کو دے دیتا یوں باری باری میں نے سب کو پلایا اور سب نے خوب سیر ہو کر پی لیا پھر وہ پیالہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لا دیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ میں لے کر میری طرف دیکھا اور تبسم فرماتے ہوئے

ارشاد فرمایا:

ابو ہریرہ! اب صرف میں اور آپ باقی ہیں۔ میں نے کہا: جی میرے آقا! ایسا ہی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اب تم بیٹھ جاؤ اور اس میں سے پی لو! میں بیٹھ گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ مبارک سے پیالہ لے کر دودھ پینے لگا یہاں تک میں سیر ہو گیا لیکن حضور مجھے برابر یہ فرماتے رہے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور پیو اور پیو! بالآخر میں نے عرض کی: آقا! مجھے اس ذات کی قسم ہے جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسول برحق بنا کر بھیجا ہے اب کچھ گنجائش نہیں۔ تب آپ نے فرمایا اچھا لاؤ اب مجھے دو میں پی لیتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کا نام لے کر وہ پی لیا اور پھر اس ذات کا شکر ادا کیا۔ (صحیح بخاری، کتاب الرقاق)

ہمیشہ تمہیں گھی ملتا رہتا

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک انصاری صحابیہ، حضرت ام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک کپی میں گھی کا ہدیہ بھیجا کرتی تھیں (چنانچہ اس کپی میں اتنی برکت آ گئی تھی کہ) جب ام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بیٹے روٹی کے ساتھ کوئی سالن مانگتے اور گھر میں کوئی سالن موجود نہ ہوتا تو ام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا آسرا وہی کپی بنتی جس میں وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے گھی بھیجا کرتی تھی (یعنی وہ اس کپی کو اٹھا کر اس میں گھی دیکھتیں) اور ان کو اس میں سے گھی مل جاتا تھا۔

یوں اس کپی میں لگا ہوا گھی ان کے پورے گھر کے لئے سالن کی ضرورت پوری کردیا کرتا تھا پھر (ایک دن ایسا ہوا کہ) ام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے (زیادہ گھی حاصل کرنے کی طمع میں) اس کپی کو پوری طرح نچوڑلیا۔ بعدازاں ام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچیں (اور سارا ماجرا کہہ سنایا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا، کیا تم نے اس گھی کی کپی کو بالکل نچوڑلیا تھا؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تم کپی کو اس طرح نہ نچوڑتیں تو ہمیشہ تمہیں اس کپی سے گھی ملتا رہتا۔ (صحیح مسلم کتاب الفضائل)

کھجوروں کی بابرکت تھیلی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کھجوریں لایا اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ان میں برکت کی دعا فرمادیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں جمع کر کے میرے لئے دعا کی اور فرمایا لو پکڑو اور اسے اپنے توشہ دان میں رکھ دو۔ جب تم لینا چاہو تو ہاتھ ڈال کر لے لینا اور اسے جھاڑنا نہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس میں سے نکال کر کتنے ہی ٹوکروں کے برابر اللہ کی راہ میں کھجوریں خرچ کیں۔ خود بھی ہم اس میں سے کھاتے رہے اور دوسروں کو بھی کھلاتے رہے کبھی وہ تھیلی میری کمر سے جدا نہیں ہوئی تھی لیکن جس روز حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے اس روز وہ کہیں گر گئی۔ (اور میں اس سے محروم ہوگیا)۔ (سنن ترمذی، کتاب المناقب)

باب نمبر ۱۹
خصوصیات محمدی
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
الله
رسول
محمد

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ
وعلیٰ آلک واصحابک یا سیدی یا حبیب اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم

ذکر رسول مقبول

تری نگاہ سے ذرے بھی مہر و ماہ بنے
گدائے بے سر ساماں جہاں پناہ بنے

رہ مدینہ میں قدسی بھی ہیں جبیں فرسا
یہ آرزو ہے مری جاں بھی خاکِ راہ بنے

زمانہ وجد کناں اب بھی ان کے طوف میں ہے
جو کوہ و دشت کبھی تیری جلوہ گاہ بنے

حضورؐ ہی کے کرم نے مجھے تسلی دی
حضورؐ ہی مرے غم میں مری پناہ بنے

ترا غریب بھی شایانِ یک نوازش ہو
ترا فقیر بھی اک روز کجکلاہ بنے

جہاں جہاں سے وہ گذرے جہاں جہاں ٹھہرے
وہی مقام محبت کی جلوہ گاہ بنے

کریم! یہ بھی تری شانِ دلنوازی ہے
کہ ہجر میں مرے جذبات اشک و آہ بنے

وہ حسن دے جو تری طلعتوں کا مظہر ہو
وہ نور دے جو فروغ دل و نگاہ بنے

(حافظ مظہر الدین مظہر)

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معلمِ انسانیت

انسان کو مہد سے لے لحد تک جن مراحل و معاملات سے واسطہ پڑتا ہے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سب کے لئے نہ صرف صحیح واضح اور مکمل تعلیم فرمائی بلکہ عملی نمونہ پیش کر کے خُلقِ عظیم کی مثال بھی قائم کر دی اور خالقِ کائنات نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول و فعل کو اسوۂ حسنہ کی سند عطا کی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے زیادہ زور حصولِ علم پر دیا۔ علم حاصل کرنا ہر مومن مرد اور مومن عورت کے لئے لازمی قرار دیا اور تاکید فرمائی کہ حصولِ علم کے لئے چاہے چین جیسے دور افتادہ ملک تک جانا پڑے تو بھی گریز نہ کرو اہلِ علم کو دوسروں پر اتنا شرف ہے جتنا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک معمولی انسان پر۔

اور انسانوں میں بہترین انسان وہ ہیں جو علم حاصل کرتے ہیں یا علم سکھاتے ہیں۔ علم ہی شرفِ انسانیت کا باعث ہے اور آج کی تمام ترقی اور روشنی علم ہی کی مرہونِ منت ہے۔

حصولِ علم کی تاکید کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے علم پر عمل کرنے کی تاکید فرمائی۔ عالمِ باعمل کو عابد پہ فوقیت دی اور بے عمل کو ''ھادیہ'' کی

وعید فرمائی کیونکہ علم کو عمل میں لا کر ہی انسان انسان بن سکتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے والدین سے سلوک، ہمسایوں سے تعلقات اور دوسروں سے میل جول کے طریقے سکھا کر مثالی معاشرہ قائم کرنے کا راستہ دکھا دیا۔ اسی طرح مظلوم ترین طبقہ عورت کو اس کا صحیح مقام دلایا۔

جھوٹ، غیبت، بخل، حسد، چوری، ڈاکہ، زنا، شراب، جوا، سود اور قتل کی ممانعت فرما کر معاشرتی برائیوں کی بیخ کنی کر دی۔ سچ، خلوص، اخوت اور حسنِ سلوک کا سبق دے کر بہترین معاشرہ کی داغ بیل ڈال دی۔

ظاہر کی صفائی کے لئے مسواک، کپڑوں کی پاکیزگی، طہارت، وضو اور غسل کے طریقے سکھائے، صحت مند جسم کے لئے ان پر عمل کرنا ہی کافی ہے۔ غرباء، مساکین، یتامیٰ اور بے سہارا بیوگان کی گزر اوقات کے لئے اغنیاء پر زکوٰۃ فرض کر دی۔ خیرات وصدقات پر زور دیا۔ فطرانہ اور قربانی بھی اس مقصد کے لئے سکھلائیں۔

سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات مکمل ضابطۂ حیات ہیں مگر ہم اپنے محسنِ اعظم و معلمِ اعظم کی تعلیمات پر عمل پیرا نہیں ہیں یہی ہماری بے وقعتی کا سبب اور بے سروسامانی کا باعث ہے۔ کیا ہماری بیداری کا وقت ابھی

نہیں آیا؟

دردر کی ٹھوکروں سے بچنے اور ذلت ورسوائی کے گرداب سے باہر نکلنے کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم اپنے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کو اپنائیں اور کسی حال میں بھی ان سے رُوگردانی نہ کریں۔ وماعلینا الاالبلاغ۔

میرے آقا روحی فداہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاداتِ گرامی حقیقتاً اللہ ہی کے فرمودات ہوتے ہیں۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کون ہے جو مجھ سے یہ احکام لے جائے اور ان پر عمل کرے یا اس شخص کو سکھائے جو اس پر عمل کرے؟ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور پانچ باتیں گنوائیں یعنی فرمایا:

ا۔ ان چیزوں سے اپنے آپ کو بچا جن کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے۔ اگر تُو ان سے بچے گا تو تیرا شمار بہترین عبادت گزار لوگوں میں ہوگا۔

۲۔ جو چیز اللہ نے تیری قسمت میں لکھ دی ہے اس پر راضی اور شاکر رہ۔ اگر تو

ایسا کرے گا تو دنیا کے غنی ترین لوگوں میں تیرا شمار ہوگا۔

۳۔ اپنے ہمسایہ سے اچھا سلوک کر۔ اگر تو ایسا کرے گا تو مومن کامل ہوگا۔

۴۔ جو چیز تو اپنے لیے پسند کرتا ہے دوسروں کے لئے بھی کر۔

۵۔ اور زیادہ نہ ہنس اس لیے کہ زیادہ ہنسنا دل کو مردہ بنا دیتا ہے۔ (احمدؒ۔ ترمذیؒ)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری امت میں سے بہت سے لوگ دین کا علم حاصل کریں گے اور قرآن پڑھیں گے اور کہیں گے کہ ہم امراء کے پاس جا کر ان کی دنیا (دولت) میں سے اپنا حصہ حاصل کریں گے اور اپنے دین کو ان سے علیحدہ رکھیں گے لیکن ایسا نہیں ہوتا جس طرح خاردار درخت سے کچھ حاصل نہیں مگر کانٹا اسی طرح امراء کی صحبت سے حاصل نہیں ہوتا مگر گناہ۔ (ابن ماجہؒ / مشکوۃ شریف جلد اول ص ۱۰۲، شمار ۲۴۱)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ لعنت کی گئی ہے درہم و دینار کے بندہ پر۔ (ترمذیؒ)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم نے فرمایا ہلاک ہو اور ہم دینار اور فرغل کا بندہ۔ اس کو یہ چیزیں دی جائیں تو وہ خوش اور راضی رہے اور نہ دی جائیں تو ناخوش ہو۔ ہلاک ہو یہ بندہ اور سرنگوں وذلیل ہو اور جب اس کے پاؤں میں کانٹا لگ جائے تو اس کو نہ نکالے اور خوشخبری ہے اس بندہ کو جو اللہ کی راہ میں لڑنے کے لئے اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے کھڑا ہو۔ اس کے سر کے بال پریشان ہیں اور قدم گردآلود ہیں۔ اگر اس کو لشکر کی نگہبانی پر مقرر کیا جاتا ہے، پوری نگہبانی کرتا ہے اور لشکر کے پیچھے رکھا جاتا ہے تو پوری اطاعت سے لشکر کے پیچھے رہتا ہے، وہ اگر لوگوں کی محفلوں میں شرکت کی اجازت چاہتا ہے تو اس کو اجازت نہیں دی جاتی اور (اگر) کسی کی سفارش کرتا ہے تو اس کی سفارش قبول نہیں کی جاتی۔ (بخاریؒ)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

غنا (دولتمندی) اسباب وسامان کی کثرت پر نہیں ہے بلکہ (حقیقی) غنا دل کی دولتمندی (سے) ہے۔ (بخاریؒ ومسلمؒ)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بندہ ''میرا مال میرا مال'' کہتا رہتا ہے اور حقیقت یہ ہے

کہ اس کے مال میں سے جو کچھ اس کا ہے وہ صرف تین چیزیں ہیں ایک تو وہ جو کھائی اور ختم کردی، دوسرے وہ جو پہنی اور پھاڑ ڈالی، تیسرے وہ جو اللہ کی راہ میں دی اور آخرت کے لئے ذخیرہ کرلی۔ان تینوں کے سوا جو کچھ ہے اس سب کو وہ لوگوں کے لئے چھوڑ جانے والا ہے۔(مسلمؒ)

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس شخص نے فلاح حاصل کرلی جس نے اسلام کو قبول کرلیا اور اسے بقدرِ ضرورت وکفالت رزق دیا گیا اور اللہ نے اس کو اس چیز پر جو اس کو دی گئی ہے، قناعت بخشی۔(مسلمؒ)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (دعا کی) اے اللہ! تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل کو صرف اتنا رزق عطا کر جو اس کی جان کو بچائے اور بدن کی قوت کو قائم رکھے اور ایک اور روایت میں یہ ہے کہ اتنا رزق عطا فرما جو اس کی زندگی باقی رکھنے کے لئے کافی ہو۔(بخاریؒ ومسلمؒ)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے آدم کے بیٹے! تو میری عبادت کے لئے

اپنے دل کو اچھی طرح مطمئن اور فارغ کر لے میں تیرے دل میں غنا (بے پروائی) بھر دوں گا اور فقر و احتیاج کے سوراخوں کو بند کر دوں گا۔ اگر تو ایسا نہ کرے گا تو میں تیرے ہاتھوں کو (دنیا کے) مشاغل سے بھر دوں گا اور تیرے فقر افلاس کے سوراخوں کو بھی بند نہ کروں گا۔ (ابن ماجہؒ/احمدؒ)

☆ حضرت عمرو بن میمون اودی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت شمار کرو۔

۱۔ بڑھاپے سے پہلے جوانی کو

۲۔ بیماری سے پہلے صحت کو

۳۔ تنگدستی سے پہلے خوشحالی کو

۴۔ مشاغل سے پہلے فراغت کو

۵۔ موت سے پہلے زندگی کو (ترمذیؒ)

☆ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر دنیا اللہ کی نظر میں مچھر کے پر کے برابر بھی وقعت رکھتی تو وہ اس میں سے کافر کو گھونٹ بھی نہ پلاتا۔ (احمدؒ، ترمذیؒ، ابن ماجہؒ)

☆ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ضَیعت (جاگیر، دیناوی سامان یعنی صنعت تجارت باغ زراعت وغیرہ) کو اپنے لیے (ایسا) ضروری ولازم نہ جانو کہ وہ دنیا کی طرف رغبت کا سبب بن جائے۔ (ترمذیؒ، بیہقیؒ)

☆ حضرت ابوموسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنی دنیا کو عزیز ومحبوب رکھتا ہے وہ اپنی آخرت کو ضرر پہنچاتا ہے اور جو شخص اپنی آخرت کو عزیز رکھتا ہے وہ اپنی دنیا کو ضرر پہنچاتا ہے۔ پس تم اس چیز کو اختیار کرلو جو باقی رہنے والی ہے اور فنا ہونے والی چیز کو چھوڑ دو۔
(احمدؒ، بیہقیؒ)

☆ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حاضر ہوکر عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مجھے کوئی ایسا عمل بتلایئے کہ میں جب اس کو کروں تو اللہ اور اللہ کے بندے مجھ سے محبت کریں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دنیا کی طرف رغبت نہ کر، اللہ تجھ سے محبت کرے گا اور اس چیز کی خواہش نہ کر جو لوگوں کے پاس ہے، لوگ تجھ سے محبت کریں گے۔ (ترمذیؒ، ابن ماجہؒ)

☆ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بوریے پر سوئے۔ سو کر اٹھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم مبارک پر بوریے کے نشان تھے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اگر آپ ہمیں حکم دے دیتے تو ہم آپ کے لئے فرش بچھا دیتے اور کپڑے بنا دیتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھ کو دنیا سے کیا مطلب؟ میری اور دنیا کی مثال ایسی ہے جیسا کہ کوئی سوار کسی درخت کے نیچے کھڑا ہو کر سایہ سے فائدہ اٹھا لے اور پھر چل دے اور درخت کو اپنی جگہ چھوڑ دے۔ (احمدؒ، ترمذیؒ، ابن ماجہؒ)

☆ حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے اس بات کو پیش کیا کہ وہ میرے لیے مکہ کے سنگریزوں کو سونا بنا دے۔ میں نے عرض کیا نہیں اے میرے پروردگار! میں تو یہ چاہتا ہوں کہ ایک روز پیٹ بھر کر کھاؤں اور ایک روز بھوکا رہوں۔ جب میں بھوکا رہوں تیری بارگاہ میں عاجزی وزاری کروں اور تجھ کو یاد کروں اور جب

پیٹ بھر کر کھاؤں تو تیری حمد وثنا اور تیرا شکر کروں۔ (احمدؒ، ترمذیؒ)

حضرت عبید اللہ بن محصن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس حال میں صبح کرے کہ اپنی جان کی طرف سے بے خوف ہو، بدن تندرست ہو، ایک دن کے کھانے کا سامان اس کے پاس ہو تو گویا اس کے لئے دنیا کی نعمتیں جمع کر دی گئی ہیں اور ساری دنیا اس کو دے دی گئی ہے۔ (ترمذیؒ)

☆ حضرت مقدام بن مَعدِ یکرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ آدمی نے کوئی برتن پیٹ سے بدتر نہیں بھرا (جب کہ پیٹ کو خوب بھرا جائے اور اس سے دینی و دنیاوی خرابیاں پیدا ہوں)۔

آدمی کے لئے چند لقمے کافی ہیں جو اس کی کمر کو سیدھا رکھیں اور اگر پیٹ بھرنا ہی ضروری ہو تو چاہئے کہ پیٹ کے تین حصے کرے۔ ایک حصے میں کھانا دوسرے حصے میں پانی اور تیسرا حصہ سانس (کی آمد و رفت) کے لئے۔ (ترمذیؒ، ابن ماجہؒ)

☆ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم نے فرمایا کہ اِن چیزوں کے سوا آدم کے بیٹے کا کسی چیز پر کوئی حق نہیں ہے۔

۱۔ رہنے کے لئے گھر

۲۔ تن ڈھانکنے کو کپڑا

۳۔ خشک روٹی

۴۔ اور پانی (ترمذیؒ)

☆ حضرت ابی ہاشم بن عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے وصیت کرتے ہوئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمام اموالِ دنیا میں سے تیرے لیے ایک خادم اور اللہ کی راہ میں سوار ہونے کے لئے ایک سواری کافی ہے۔ (احمدؒ، ترمذیؒ، نسائیؒ، ابن ماجہؒ)

☆ حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے نزدیک میرے دوستوں میں قابلِ رشک وہ مومن ہے جو نہایت سبک ہو دنیا کے مال اور خیال سے اور خوش نصیب ہو نماز کے اعتبار سے یعنی اپنے پروردگار کی عبادت خوبی کے ساتھ کرتا ہو اور مخفی طریقہ پر طاعتِ الٰہی میں مشغول ہو۔ لوگوں میں گمنام ہو۔ اس کی طرف انگلیوں سے اشارہ نہ کیا جائے۔ اس کی روزی صرف کفایت کے درجہ کی ہو، اسی پر وہ صابر اور قانع ہو۔ یہ

کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک چٹکی بجائی اور پھر فرمایا جلدی کی گئی اس کی موت میں۔ کم ہیں اس کی رونے والی عورتیں اور حقیر ہے میراث اس کی۔ (احمدؒ، ترمذیؒ، ابن ماجہؒ)

☆ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو ڈکار لیتے سنا تو فرمایا اپنی ڈکار کو کوتاہ کر اور مختصر کر اس لیے کہ قیامت کے دن بڑی بھوک رکھنے والا وہ شخص ہوگا جو دنیا میں خوب پیٹ بھر کر کھاتا ہے۔ (شرح السنہؒ، ابن ماجہؒ)

☆ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا آدم کا بیٹا قیامت کے دن (اس طرح) لایا جائے گا گویا کہ وہ بکری کا بچہ ہے۔ پھر اس کو اللہ کے روبرو کھڑا کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا میں نے تجھ کو زندگی عطا کی تھی، میں نے تجھ کو لونڈی غلام اور مال و دولت دیا تھا اور میں نے تجھ پر انعام کیا تھا (یعنی کتاب اور اپنے رسول تیری ہدایت کے لئے بھیجے تھے) تو نے کیا کام کیا؟

آدمی کہے گا: اے پروردگار! میں نے مال کو جمع کیا۔ اس کو تجارت وغیرہ سے بڑھایا اور اس سے زیادہ دنیا میں چھوڑ آیا جتنا کہ وہ پہلے تھا۔ مجھ کو دنیا میں پھر

بھیج دے کر میں اپنے سارے مال کو تیرے پاس لے آؤں (یعنی دنیا میں جا کر اسے خیرات کردوں) پھر اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ جو مال کہ تو نے آگے بھیجا (یعنی آخرت کے لئے) اس کو دکھلا۔ وہ جواب میں کہے گا اے پروردگار! میں نے مال جمع کیا، بڑھایا اور اس سے زیادہ تعداد میں دنیا کے اندر چھوڑ آیا تھا جتنا کہ وہ تھا، تو مجھ کو دنیا میں بھیج دے کہ میں اپنے سارے مال کو تیرے پاس لے آؤں۔ آخر وہ ایک ایسا بندہ ثابت ہوگا جس نے آخرت میں کچھ ذخیرہ نہ کیا ہوگا اور اس کو دوزخ کی طرف لے جایا جائے گا۔ (ترمذیؒ)

☆ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یمن روانہ فرمایا تو یہ نصیحت فرمائی اپنے آپ کو آرائش واستراحت سے بچا۔ اس لئے کہ اللہ کے بندے آرام وآسائش حاصل نہیں کرتے۔ (احمدؒ)

☆ حضرت محمود بن لبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دو چیزیں ہیں جن کو آدم کا بیٹا برا سمجھتا ہے ایک تو موت کو حالانکہ موت مومن کے لئے فتنہ سے بہتر ہے۔ دوسرے مال کی کمی کو حالانکہ مال کی کمی حساب میں کمی کی موجب ہے۔ (احمدؒ)

☆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دنیا اس شخص کا گھر ہے جس کا (آخرت میں) گھر نہیں اور مال اس شخص کا ہے جس کا (آخرت میں) مال نہیں اور مال وہی شخص جمع کرتا ہے جس میں عقل نہیں۔ (احمدؒ، بیہقیؒ)

☆ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن آدمی کے پاؤں جنبش میں نہ آئیں گے جب تک اس سے پانچ باتیں دریافت نہ کرلی جائیں گی۔

اس سے پوچھا جائے گا کہ اپنی عمر کو اس نے کس کام میں صرف کیا اپنی جوانی کس کام میں ختم کی۔ مال کو کیونکر کمایا اور کیونکر خرچ کیا اور جو علم حاصل کیا تھا اس کے موافق کیا عمل کیا۔ (ترمذیؒ)

☆ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جس بندے نے دنیا میں زُہد اختیار کیا اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں حکمت پیدا کی اس کی زبان کو گویا کیا، دنیا کے عیوب اور دنیا کی بیماریوں اور ان بیماریوں کا علاج اس کو سکھایا اور پھر اس کو دنیا سے سلامتی کے ساتھ دارالسلام کی طرف لے گیا۔ (بیہقیؒ)

☆ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے دل کو اللہ تعالیٰ نے ایمان کے لئے خاص ومخصوص کرلیا، وہ فلاح پا گیا۔ اللہ نے اس کے دل کو (حسد ونفاق کی آمیزش سے) سالم رکھا، اس کی زبان کو سچا بنایا اور نفس کو مطمئن۔ اس کی خلقت اور طبیعت کو مستقیم اور سیدھا رکھا، اس کے کانوں کو (سچی باتوں کا) سننے والا بنایا، اس کی آنکھوں کو دیکھنے والا کیا، کان توقیف ہیں (کہ ان کے ذریعہ حق بات دل تک پہنچتی ہے) اور آنکھ اس چیز کو قائم رکھنے والی ہے جس کو دل محفوظ رکھتا ہے۔ البتہ اس شخص نے فلاح پائی جس کے دل کو حق بات کا محافظ بنایا گیا۔ (احمدؒ)

☆ حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ اہل صفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں سے ایک آدمی نے وفات پائی اس نے ایک دینار چھوڑا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ دینار ایک داغ ہے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ کچھ دنوں بعد اصحاب صفہ میں سے ایک اور شخص نے وفات پائی اس نے دو دینار چھوڑے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ دو دینار دو داغ ہیں۔ (احمدؒ، بیہقیؒ)

☆ حضرت امّ درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے حضرت ابودرداء

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا تم کو کیا ہوا کہ تم مال و منصب کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے طلب نہیں کرتے جیسا کہ مانگتا ہے فلاں اور فلاں؟

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ تمہارے سامنے ایک دشوار گزار گھاٹی ہے۔ اس سے وہ لوگ نہیں گزر سکتے ہو جو گراں بار ہیں اس لیے میں یہ پسند کرتا ہوں کہ اس گھاٹی پر چڑھنے کے لئے ہلکار ہوں (اور دولت و منصب حاصل کر کے) گراں بار نہ بنوں۔ (بیہقی ؒ)

☆ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس نے فرمایا کیا کوئی شخص پانی پر اس طرح چل سکتا ہے کہ اس کے پاؤں تر نہ ہوں؟

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا نہیں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہی حال دنیا دار کا ہے کہ گناہوں سے محفوظ نہیں رہتا۔ (بیہقیؒ)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جو شخص سوال کی ذلت سے بچنے، اہل وعیال پر خرچ کرنے اور ہمسایہ

کے ساتھ احسان کرنے کی نیت سے جائز طریقے پر (مال ودولت) حاصل کرے، قیامت کے دن وہ اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی مانند چمکتا ہوگا اور جو شخص مال جمع کرنے، اظہار فخر وریا کرنے کی نیت سے (خواہ) جائز طریقہ سے (ہی) دنیا کو حاصل کرلے تو وہ اللہ تعالیٰ سے اِس حال میں ملاقاتی ہوگا کہ اللہ اس پر غضبناک ہوگا (کیونکہ اس کی نیت درست نہ تھی)۔ (بیہقیؒ)

☆ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ خیر یعنی مالِ کثیر (گویا) خزانے ہیں اور ان خزانوں کی کنجیاں ہیں، پس اس شخص کو خوشخبری ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے خیر کو کھولنے اور شر کو بند کرنے کی کنجی بنایا ہے اور اس بندہ کو ہلاکت ہو جس کو اللہ نے شر کو کھولنے اور خیر کو بند کرنے کی کنجی بنایا ہے۔ (ابن ماجہؒ)

☆ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے (خطبہ میں) سنا ہے کہ شراب پینا گناہوں کا مجموعہ ہے اور عورتیں شیطان کا جال ہیں اور دنیا کی محبت ہر گناہ کا سر ہے (یعنی سر چشمہ)۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضور اقدس صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے پیچھے ڈالو عورتوں کو جیسا کہ اللہ نے ان کو پیچھے ڈالا (یعنی ان کا ذکر قرآن کریم میں مَردوں کے بعد آتا ہے)۔ (رزین)

☆ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دو چیزیں ایسی ہیں جن سے مجھ کو اپنی امت پر بڑا خوف ہے۔ ایک تو خواہشِ نفس، دوسرے درازئ عمر کی آرزو۔ نفس کی خواہش حق بات کرنے سے روکتی ہے اور درازئ عمر کی آرزو آخرت کو بھلا دیتی ہے اور یہ دنیا کُوچ کرنے والی، جانے والی ہے اور آخرت آگے بڑھنے والی اور آنے والی ہے اور ان میں سے (یعنی دنیا و آخرت میں سے) ہر ایک کے بیٹے ہیں۔ اگر تم سے یہ ہو سکے کہ تم دنیا کے بیٹے نہ بنو تو ایسا کرو۔

آج تم دار العمل (عمل کے گھر) میں ہو اور دنیا میں عمل کا حساب نہیں (لیا جاتا) لیکن کل تم آخرت کے گھر میں ہو گے جہاں عمل نہیں ہے۔ (بیہقیؒ)

☆ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کہتے ہیں کہ دنیا کُوچ کرتے ہوئے پشت ادھر کیے ہوئے چلی جا رہی ہے اور آخرت منہ ادھر کیے ہوئے چلی آ رہی ہے اور ان میں سے ہر ایک کے بیٹے ہیں۔ تم آخرت کے بیٹے بنو اور دنیا کے

بیٹوں میں سے نہ ہو۔ آج عمل کا دن ہے اور کوئی حساب نہیں اور کل حساب کا دن ہے، عمل کا نہیں۔ (بخاریؒ)

☆ حضرت شداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے لوگو دنیا ایک غیر قائم متاع ہے جس میں سے نیک اور بد دونوں کھاتے ہیں اور آخرت ایک سچا وعدہ ہے جس میں عادل اور قادر بادشاہ حکم و فیصلہ کرے گا (وہ اپنے حکم اور فیصلہ میں) حق کو ثابت رکھے گا اور باطل کو مٹا دے گا۔ تم آخرت کے بیٹے بنو اور دنیا کے بیٹے نہ بنو اس لئے کہ ہر ماں کا بیٹا اس کا تابع ہوتا ہے۔ (ابو نعیمؒ)

☆ حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو اس کے دونوں پہلوؤں میں دو فرشتے ہوتے ہیں جو پکارتے اور مخلوقات کو سناتے ہیں۔ ان کے پکارنے کی آواز کو ساری مخلوق سنتی ہے مگر جنّ اور انسان نہیں سنتے۔ وہ یہ اعلان کرتے ہیں کہ لوگو! اپنے پروردگار کے حکم کی طرف رجوع کرو اور اس بات کو جان لو کہ جو مال کم ہو اور کافی ہو وہ اس مال سے بہتر ہے جو زیادہ ہو اور لہو ولعب میں ڈالے۔ (ابو نعیمؒ)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں اور اس حدیث کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچاتے ہیں کہ جب آدمی مرتا ہے تو فرشتے پوچھتے ہیں (اس نے) آخرت کے لئے کیا بھیجا؟ اور آدمی یہ کہتے ہیں کہ (اس نے) کیا چھوڑا۔ (بیہقیؒ)

☆ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کون شخص بہتر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہر معصوم دل کا اور سچا زبان کا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے عرض کیا زبان کے سچے کو تو ہم جانتے ہیں ،معصوم دل سے کیا مراد ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا معصوم دل وہ ہے جو پاک ہو، پرہیز گار ہو، کوئی گناہ اس میں نہ ہو، نہ ظلم کیا ہو، نہ حد سے گزرا ہو اور اس میں حسد نہ ہو۔ (ابن ماجہؒ، بیہقیؒ)

☆ حضرت مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ حضرت لقمان حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ پوچھا گیا کہ جس مرتبہ پر ہم تم کو دیکھ رہے ہیں، کس چیز نے تم کو اس پر پہنچایا؟ حضرت لقمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا زبان

کی سچائی نے اور امانت نے اور فضول و بے فائدہ چیزوں کے ترک کردینے نے۔ (موطاؒ)

☆ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوکر عرض کی مجھ کو نصیحت فرمایئے اور مختصر فرمایئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تو نماز پڑھے تو اس کی سی نماز پڑھ جو اللہ کے سوا سب کو چھوڑ دینے والا ہے۔ کوئی ایسی بات زبان سے نہ نکال جس پر کل کو (قیامت میں) تجھے عذر خواہی کرنی پڑے اور جو چیز لوگوں کے ہاتھوں میں ہے، اس سے ناامید ہوجانے کا پختہ ارادہ کرلے۔ (احمدؒ)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابوخلاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم دیکھو کہ کسی بندہ کو دنیا میں زہد (یعنی دنیا سے بے رغبتی اور نفرت) اور کم گوئی عطا کی گئی ہے تو اس سے قربت حاصل کرو اس لئے کہ اس کو حکمت سکھائی گئی اور دی گئی ہے۔ (بیہقیؒ)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بہت سے لوگ (ایسے) ہیں جو بے حد پریشان، غبار آلود ہیں اور

جن کو دروازے سے دھکے دے کر نکالا جاتا ہے اگر وہ اللہ کی قسم کھائیں تو اللہ ان کی قسم کو سچا اور پورا کر دے۔ (مسلمؒ)

☆ حضرت مصعب بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی نسبت یہ گمان کیا کہ ان کو اپنے سے کمتر پر فضیلت حاصل ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے گمان کو توڑنے کے لئے فرمایا تم کو (دشمنان اسلام کے مقابلہ میں) مدد نہیں دی جاتی اور تم کو رزق نہیں دیا جاتا مگر تمہارے انہیں کمزوروں اور فقیروں کی دعا کی برکت سے۔ (بخاریؒ)

☆ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں جنت کے دروازے پر کھڑا ہوا (یعنی شب معراج میں یا خواب میں) جو لوگ جنت میں داخل ہوئے میں نے ان میں زیادہ تعداد غریبوں کی دیکھی اور دولت مندوں کو دیکھا کہ ان کو میدان قیامت میں روک لیا گیا ہے لیکن دوزخیوں (یعنی کافروں) کو دوزخ کی طرف لے جانے کا حکم دے دیا گیا ہے۔ پھر میں دوزخ کے دروازے پر کھڑا ہوا اور دیکھا تو دوزخ میں جانے والوں کی زیادہ تعداد عورتوں کی تھی۔ (بخاریؒ و مسلمؒ)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص کسی ایسے آدمی کو دیکھے جو اس سے زیادہ مالدار اور شکیل ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اس شخص پر بھی نظر ڈالے جو اس سے کمتر درجہ کا ہے۔ (بخاریؒ و مسلمؒ)

اور مسلمؒ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

اس شخص کو دیکھو جو کمتر درجہ کا ہے اور اس شخص کی طرف نہ دیکھو جو مرتبہ میں تم سے زیادہ ہے اور ایسا کرنا تمہارے لیے ضروری ہے تاکہ تم اس نعمت کو جو اللہ نے تمہیں دی ہے، حقیر نہ جانو۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

فقراء جنت میں دولت مندوں سے پانچ سو برس پہلے داخل ہوں گے جو قیامت کا آدھا دن ہے۔ (ترمذیؒ)

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم مسجد (نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں بیٹھے ہوئے تھے اور فقراء مہاجرین کا حلقہ جما ہوا تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے اور فقراء مہاجرین کی طرف

منہ کر کے بیٹھ گئے۔

میں اٹھا اور فقراء مہاجرین کی طرف متوجہ ہو گیا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا فقراء مہاجرین کو وہ بشارت پہنچا دینی چاہئے جو ان کے چہروں کو شگفتہ کر دے (یعنی وہ خوش ہو جائیں اور بشارت یہ ہے کہ) وہ جنت میں دولت مندوں سے چالیس برس پہلے داخل ہوں گے۔ راوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا (یہ سن کر) فقراء مہاجرین کے چہروں کا رنگ روشن ہو گیا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ فقراء مہاجرین کو خوش پا کر میں نے یہ آرزو کی کہ میں بھی ان کے ساتھ ہوتا یا ان میں سے ہوتا۔ (دارمیؒ)

☆ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا (دعا کی) اے اللہ! مجھ کو مسکین بنا کر رکھ، مسکین مار اور مجھے مسکینوں کے زمرہ میں اٹھانا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کیوں؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس لیے کہ مسکین جنت میں دولت مندوں سے چالیس برس پہلے داخل ہوں گے۔

عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا! کسی مسکین کو اپنے دروازہ سے خالی ہاتھ نہ جانے دو اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا (ہی) ہو۔ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا! مسکینوں سے محبت کر اور ان کو اپنے سے قریب کر۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تجھ کو اپنے قریب رکھے گا۔ (ترمذیؒ، بیہقیؒ)

☆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں تم لوگ مساکین کو محبوب رکھا کرو کیونکہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی دعا میں یہ پڑھتے سنا ہے:

اللّٰھم احینی مسکینا وامتنی مسکینا واحشرنی فی زمرۃ المساکین.

اے اللہ! زندہ رکھنا مجھے مسکینوں میں اور مارنا مجھے مسکینوں میں اور اٹھانا مجھے مسکینوں کے گروہ میں!

(سنن ابن ماجہ / کتاب العمل بالسنۃ ج ۴، ص ۵۲)

جو کچھ بھی نہیں رکھتا مسکین ہے اور یہ درجہ اللہ نے مسکین ہی کو عنایت کیا

ہوا ہوتا ہے۔

☆ حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم میری رضامندی کو اپنے ضعیفوں (فقیروں) میں تلاش کرو اس لیے کہ تمہیں انہی ضعیفوں (فقیروں) ہی کی بدولت رزق دیا جاتا ہے اور دشمنوں کے مقابلہ میں تمہاری مدد کی جاتی ہے۔ (ابودرداء)

☆ حضرت امیہ بن خالد بن عبداللہ اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقرا و مہاجرین کے ذریعہ اللہ سے (کفار پر) فتح حاصل ہونے کی دعا فرمایا کرتے تھے۔ (شرح السنہ)

☆ حضرت علی کرم اللہ وجہ کہتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ کے دیئے تھوڑے رزق پر راضی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے تھوڑے سے عمل پر راضی ہو جاتا ہے۔ (بیہقیؒ)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص بھوکا ہو یا محتاج اور لوگوں سے اپنی حالت کو چھپائے تو اللہ تعالیٰ پر اس کا یہ حق ثابت ہو جاتا ہے کہ وہ اس کے لئے حلال طریقہ پر ایک سال کی روزی کا انتظام کردے۔ (بیہقیؒ)

☆ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ اس بندہ (مومن) کو دوست رکھتا ہے جو فقیر، پارسا اور عیالدار ہو۔ (ابن ماجہؒ)

☆ حضرت زید بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک روز پانی مانگا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پانی لایا گیا جس میں شہد ملا ہوا تھا انہوں نے کہا یہ پاک ہے (اور لذیذ و خوشگوار) لیکن میں اللہ تعالیٰ سے یہ سنتا ہوں کہ اس نے ایک قوم پر عیب لگایا تھا خواہشاتِ نفس کے اتباع کا اور فرمایا تم نے اپنی لذتوں اور نعمتوں کا پورا پورا فائدہ اپنی دنیاوی زندگی میں پالیا۔ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں ہماری نیکیاں بھی ایسی نہ ہوں جن کا ثواب جلد دیا گیا (دنیا ہی میں، پس) انہوں نے اس پانی کو نہیں پیا۔ (رزین)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بوڑھے کا دل ہمیشہ دو باتوں میں جوان رہتا ہے یعنی دنیا کی محبت میں اور آرزو کی درازی میں۔ (بخاریؒ و مسلمؒ)

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک روز حضور

اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس اس حال میں آئے کہ میں اور میری ماں مٹی سے کچھ مرمت یا درستی کرر ہے تھے۔ آپ نے پوچھا عبداللہ یہ کیا ہے؟ (یعنی یہ کیا کرر ہے ہو؟)

میں نے عرض کیا میں اس چیز کو درست کرر ہا ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا موت اِس سے بھی جلد آنے والی ہے۔(یعنی اس گھر کے گر پڑنے سے جلد آنے والی ہے)۔ (ترمذیؒ)

☆ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ متقی، غنی اور گوشہ نشین بندہ کو پسند کرتا ہے۔ (مسلمؒ)

☆ حضرت ابی بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں ایک شخص نے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کون سا آدمی بہتر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ شخص جس کی عمر زیادہ ہو اور عمل اچھے ہوں۔ پھر پوچھا اور کون سا آدمی برا ہے؟ فرمایا جس کی عمر زیادہ اور عمل برے ہوں۔ (احمدؒ، ترمذیؒ، دارمیؒ)

☆ حضرت ابو کبشہ انماری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا ہے تین باتیں ہیں جن پر میں قسم کھاتا ہوں کہ وہ حق ہیں اور تم سے میں ایک بات کا بیان کرتا ہوں تم اس کو محفوظ رکھو۔

وہ تین باتیں جن پر میں قسم کھاتا ہوں یہ ہیں کہ بندہ کا مال صدقہ اور خیرات کرنے سے کم نہیں ہوتا اور جس بندے پر ظلم وزیادتی کی جائے اور وہ اس پر صبر کرے اللہ تعالیٰ اس کی عزت کو بڑھاتا ہے اور جس بندہ نے سوال کا دروازہ کھولا اللہ تعالیٰ اس کے لیے فقر وافلاس کا دروازہ کھول دیتا ہے اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس بات کا میں نے ذکر کیا تھا اب میں اس کو بیان کرتا ہوں اس کو یاد رکھو، دنیا چار آدمیوں کے لئے ہے۔

ایک تو اس بندہ کے لئے جس کو اللہ نے مال وعلم عطا فرمایا پس وہ مال کو خرچ کرنے میں اللہ سے ڈرتا ہے (اور حرام کاموں میں خرچ نہیں کرتا) رشتہ داروں سے (اچھا) سلوک کرتا ہے اور اس مال میں سے مال کے حق کے موافق اللہ تعالیٰ کے لئے خرچ کرتا ہے اس شخص کا بڑا درجہ ہے۔

دوسرے اس بندہ کے لئے جس کو اللہ تعالیٰ نے علم عطا فرمایا اور مال عطا نہیں فرمایا یہ بندہ (علم کے سبب) سچی نعمت رکھتا ہے اور یہ آرزو کرتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں فلاں شخص کی طرح اس کو نیک کاموں میں خرچ کرتا۔ اس کو بھی پہلے بندہ کی مانند اجر ملے گا اور ثواب میں دونوں برابر ہوں گے اور تیسرا بندہ وہ ہے جس کو اللہ نے مال دیا ہے اور علم نہیں دیا۔ وہ بندہ اپنے مال کو

علم نہ ہونے کی وجہ سے بری طرح خرچ کرتا ہے۔ نہ تو خرچ کرنے میں اللہ سے ڈرتا ہے نہ رشتہ داروں سے سلوک کرتا ہے اور نہ اللہ کا حق اپنے مال میں سے نکالتا ہے اور نہ بندوں کا حق ادا کرتا ہے یہ بندہ بدترین مرتبہ کا ہے۔

اور چوتھا بندہ وہ ہے جس کو اللہ نے مال بھی نہیں دیا اور علم بھی نہیں دیا۔ وہ کہتا ہے اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں فلاں شخص کی طرح کرتا (یعنی) برے کاموں میں۔ یہ بندہ اپنی نیت کے سبب مغلوب ہے اور اس کا گناہ تیسرے شخص کے گناہ کی مانندہ ہے۔ (ترمذیؒ)

☆ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے بھلائی کے کام کراتا ہے۔ پوچھا گیا اللہ بھلائی کے کام کیونکر کراتا ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! فرمایا موت سے پہلے اس کو اعمالِ نیک کی توفیق مرحمت فرماتا ہے۔ (ترمذیؒ)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

کسی فاسق وفاجر کی نعمت ودولت پر رشک نہ کر اس لیے کہ تو نہیں جانتا

مرنے کے بعد اس سے کیا سلوک ہونے والا ہے۔ فاجر کے لئے اللہ کے ہاں ایک ایسا قاتل ہے۔ جو اسے مرنے نہیں دیتا یعنی دوزخ کی آگ۔ (شرح السنہ)

☆ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عاقل اور محتاط شخص وہ ہے جو اپنے نفس کو ذلیل اور اپنے قابو میں رکھے اور عمل کرے مابعد موت کے لئے۔ اور عاجز و درماندہ وہ شخص ہے جو اپنے نفس کی خواہشات کا غلام ہو اور (پھر) اللہ سے بخشش کا آرزومند ہو۔ (ترمذیؒ، ابن ماجہؒ)

☆ حضرت محمد بن ابو عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو صحابی ہیں) کہتے ہیں اگر کوئی بندہ پیدائش کے دن سے بوڑھا ہو کر مرنے تک اللہ کی اطاعت وعبادت میں سرنگوں رہے تو وہ البتہ اپنی اس عبادت و اطاعت کو قیامت کے دن حقیر خیال کرے گا اور یہ آرزو کرے گا کہ اس کو پھر دنیا میں واپس کر دیا جائے تا کہ اس کا اجر وثواب زیادہ ہو جائے۔ (احمدؒ)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری امت میں ستّر ہزار بے حساب جنت میں داخل ہوں

گے اور یہ وہ لوگ ہوں گے جو نہ منتر کرتے ہوں گے اور نہ شگون بدلتے ہوں گے اور صرف اپنے پروردگار پر توکل کرتے ہوں گے۔ (بخاریؒ و مسلمؒ)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مومن قوی (یعنی ایمان و اعتقاد میں مضبوط) بہتر اور اللہ کے نزدیک محبوب ہے مومن ضعیف سے اور ہر مومن میں (قوی یا ضعیف) نیکی ہے۔ جو چیز تجھ کو نفع پہنچائے اس پر حرص اور اللہ کی مدد و توفیق طلب کر اور طلب استعانت سے عاجز نہ ہو اور جب تجھ کو کوئی (مصیبت) پہنچے تو یوں نہ کہہ کہ اگر میں اس طرح کرتا تو ایسا ہوتا بلکہ اس طرح کہہ کہ اللہ نے یہی مقدر کیا تھا اور اللہ جو کچھ چاہتا ہے کرتا ہے اس لئے کہ اگر کا لفظ شیطان کے دخل کا در کھولتا ہے اور دل میں وسوسہ پیدا ہوتا ہے۔ (مسلمؒ)

☆ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر تم لوگ اللہ پر توکل کر لو ایسا توکل جیسا کہ توکل کا حق ہے تو وہ تم کو اس طرح رزق دے گا جس طرح پرندوں کو رزق دیتا ہے وہ صبح کو بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھرے (اپنے گھونسلوں میں) جاتے ہیں۔

(ترمذیؒ ، ابن ماجہؒ)

☆ حضرت زید بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ امام مالک رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ دنیا میں زہد کس چیز کا نام ہے؟

جواب میں امام مالک رحمتہ اللہ علیہ نے کہا۔

''حلال پیشہ اختیار کرنا اور امیدوں کی کمی'' (بیہقیؒ)

☆ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

زہد (ترکِ دنیا) حلال کو حرام بنانے اور مال کو ضائع کرنے کا نام نہیں بلکہ زہد یہ ہے کہ جو کچھ تیرے ہاتھوں میں ہے (یعنی مال و دولت) اس پر بھروسہ نہ کر بلکہ اس پر بھروسہ کر جو اللہ کے ہاتھوں میں ہے اور ترک دنیا یہ ہے کہ جب تجھ پر کوئی مصیبت پڑے تو تو اس مصیبت میں ثواب کا طالب ہو اور یہ خواہش رکھ کر یہ مصیبت باقی رہے اور ختم نہ ہو۔ (تا کہ اس کا ثواب حاصل ہو)۔

(ترمذیؒ، ابن ماجہؒ)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھ کو ایک ایسی آیت معلوم ہوئی ہے کہ اگر اس پر لوگ عمل کریں تو وہی

ان کو کافی ہے (اور وہ آیت یہ ہے)

ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا . ویرزقہ من حیث لا یحتسب

یعنی جو شخص اللہ سے ڈرے اللہ تعالیٰ اس کے لئے نجات کا راستہ پیدا کر دیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے جہاں سے اس خیال و گمان بھی نہیں ہوتا۔ (احمدؒ، ابن ماجہؒ، دارمیؒ)

☆ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا انسان کے دل کے لئے ہر جنگل کی ایک شاخ ہے (یعنی اس کو ہر طرح کی فکریں ہیں) پھر جس شخص نے اپنے دل کو ساری شاخوں کی طرف متوجہ رکھا (یعنی ہر قسم کی فکروں میں مشغول و منہمک رہا) اللہ تعالیٰ اس کی پرواہ نہیں کرتا خواہ وہ کسی جنگل میں اس کو ہلاک کر دے اور جس نے اللہ پر توکل کیا اور اپنے کاموں کو اللہ کے سپرد کر دیا، اللہ تعالیٰ اس کے تمام کاموں کو درست کر دیتا ہے۔ (ابن ماجہؒ)

☆ حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

رزق بندہ کو اس طرح ڈھونڈتا ہے جس طرح موت انسان کو ڈھونڈتی

ہے۔(ابونعیمؒ)

☆ حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اگر تم فاضل (ضرورت سے زیادہ بچی ہوئی) چیز دوسروں کو دے دیا کرو تو یہ تمہارے لئے اچھا ہے اور اگر اس کو روک رکھو تو تمہارے لیے برا ہے اور جتنی روزی تمہارے لئے ضروری ہو، اتنے پر تم کو برا نہیں کہا جاتا اور (صدقہ وخیرات) دینا پہلے اہل وعیال سے شروع کرو اور اوپر کا ہاتھ نچلے ہاتھ سے اچھا ہوتا ہے (یعنی دینے والا ہاتھ مانگنے اور لینے والے سے اچھا ہوتا ہے)۔ (ترمذیؒ)

☆ حضرت عبیداللہ بن محصن رضی اللہ تعالیٰ عنہ (صحابی) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جس نے صبح یوں کی کہ دل بے خوف ہے، تندرست ہے اور اس کے پاس دن بھر کا کھانا ہے تو گویا اس کے لئے دنیا جمع کر دی گئی۔ (ترمذیؒ)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

آخری زمانہ میں کچھ لوگ ایسے پیدا ہوں گے جو دین کے ذریعے دنیا داروں کو دھوکا دیں گے (یعنی اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے نہیں بلکہ) لوگوں کو دکھانے کے لئے دُنبوں کے چمڑے کے کپڑے پہنیں گے (یعنی ان کے کپڑے موٹے ہوں گے جیسے کمبل وغیرہ) ان کی زبانیں شکر سے زیادہ شیریں اور نرم ہوں گی (یعنی ان کی باتیں خوشگوار، لذیذ اور نرم ہوں گی) لیکن ان کے دل بھیڑیوں کے سے ہوں گے (یعنی سخت اور بے رحم) اللہ تعالیٰ ان کی نسبت فرماتا ہے کیا یہ لوگ مجھ کو دھوکا دیتے ہیں یا میرے ڈھیل دینے کے سبب سے مغرور ہو گئے ہیں۔ میں اپنی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ان پر انہی میں سے بلا وفتنہ مسلط کروں گا (یعنی ان پر ایسے امراو حکام یا اشخاص کو مقرر کروں گا جوان کو مصائب و آفات میں مبتلا کر دیں گے) ایسی بلا وفتنہ کہ عقلمند و دانا اشخاص بھی اس (کے رفع کرنے) سے عاجز و حیران رہیں گے۔ (ترمذیؒ)

☆ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں نے ایک ایسی مخلوق پیدا کی ہے جس کی زبانیں شکر سے زیادہ شیریں ہیں اور جس کے دل ایلوے (یعنی کالا مصبّر) سے زیادہ تلخ ہیں۔ میں اپنی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں ان پر فتنہ (مصیبت و

بلا) نازل کروں گا ایسا فتنہ کہ عقل مند و دانا شخص اس پر حیران ہوگا۔

کیا یہ لوگ مجھ کو دھوکا دیتے ہیں یا مجھ پر جرأت و دلیری کرتے ہیں؟

(ترمذیؒ)

☆ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا آخری زمانہ میں چند قومیں ایسی ہوں گی جو ظاہر میں دوست ہوں گی لیکن باطن میں دشمن۔ پوچھا گیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ کیونکر ہوگا؟

فرمایا یہ اس طرح ہوگا کہ ان میں سے بعض بعض سے غرض و لالچ رکھیں گے اور بعض بعض سے خوفزدہ ہوں گے۔ (احمدؒ)

☆ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں اس امت پر (یعنی اپنی امت پر) ہر منافق کے شر سے ڈرتا ہوں جو علم و حکمت کی تو باتیں کرتا ہے اور ظلم کے کام کرتا ہے۔ (بیہقیؒ)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص لوگوں سے اس لیے سوال کرے کہ ان سے مال لے کر اپنا مال بڑھائے وہ گویا آگ کا انگارا مانگتا ہے اب اس کو اختیار ہے وہ زیادہ

مانگے یا کم۔ (مسلمؒ)

☆ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

تم میں سے کوئی شخص ایک رسی لے کر (جنگل سے) لکڑیوں کا گٹھا اپنی پشت پر اٹھا کر لائے اور اسے فروخت کرے تاکہ اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری فرمادے، یہ اس کے حق میں بہت بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ وہ لوگوں سے سوال کرے (بھیک مانگے) پھر وہ چاہیں تو اسے کچھ دیں ورنہ دھتکار دیں۔ (بخاریؒ)

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

آدمی ہمیشہ لوگوں سے سوال کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ قیامت کے دن وہ (اس حال میں) آئے گا کہ اس کے منہ پر گوشت کی ایک بوٹی نہ ہوگی۔ (بخاریؒ، مسلمؒ)

☆ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں سے کہا اے لوگو! جان لو کہ لالچ محتاجی ہے اور لوگوں سے بے پروائی غنا ہے اور انسان جب کسی چیز سے

مایوس ہو جاتا ہے تو اس سے بے پرواہ ہو جاتا ہے۔ (رزین)

☆ حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص میرے ساتھ اس امر کا عہد کرے کہ وہ لوگوں سے سوال نہ کرے گا تو میں اس کے لئے جنت کا ضامن ہوں گا۔ حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ میں اس کا عہد کرتا ہوں۔ اس کے بعد حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی سے سوال نہ کرتے تھے۔ (ابوداوُدؒ، نسائیؒ)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں ہے کوئی ایسا دن کہ جس میں صبح کے وقت دو فرشتے نہ اترتے ہوں جن میں سے ایک تو یہ کہتا رہتا ہے کہ اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اس کا بدل دے (یعنی جو مصرف خیر میں یا مناسب موقع پر خرچ کرتا ہے اس کا اس سے زیادہ دے) اور دوسرا کہتا رہتا ہے کہ اے اللہ! بخیل کے مال کو تلف کر دے۔ (بخاریؒ، مسلمؒ)

☆ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خرچ کر اور شمار نہ کر (اس لیے کہ) اگر تو شمار کر کے دے گا تو اللہ تبارک وتعالیٰ بھی تیرے لیے شمار کرے گا اور نہ روک تو (فقیر سے) مال کو (جو

تیری حاجت سے زیادہو) ورنہ اللہ بھی تجھ سے مال کو روکے گا اور دے جتنا تجھ سے دیا جاسکے۔ (بخاریؒ ، مسلمؒ)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے ابنِ آدم! اپنی حاجت سے زیادہ مال کو خرچ کرنا تیرے لیے بہتر ہے اور مال کو روکنا تیرے لیے برا ہے اور نہیں ملامت کیا جائے گا تو بقدرِ ضرورت مال اپنے قبضہ میں رکھنے پر اور تو سب سے پہلے اپنے عیال پر خرچ کرنے کے ساتھ شروع کر۔ (مسلمؒ)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بخیل اور خیرات کرنے والے کا حال ان دو شخصوں کی مانند ہے جن پر لوہے کی دو زرہیں ہوں اور ان زرہوں کی تنگی کے سبب ان کے دونوں ہاتھ سینہ اور گردن میں چمٹا دیئے گئے ہوں پس جب صدقہ دینے والا صدقہ دینے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کی زرہ کھل جاتی ہے اور اور جب بخیل صدقہ دینے کا ارادہ کرتا ہے تو زرہ کے حلقے اور تنگ ہو جاتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ سخی جب خیرات کرتا ہے تو اس کا سینہ کشادہ ہو جاتا ہے اور وہ خوب دیتا ہے اور جب بخیل کسی کو کچھ دینے کا ارادہ کرتا ہے تو زرہ کے حلقے

اور تنگ ہو جاتے ہیں یعنی اس کا سینہ اور تنگ ہو جاتا ہے۔ (بخاریؒ، مسلمؒ)

☆ ضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ظلم سے بچو اس لیے کہ ظلم قیامت کے دن تاریکی ہوگی اور بخل (کنجوسی) سے بچو اس لیے کہ بخل نے ان لوگوں کو ہلاک کر دیا جو تم سے پہلے تھے۔ بخل نے ان کو اس پر آمادہ کر دیا تھا کہ وہ خون ریزی کریں اور حرام کو حلال جانیں۔ (مسلمؒ)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کون سے صدقے کا زیادہ ثواب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا خیرات کرنا تیرا اس حال میں کہ تو تندرست ہو، مال جمع کرنے کی خواہش و حرص رکھتا ہو، افلاس سے ڈرتا ہو اور دولت کی امید رکھتا ہو اور تو صدقہ دینے اور خیرات کرنے میں سستی وغفلت نہ کر یہاں تک کہ جب تیری جان حلق میں پہنچ جائے یعنی دم نکلنے کے قریب ہو تب تو یہ کہے کہ اتنا مال فلاں شخص کے لئے ہے اور اتنا فلاں کے لئے حالانکہ تو جانتا ہو کہ مال فلاں ہی کو ملے گا۔ (بخاریؒ، مسلمؒ)

☆ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبہ کے سایہ میں تشریف فرما تھے مجھ کو دیکھ کر فرمایا قسم ہے پروردگارِ کعبہ کی، وہ بڑے خسارے میں ہے۔ میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان وہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا مال کو زیادہ جمع کرنے والے، مگر وہ لوگ مستثنیٰ ہیں جنہوں نے ادھر ادھر اور اس طرف یعنی آگے پیچھے اور دائیں بائیں خرچ کیا اور ایسے لوگ کم ہیں۔ (بخاریؒ ، مسلمؒ)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سخی قریب ہے اللہ کی رحمت سے، قریب ہے جنت سے اور قریب ہے لوگوں سے (یعنی اس کو سب پسند کرتے ہیں) اور دور ہے دوزخ سے ۔اور بخیل دور ہے اللہ کی رحمت سے، دور ہے جنت سے، دور ہے لوگوں سے اور قریب ہے آگ سے اور جاہل سخی اللہ کے نزدیک بہتر ہے بخیل عابد سے۔ (ترمذیؒ)

☆ حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا انسان کا اپنی تندرستی کے دنوں میں ایک درہم خرچ (خیرات)

کرنا مرنے کے وقت سو درہم خرچ کرنے سے بہتر ہے۔ (ابوداوُدؒ)

☆ حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مومن میں دو باتیں جمع نہیں ہوتیں۔ بخل و بدخلقی۔ (ترمذیؒ)

☆ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جنت میں مکار اور بخیل داخل نہ ہوگا اور نہ وہ شخص جو خیرات دے کر احسان جتائے۔ (ترمذیؒ)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کی عادتوں میں سے دو بہت بری عادتیں ہیں ایک تو انتہا درجے کا بخل اور ایک انتہائی بزدلی۔ (ابوداوُدؒ)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سخاوت ایک درخت ہے جنت میں۔ پس جو شخص سخی ہوگا وہ اس درخت کی ٹہنی پکڑ لے گا اور وہ ٹہنی اس کو اس وقت تک نہ چھوڑے گی جب تک اس کو جنت میں داخل نہ کر لے گی۔

اور بخل ایک درخت ہے دوزخ میں پس جو شخص بخیل ہوگا وہ اس درخت

کی ایک ٹہنی پکڑ لے گا اور وہ ٹہنی اس کو اس وقت تک نہ چھوڑے گی جب تک اس کو دوزخ میں داخل نہ کر لے گی۔ (بیہقیؒ فی شعب الایمان)

☆ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تو کسی نیکی کو حقیر نہ جان اگرچہ (وہ نیکی یہی ہو کہ) تو اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے پیش آئے۔ (مسلمؒ)

خصوصیات محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اللہ کریم نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دونوں جہانوں میں افضل اور اعلیٰ مقام عطا فرمایا ہے۔ اللہ رب العزت نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُن خصوصیات اور خوبیوں سے نوازا ہے جو تمام انبیاء ومرسلین اور کل کائنات سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ممتاز کرتی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان وعظمت کے بیان میں اللہ کریم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام خصوصیات دے رکھی ہیں جن کا شمار کرنا بنی نوع انسان کے بس کی بات نہیں۔ ہمیں اپنے پیارے آقا محمد احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت و رفعت کو پہچان کر سچی پیروی شروع کرنی چاہیئے۔ پہلے تمام نبی کسی خاص علاقے یا قوم کیلئے مبعوث کئے جاتے تھے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم الانبیاء اور قیامت تک آنے والی تمام انسانیت کے نبی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں تمام انبیاء سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے اور مدد کرنے کا عہد لیکر یہ ثابت کر دیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیاء کے سردار اور تمام انبیاء سے افضل ہیں۔ معراج کی سیر میں بھی اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کی امامت کا منصب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمایا ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بڑی عظمت کی بات ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کی عبادات بے مثل اور بے مثال ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے دن سب سے زیادہ پیروکار میرے ہوں گے''۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت کے دن سب سے پہلے پل صراط عبور کریں گے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی سب سے پہلے جنت میں داخل ہونگے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت جنت میں بلاحساب داخل کی جائے گی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں سے ستر ہزار افراد بغیر حساب جنت میں داخل ہوں گے اور ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار مزید ہوں گے (بخاری)۔ یہ امتیاز اور خصوصیات کسی اور نبی کو حاصل نہیں ہے۔ جنت میں سب سے زیادہ امت محمدیہ ہوگی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جنتیوں کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی اسی (80) صفیں امت محمدیہ کی اور چالیس (40) باقی دوسری امتوں کی ہوں گی'' (صحیح بخاری)۔ جس کسی نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو حقیقت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہی دیکھا کیونکہ شیطان حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شکل اختیار نہیں کرسکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبادات قیام

قیامت تک امت مسلمہ کیلئے روشن مثال ہیں۔ اسوہ رسول کی پیروی کر کے اللہ کی رضا اور رحمت حاصل کی جاسکتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جامع کلمات کے ساتھ دنیا میں بھیجا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسے کلمات نوازے گئے جو مختصر مگر معنی و مفہوم کے اعتبار سے بہت وسیع ہوتے۔ اس کی ایک مثال حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان مبارک سے واضح ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''والد جنت کا درمیان والا دروازہ ہے''۔

قبر میں پہنچنے کے بعد ابتدائی سوالات میں ایک سوال حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق ہوگا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شب بیداری

قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وجعلنا اللیل لباسا۔(النبا۔10)

ترجمہ: ہم نے رات کولباس بنایا۔

صوفیاء فرماتے ہیں کہ رات قیام اللیل کرنے والوں کے لئے لباس ہے کیونکہ رات انہیں دوسروں کی نظر سے چھپا دیتی ہے اور وہ تنہائی میں مکالمہ محاصرہ یا مشاہدہ کرتے ہیں۔ جب ساری دنیا سوتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے خاص بندے اپنے سجدہ ہائے بے نیاز سے اپنے نالہ ہائے جگر گداز سے اور اپنی اشکباریوں سے اپنے گوشہ خلوت میں چراغاں کرتے ہیں اوران کی شب بیداریوں کورات کی سیاہی لباس کی طرح ڈھانپ لیتی ہے۔

قرآن مجید فرقان حمید میں شب بیداری کرنے والوں کی بڑی فضیلت بیان کی گئی۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

تتجافی جنوبھم عن المضاجع یدعون ربھم خوفا وطمعا ومما رزقنھم ینفقون (السجدہ۔١٦)

ترجمہ: ان کے پہلو بستروں سے الگ رہتے ہیں وہ اپنے پروردگار کو خوف اور امید سے پکارتے ہیں اور جو رزق ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

نہ صرف قرآن مجید بلکہ احادیث مبارکہ، آثار صحابہ وتابعین سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ شب بیداری بڑی فضیلت کی حامل ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ صرف اس کی فضیلت کو بیان کیا بلکہ اس کی عملی تصویر بھی پیش فرمائی۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ وآلہ سلم کی زبان اقدس سے سب سے پہلی بات جو میں نے سنی وہ یہ تھی کہ ''لوگوں کو سلام کرو، کھانا کھلاؤ، رشتے ناطے جوڑو، لوگ سوئے ہوئے ہوں تو اٹھ کر قیام الیل کرو، جنت میں سلامتی سے داخل ہو جاؤ گے''۔ (ترمذی)

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

جنت میں کچھ ایسے محل ہیں جن کے اندر سے باہر کا منظر اور باہر سے اندر کا منظر صاف دیکھا جا سکے گا۔ ایک اعرابی نے اٹھ کر سوال کیا یا رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کسے ملے گا۔ فرمایا: ''جو اچھی بات کرے، کھانا کھلائے، باقاعدگی سے روزے رکھے اور جب لوگ سوئے ہوئے ہوں تو نماز ادا کرے''۔ (مسند احمد)

حضرت اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عرض کیا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رات کی نماز کیسی تھی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کے آخری حصے میں قیام فرماتے اور نماز پڑھتے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بستر پر دوبارہ آرام فرماتے پھر جب مؤذن اذان کہتا تو فوراً اٹھ جاتے اگر حاجت ہوتی تو غسل فرماتے ورنہ وضو فرما کر (نماز فجر کے لئے) تشریف لے جاتے۔ (بخاری شریف)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (رات کے وقت) اس قدر طویل نماز ادا فرمائی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدمین مبارک پر سوجن آ گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا گیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنی تکلیف (کیوں) اٹھاتے ہیں؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

سبب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اگلے پچھلوں کے گناہ معاف فرما دیئے۔
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا میں اپنے رب کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔(مسلم شریف)

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شب بیداری کو قرآن مجید میں یوں سراہا گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پروردگار جانتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو تہائی رات کے قریب اور آدھی رات اور ایک تہائی رات تک (نماز میں) کھڑے رہتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ (اہل ایمان کی) ایک جماعت بھی اٹھ کر نماز پڑھتی ہے۔(مزمل۔۲)

امام مسلم رحمۃ اللہ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شب بیداری کے حوالہ سے ایک طویل حدیث نقل فرمائی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں ایک رات وہ اپنی خالہ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں رہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم استراحت فرما ہو گئے اور نصف شب یا اس سے کچھ کم یا زیادہ کے بعد

بیدار ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نیند کی وجہ سے اپنی آنکھوں کو ہاتھوں سے مل رہے تھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورۂ آل عمران کی آخری دس آیات تلاوت فرمائیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک لٹکے ہوئے مشکیزے کے پاس گئے اور اس سے اچھی طرح وضو کیا پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں میں نے بھی ایسا ہی کیا جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا تھا۔ پھر میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنی شروع کی۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ہاتھ میرے سر پر رکھا اور (شفقت سے) میرا کان مروڑا۔ پھر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ پھر دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ پھر دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ پھر دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ پھر دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ پھر دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ پھر وتر پڑھنے کے بعد لیٹ گئے یہاں تک کہ موذن آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر مختصر طریقہ سے دو رکعت (سنت فجر) پڑھی۔ پھر جا کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز فجر ادا فرمائی۔

شب بیداری سے انسان جن اوصاف سے متصف ہوتا ہے ان میں

سے ایک وصف قرب خداوندی ہے جو قیام اللیل کا نتیجہ ہے۔ اسی لیے قرآن مجید میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شب بیداری کا حکم دیا گیا۔ ارشاد خداوندی ہے۔

ومن الیل فتھجد بہ نا فلۃ لّک عسٰی ان یبعثک ربک مقاما محمودا۔ (بنی اسرائیل ۷۹)

ترجمہ: اور رات کے بعض حصہ میں (اٹھیئے) اور نماز تہجد (قرآن کے ساتھ) ادا کیجئے۔ یہ (نماز) زائد ہے آپ کے لئے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا۔

یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیند عام امتی کی نیند کی طرح نہیں تھی بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قلب اطہر بیدار رہتا۔ (بخاری شریف)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اے عائشہ بے شک میری آنکھیں سوتی ہیں میرا دل نہیں سوتا۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کیفیات عبادت کے متعلق احادیث میں کثرت کے ساتھ روایات موجود ہیں۔اظہار نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قبل جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غار حرا میں تشریف لے جاتے تو رات کی تنہائیوں میں اس قدر گریہ فرماتے کہ سجدے کی زمین تر ہو جاتی۔بقول علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ

ماند شب ہا چشم او محروم نوم
تا بہ تخت خسروی خوابیدہ قوم

کئی راتوں تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چشمان مقدس مبارک نیند سے محروم رہیں پھر کہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوم تخت خسروی پر سونے کے قابل ہوئی۔

خدمتِ خلق اور اسوۂ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اللہ رب العزت نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث فرمایا۔ کائنات اپنی بقا اور نمو کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت واعانت کی محتاج ہے۔ پہلے انسان اور نبی سیدنا آدم علیہ السلام کی توبہ آپ کے وسیلہ جلیلہ سے قبول ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد اور رحمت کا سلسلہ ہر دور میں جاری رہا اور تا قیام قیامت بلکہ بعدِ قیامت بھی جاری وساری رہے گا۔

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ساری زندگی مخلوق خدا کی خدمت و اعانت سے عبارت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مخلوق کی خدمت کو بھی عبادت کا درجہ دے دیا۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

''جس نے مسلمان بھائی کی حاجت روائی کی وہ ایسا ہے جیسے اُس نے ساری عمر اللہ تعالیٰ کی عبادت کی''۔

مزید فرمایا: ''جو کوئی مسلمان کی دنیوی مصیبت کو دور کریگا، اللہ تعالیٰ قیامت میں اس کی مصیبت کو دور کریگا، جو مسلمان کے عیب چھپائے گا، اللہ تعالیٰ اس کے دنیا وآخرت کے عیب چھپائے گا، اللہ تعالیٰ بندے کی مدد کرتا رہتا ہے

جب تک وہ اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے"۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حاجت روائی اور دست گیری کے حوالے سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ ام المومنین سیّدہ خدیجۃ الکبری رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گواہی بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ سردارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلی وحی کے نزول کے بعد جب گھر واپس تشریف لائے تو سیّدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے عرض کیا: اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اچھا ہی فرمائے گا۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلہ رحمی کرتے ہیں، عیال کا بوجھ اٹھاتے ہیں، ریاضت و مجاہدہ کرتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں، بے کسوں اور مجبوروں کی دستگیری کرتے ہیں، محتاجوں اور غریبوں کے ساتھ بھلائی کرتے ہیں، لوگوں کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آتے ہیں، لوگوں کو اچھائی کا حکم اور برائی سے منع کرتے ہیں، یتیموں کو پناہ دیتے ہیں، سچ بولتے ہیں اور امانتیں ادا فرماتے ہیں۔

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا

مرادیں غریبوں کی بر لانے والا

مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا

وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا

فقیروں کا ملجا، ضعیفوں کا ماویٰ

یتیموں کا والی، غلاموں کا مولیٰ

حامی بے کساں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ صرف اپنے کاشانِ اقدس سے باہر بلکہ اندر بھی بے سہاروں اور مسکینوں کی حاجت روائی میں مشغول نظر آیا کرتے تھے۔ ام المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی گھر میں بھی فارغ نہ دیکھے گئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا تو کسی مسکین کو جوتا سی کر دے رہے ہوتے یا پھر کسی بیوہ یا بے آسرا عورت کو کپڑے سی کر دے رہے ہوتے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہی روایت ہے: میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ کوئی خوش اخلاق نہیں تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر والوں میں سے جو کوئی بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پکارتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لبیک کہہ کر جواب دیتے۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

دست گیری کا تذکرہ مفصل اور ایمان افروز انداز میں فرمایا ہے۔ ایک روایت کے مطابق مدینہ کے خدام اور نوکر چاکر برتنوں میں صبح کو پانی لے کر آتے تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے برتنوں میں دست مبارک ڈبودیں اور پانی متبرک ہو جائے۔ سخت سردی کے موسم میں بھی صبح کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر ایک کے برتن میں اپنا مقدس ہاتھ ڈال دیا کرتے تھے اور کسی کو بھی محروم نہیں فرماتے تھے۔

واہ کیا جود وکرم ہے شہِ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

روایت ہے کہ ایک عورت کی عقل میں کچھ فتور تھا۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے آپ سے کچھ کام ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے فلاں کی ماں آپ جہاں کہیں میں آپ کے کام کی غرض سے جانے کے لئے تیار ہوں۔ پھر آپ اس کے ساتھ تشریف لے گئے اور اس کی مدد فرمائی۔

سیدنا جبیر انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں ایک لڑکا کھڑا ہوا اور عرض

کرنے لگا، السلام علیک یارسول اللہ، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! آپ پر سلام ہو، میں ایک یتیم، مسکین لڑکا ہوں اور میرے ساتھ میری ضعیف والدہ ہے، جو کچھ اللہ نے آپ کو عطا فرمایا ہے اس میں سے تھوڑا سا ہمیں بھی عطا فرمائیں، اللہ تعالیٰ آپ کی رضا چاہتا ہے یہاں تک کہ آپ راضی ہو جائیں۔ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اے لڑکے اپنی بات دہراؤ تم تو فرشتوں کی زبان سے کلام کرتے ہو''۔ اس نے اپنے کلام کو دہرایا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کچھ آل رسول کے گھر میں ہے لے آؤ۔ پس ایک برتن (اناج وغیرہ کا) پیش کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لڑکے! یہ لے جاؤ اس میں تمہارے اور تمہاری والدہ اور بہن کے لئے دو پہر اور رات کا راشن ہے، میں اس کھانے میں برکت کی دعا سے تمہاری مدد کرتا رہوں گا۔

التفات سید سادات کب محدود ہے
وسعت دامن بھی دیتے ہیں عطا کرتے ہوئے

رحمتِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حیوانات ونباتات کے ساتھ بھی حسن سلوک کی سخت تاکید کی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حیوانات پر کمال

درجہ شفقت ورحمت فرمایا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال مبارک کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنی قصویٰ شدتِ غم سے نڈھال ہوگئی۔ کھانا پینا چھوڑا اور وفات پا گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دراز گوش یعغور نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روزِ وصال کنویں میں چھلانگ لگا کر جان دے دی۔ جانور بھی اپنے دکھڑے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا کرتے تھے جن کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوراً مداوا فرمایا کرتے۔ اس سلسلے میں اعرابی کے اونٹ کی شکایت کا واقعہ زبان زدعام ہے۔

ایک صحابی نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ میں نے بطور خاص اپنے اونٹوں کے لئے ایک حوض بنا رکھا ہے، اس پر بسا اوقات بھولے بھٹکے جانور بھی آجاتے ہیں، اگر میں انہیں بھی سیراب کردوں تو کیا اس پر بھی مجھے جزا ملے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں ہر پیاسے یا ذی روح کے ساتھ حسن سلوک کرنے سے ثواب ملتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا گوہوں کہ وہ ہمیں اسوۂ رسول پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

باب نمبر ۲۰
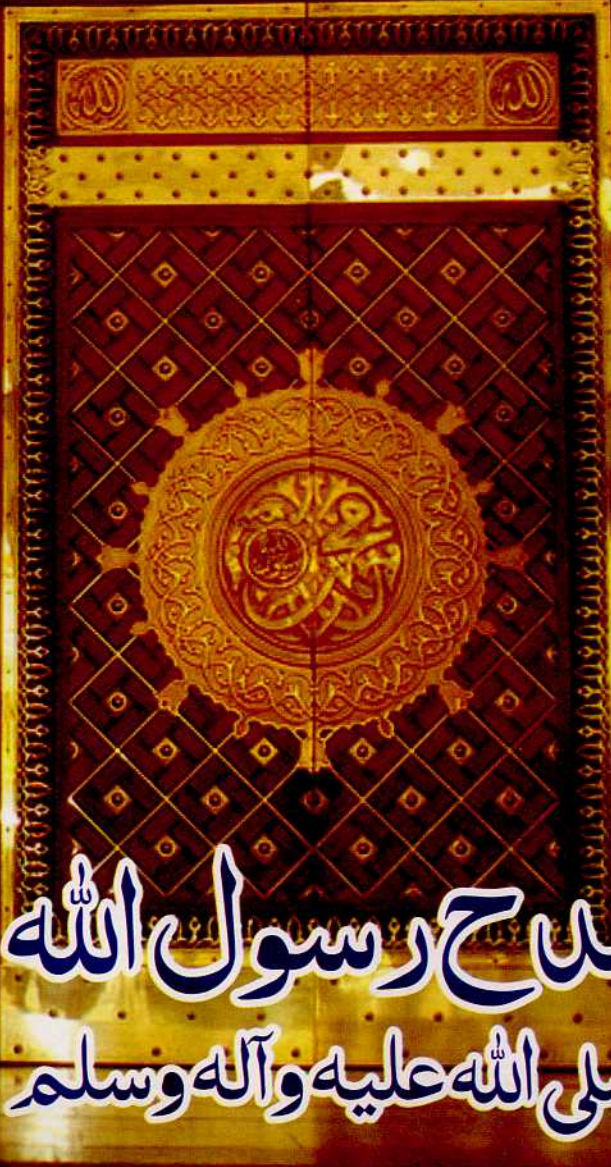
مدح رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ
وعلیٰ آلک واصحابک یا سیدی یا حبیب اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم

ذکرِ رسولِ مقبول

پسندِ شوق ہے آب و ہوا مدینے کی
عجب بہار ہے صل علا مدینے کی

بہ امتیاز و بہ تخصیص خواب گاہِ رسولؐ
قلوبِ اہلِ وِلا میں ہے جا مدینے کی

صعوبتوں میں بھی اک راحتِ سفر کی ہے شان
جو یاد رہتی ہے صبح مسا مدینے کی

علاجِ علّتِ عصیاں کی فکر کیا ہو اسے
جسے نصیب ہو خاکِ شفا مدینے کی

سکون خاطر حسرت بنی وہ رابغ میں
خبر جو لائی تھی بادِ صبا مدینے کی

(حسرت موہانی)

مدح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نعت یوں تو عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں کسی چیز کا وصف بیان کرنا، کسی چیز کو Describe کرنا۔ لیکن عربی میں یہ اُن معنوں میں نہیں بولا جاتا جن معنوں میں یہ اُردو زبان میں بولا جاتا ہے۔ اُردو میں ''نعت'' اس نظم یا غزل کو کہتے ہیں جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عقیدت اور محبت کا اظہار کیا گیا ہو۔ اُردو میں جسے نعت کہتے ہیں، عربی میں اسے ''المدح النبوی'' کہتے ہیں اور نعتوں کے مجموعے کو المدائح النبویۃ کا نام دیا جاتا ہے۔ مدح یعنی تعریف عربی شاعری کے موضوعات میں سے ایک اہم موضوع ہر زمانے میں رہا ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں شاعر اپنے کلام میں مدح کرتے تھے اور یہ مدح ان امراء، حکمرانوں اور قبائلی سرداروں کے لئے ہوتی تھی جن کی طرف شاعر بڑی مشکل سے سفر کر کے جاتا تھا اور ان کو خوش کر کے ان سے انعام واکرام حاصل کرتا تھا۔

لیکن جب عرب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظہور ہوا اور انہوں نے اپنی تبلیغ و ہدایت سے عربوں کو بت پرستی اور دوسری جاہلی رسوم

سے ہٹا کر ایک خدا اور ایک دین کی طرف بلایا تو رفتہ رفتہ لوگ اسلام میں داخل ہونے لگے اور ان کے وہ قبائل جو ایک دوسرے کے خلاف ہمیشہ حالت جنگ میں رہتے تھے اور ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہوتے تھے، اب ایک ہی دین میں آ کر ایک دوسرے کے بھائی بن گئے اور ان کے یوں باہم متحد ہونے سے مسلم امت وجود میں آئی جس نے تھوڑے ہی عرصے میں اتنی طاقت پکڑ لی کہ ان کے اردگرد جو بڑی طاقتیں تھیں وہ بھی ان کے سامنے نہ ٹھہر سکیں اور ہر طرف اسلام کا غلبہ ہو گیا۔

عرب قوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت اور ان کے ان احسانات کو دل کی گہرائیوں سے تسلیم کرتی تھی۔ اس لئے یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ لوگ اپنی عقیدت کا اظہار اپنے شعروں میں نہ کرتے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح میں بہت سے صحابہؓ نے اشعار کہے جو سیرت کی کتابوں میں ملتے ہیں (ان صحابہ کرام میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت کعب ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ

عنہا، حضرت عاتکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نام قابل ذکر ہیں) اس سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح کا بالکل ابتدائی نمونہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا جناب ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان شعروں میں ملتا ہے کہ

''جب کبھی قریش کسی جگہ فخر کے لئے اکٹھے ہوئے تو انہیں لگا کہ عبد مناف ہی قبیلے کی اصل ہیں''۔

''اور اب جب کبھی قریش کسی جگہ فخر کے لئے اکٹھے ہوئے تو انہیں دیکھیں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ان میں سب سے برگزیدہ اور مایۂ افتخار ہیں''۔

لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں جو بہت اعلیٰ ادبی معیار کی نعتیں عربی زبان میں کہی گئیں ان میں شاعر کعب ابن زہیر کا قصیدہ ''بانت سعاذ'' نیز حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نعتیں زیادہ مشہور ہوئیں۔

کعب ابن زہیر ممتاز جاہلی شاعر زہیر ابن ابی سلمٰی کے بیٹے تھے۔

جب اسلام کی دعوت پھیلی تو یہ اپنے بھائی بجیر کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے نکلے لیکن نجانے کیا افتاد پڑی کہ راستے میں اپنا ارادہ بدل دیا۔ بجیر اپنے عزم پر قائم رہے اور منزل پر پہنچ کر اسلام قبول کرلیا۔ کعب نے جب یہ سنا تو برہم ہو کر ایک ہجویہ نظم کہی جس میں نہ صرف اپنے بھائی کو ملامت کی بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی دعوت کے بارے میں بھی نازیبا الفاظ استعمال کیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شاعر کی اس حرکت سے بہت تکلیف پہنچی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ کعب جہاں بھی ملے اسے اس گستاخی کی پوری سزا دی جائے۔ باغی شاعر کو جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس وعید کی خبر ملی تو اس نے گھبرا کر اِدھر اُدھر قبائل میں پناہ لینے کی کوشش کی لیکن اسلام کے بڑھتے ہوئے ریلے کے سامنے اسے کہیں جائے اماں نہ ملی اور بالآخر وہ اپنے بھائی کے سمجھانے پر مدینے آیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے توسل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ مبارک پر اسلام قبول کیا اور اپنا قصیدہ ''بانت سعادُ'' پیش کیا۔

''بانت سعادُ'' کی اہمیت ایک تو اس کی اولیت کی وجہ سے ہے،

دوسرے اس وجہ سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نعت خود سنی تھی اور اس سے خوش ہو کر ایک سرکش اور گستاخ شاعر کو نہ صرف معاف کر دیا تھا بلکہ اسے اپنی چادر بھی انعام میں مرحمت فرمائی تھی۔

نظم ''بانت سعادُ'' مختلف مضامین کا مجموعہ ہے جن میں ایک مضمون مدح رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے جو نظم کے تقریباً چوتھائی حصے میں آیا ہے۔ اس نظم کا آغاز اُس وقت کی شاعری کی روایت کے مطابق شاعر اپنی محبوبہ کے فراق اور اس کی وعدہ خلافیوں کے ذکر سے کرتا ہے۔ نظم کے اس حصے کو تشبیب کہتے ہیں جس کے معنی ہیں ایام شباب اور ان کے رنگین مشغلوں کو یاد کرنا۔ ''بانت سعادُ'' کے معنی ہیں سعدا بچھڑ کے چل دی اور پورا مطلع اس طرح ہے۔

بانت سعادفقلبی الیوم متبول متیم اثرھالمہ یفد مکبول

سعاد بچھڑ کے چل دی اور میرا دل آج اپنے قابو میں نہیں ہے اور ایک باندھے ہوئے غلام کی طرح اس کے پیچھے پیچھے چلا جاتا ہے۔

اس مضمون پر بارہ تیرہ شعر کہہ چکنے کے بعد وہ اپنی اونٹنی کا ذکر کرتا ہے جس پر سوار ہو کر وہ اپنی محبوبہ کی تلاش میں نکلا تھا۔ اس کے بعد وہ اصل موضو

ع کی طرف آتا ہے اور عذر پیش کرتے ہوئے کہتا ہے:

......میرے ہر دوست نے جس سے مجھے کچھ امید تھی مجھ سے کہہ دیا کہ میرے بھروسے پہ نہ رہنا، میں تمہارے لئے کچھ نہیں کر سکتا۔

......تو میں نے کہا تمہارا باپ مرے، میرا راستہ چھوڑ دو کہ رحمان نے جو میرے مقدر میں لکھ دیا ہے وہ ہو کر ہی رہے گا۔

...... ہر ماں کا جایا، چاہے وہ کتنا ہی عرصہ سلامت رہے، ایک نہ ایک دن نعش کی صورت میں اٹھایا جائے گا۔

پھر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخاطب ہو کر کہتا ہے:

......مجھے بتایا گیا ہے کہ اللہ کے رسول نے میرے بارے میں وعید فرمائی ہے مگر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درگزر کی امید بھی تو کی جاتی ہے۔

......میں صحرا صحرا پھرا ہوں اور رات کی چادر اوڑھے ہر طرح کے اندھیروں میں بھٹکتا رہا ہوں۔

......یہاں تک کہ میں نے اپنا ہاتھ بالآخر اس ہستی کے ہاتھ میں لا کے دے دیا ہے جس کا فرمان سچا اور جس کی بات فیصلہ کن ہے۔

......حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلاشبہ ایک نور ہیں جس سے ہر طرف اُجالا پھیل گیا ہے اور اللہ کی ایسی تلوار ہیں جو نیام سے نکل کر اپنی چمک سے آنکھوں کو خیرہ کیے دیتی ہے۔

آگے بڑھنے سے پہلے یہاں ایک بڑے جاہلی شاعر کا ذکر بے محل نہ ہوگا جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کی خبر سن کر ایک نعتیہ قصیدہ کہا اور حجاز کی طرف روانہ بھی ہوا لیکن منزل مقصود تک نہ پہنچ سکا۔ اس لیے کہ ابوسفیان اور دوسرے اہل قریش نے جب یہ سنا کہ اعشیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح کہی ہے اور وہ حجاز کی طرف آرہا ہے تو یہ خبر ان پر بجلی بن کر گری۔ انہوں نے کہا اگر اعشیٰ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچ گیا اور ان کا اتباع کر لیا تو وہ اپنے شعروں سے ہمارے خلاف پورے عرب میں آگ بھڑکا دے گا۔ اس کا تدارک انہوں نے یہ کیا کہ آپس میں چندہ اکھٹا کر کے ایک سو اونٹ جمع کیے اور اعشیٰ کو یہ کہہ کر دیئے کہ وہ بجائے حجاز جانے کے واپس لوٹ جائے۔ چنانچہ اعشیٰ یہ اونٹ لے کر بغیر اسلام لائے اور بغیر اپنا قصیدہ سنائے واپس چلا گیا۔ لیکن یہ اونٹ اس کے کسی کام نہ آسکے اور الٹا اس کی ہلاکت کا باعث بنے، جب ان میں سے ایک اونٹنی نے اس کو اپنی پیٹھ

سے نیچے گرادیا اور سینے سے زمین پر رگڑ رگڑ کر اسے ہلاک کر دیا۔

وہ قصیدہ جو اعشیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور پیش کرنے کے لئے کہا تھا، اس کے چند شعر یوں ہیں:

......میں نے قسم کھائی ہے کہ اپنی اونٹنی کی کمزوری اور اپنی برہنہ پائی کا اس وقت تک گلہ نہیں کروں گا جب تک وہ مجھے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک نہ پہنچادے۔

نبی تیری مالا ترون و ذکرہ أغاز لعمری فی البلادو أنجدا

(وہ ایسے نبی ہیں جو ان چیزوں کو دیکھ لیتے ہیں جو تم نہیں دیکھ سکتے اور قسم میری جان کی ان کی شہرت مشرق مغرب سب علاقوں میں پھیل چکی ہے۔)

......وہ جو کچھ عطا کرتے ہیں اس میں ناغہ نہیں ہوتا اور جو بخشش آج وہ کردیں وہ دوسرے دن انہیں مزید بخشش کرنے میں مانع نہیں ہوتی۔

حضرت عبداللہ بن راحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک انصاری صحابی اور قادر الکلام شاعر تھے جنہوں نے اپنی صلاحیتیں اسلام کے لئے وقف کردی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کا ایک شعر سن کر آپ کو دعا دی کہ

(تم کو بھی اللہ ثابت قدم رکھے) حضرت ابن رواحہ کی نعت کا یہ شعر بہت مشہور و مقبول ہے۔

لو لم تكن فيه آيات مبينة

كانت بديهته تنبيك بالخير

(اگر ذات گرامی میں دوسری روشن دلیلیں نہ بھی ہوتیں تو ان کا چہرۂ انور تم کو حقیقت بتا دیتا۔)

اس سے پہلے کے دو شعروں کا ترجمہ یوں ہے:

......میری روح اس ذات پر قربان ہو جس کے اخلاق اس بات کے شاہد ہیں کہ وہ بنی نوع انسان میں سب سے بہتر فرد ہیں۔

......ان کے احسان ساری خلقت کے لئے اس طرح عام ہیں جس طرح چاند اور سورج کی روشنی ساری دنیا کے لئے عام ہے۔

اس عہد کے تیسرے شاعر حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جیسا کہ سب کو معلوم ہے، شاعر نبی کے لقب سے مشہور ہیں یعنی دربار نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے Poet Laureate۔ یہ پہلے ایک جاہلی شاعر تھے جو منذر و غسان کے فرمانرواؤں کی مدح کرتے اور ان سے کافی صلہ اور

اعزاز پاتے تھے۔ بعد میں یہ اسلام لے آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مدینے کو ہجرت کی۔ اس زمانے میں قریش مکہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذا پہنچانے کے لئے آپ کے خلاف ہجو گوئی کا سلسلہ شروع کر رکھا تھا، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف طرح طرح کی باتیں بنائی جاتی تھیں۔ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہؓ کو مخاطب کر کے فرمایا: جن لوگوں نے اپنی تلواروں اور نیزوں کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول کی مدد کی ہے، انہیں کس چیز نے روکا ہے کہ وہ اپنی زبان سے اس کی مدد نہیں کرتے۔ اس پر حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے بڑھے اور کہا، یہ کام میں کروں گا۔ کہنے لگے میری زبان بہت لمبی ہے اور یہ ایسی زبان ہے کہ اگر میں اسے چٹان پر رکھ دوں تو وہ بھی تڑخ جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم قریش کی ہجو کیسے کر پاؤ گے کہ میں بھی تو اسی خاندان سے ہوں۔ حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان میں سے اس طرح نکال لوں گا جس طرح آٹے میں سے بال نکالا جاتا ہے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو پھر ان کی ہجو کہو اور جبریل امین تمہارے ساتھ ہیں۔ اس طرح حسان بن ثابت

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح و ثنا اور کفار ومشرکین کی مذمت میں بہت سی نظمیں کہیں اوراس محاذ پر سب مخالفین کو خاموش کردیا۔

حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی متعدد نظموں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح بھی کی اور کفار کے مقابلے میں ان کی مدافعت کا فریضہ بھی ادا کیا۔ان کا ایک مشہور قصیدہ ہے جوآپ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے ابوسفیان کے جواب میں کہا تھا۔اس زمانے کی روایت کے مطابق یہ بھی تشبیب سے شروع ہوتا ہے جس میں محبوبہ کے ان دیار کا ذکر کیا ہے جواب مٹ مٹا گئے ہیں اوروہ مسکن اب خالی پڑے ہیں۔ اس کے ساتھ تقریباً دس اشعار میں فخرومدح کرنے کے بعد جب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دفاع کی طرف آتے ہیں تو کہتے ہیں:

......ابوسفیان کو میری طرف سے یہ پیغام دے دو کہ اب چھپی ہوئی بات چھپی نہیں رہی۔

......ہماری تلواروں نے تمہیں غلام بنا کر چھوڑا اور قبیلہ عبدالدار کا یہ حال ہوا کہ ان کے سردار لونڈیاں بن کے رہ گئے۔

......تو نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخانہ اشعار کہے، سو میں نے ان کی طرف سے جواب دیا اور اللہ کے ہاں اس کے جزا ہے۔

......کیا تو ان کی ہجو کرتا ہے حالانکہ تو ان کا ہمسر نہیں ہے۔ تو جا، آپ دونوں میں سے جو کمتر ہے وہ اس پر قربان ہو جو آپ دونوں میں سے بہتر ہے

......تو نے ایسے شخص کی برائی کی ہے جو بابرکت ہے، سراپا نیکی ہے، اللہ کا امانت دار ہے اور اپنی خصلت میں وفا شعار ہے۔

......میرا باپ اور اس کا باپ اور میری عزت سب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ناموس کے لئے تمہارے مقابلہ میں سینہ سپر ہیں۔

اسی قصیدے کی زمین میں حضرت حسان کے یہ دو شعر بہت مشہور چلے آتے ہیں:

احسن منک لم ترقط عین

واجمل منک لم تلدالنساء

خُلقت مبرامن کل عیب

کانک قدخلقت کما تشاء

(آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ حسین کسی آنکھ نے نہیں دیکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ خوبصورت کسی عورت نے آج تک نہیں جنا)

(آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہر عیب سے پاک پیدا کیا گیا ہے۔ گویا جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاہا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی طرح پیدا کیے گئے)

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد مدح نبوی عربی شاعری کا ایک مستقل باب ٹھہرا اور ہر زمانے میں شعراء نے اپنی بساط کے مطابق اس میں اپنے خیالات نظم کیے اور وقت کے ساتھ ساتھ ایک بڑا ذخیرہ مدح نبوی کا عربی زبان میں جمع ہو گیا۔ ایسا ایک مجموعہ ایک فاضل یوسف بن اسماعیل النبہانی نے گزشتہ بیسوی صدی کے ربع اوّل میں اپنی کتاب "المجموعۃ النبہانیۃ فی المدائح النبویۃ" میں مرتب کیا جو چار ضخیم جلدوں میں ہے اور ہمارے ملک میں دستیاب ہے۔

قصیدۂ بردہ شریف

قصیدۂ بردہ، عربی زبان کے نعتیہ ادب کی ایک بے حد جلیل القدر نظم ہے۔ شہرت میں اگر کوئی دوسری نظم اس کی ہمسری کرتی ہے، تو وہ حضرت کعب بنؓ زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قصیدۂ ''بانت سعادُ'' ہے، جو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام لانے کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور پیش کیا تھا اور جس پر خوش ہو کر جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی چادر عنایت فرمائی تھی۔ بانت سعاد کا یہ مرتبہ اپنی جگہ پر ہے کہ خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو شاعر کی زبان سے سنا اور پسند فرمایا، نیز اس نظم کا اسلوب عربی کے جاہلی عہد کی شاعری کا سا ہے اور اس لئے فصاحت کا ایک اعلیٰ نمونہ! لیکن جو شہرت اور پھیلاؤ اور جو قبول عام چھ سو برس بعد کہے جانے والے اس قصیدۂ بردہ کو حاصل ہوا، وہ عربی زبان کی کسی بھی دوسری نعتیہ نظم کو حاصل نہیں ہو سکا۔ اس قصیدے کی مقبولیت کا اندازہ کچھ اس امر سے بھی ہو سکتا ہے کہ اس کے ترجمے انگریزی، لاطینی، جرمنی، فارسی، ترکی، بربری اور اُردو زبانوں میں ہو چکے ہیں اور اس پر لکھی ہوئی شرحوں کی تعداد نوے سے متجاوز ہے۔ انیسویں صدی میں صرف ویانا میں دو جرمن فاضلوں روزن سویگ اور

روفلس نے مختلف اوقات میں اس قصیدے پر کام کیا تھا۔

قصیدۂ بردہ کے مصنف ابو عبداللہ شرف الدین محمد بن سعید البوصیری ہیں۔ یہ بربری نسل کے ایک عربی شاعر اور صوفی تھے۔ ان کے والد کا تعلق چونکہ مصر کے قصبہ بوصیر سے تھا، اس لئے یہ بوصیری کی نسبت سے ہی زیادہ مشہور ہوئے۔ پیدائش سن 608ھ (1212ء) میں ہوئی۔ آخری عمر میں پنڈلی ٹوٹ جانے کی وجہ سے معذور ہوئے اور قاہرہ میں قیام پذیر ہو گئے۔ وہیں انہوں نے 696ھ (1297ء) میں وفات پائی اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مقبرے کے جوار میں دفن ہوئے۔ قصیدۂ بردہ کی تخلیق کے ضمن میں ابن شاکر الکتبی نے ''فوات الوفیات'' میں یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ بوصیری پر فالج کا حملہ ہوا۔ جس سے ان کا نصف حصہ جسم بیکار ہو کر رہ گیا۔ اس بیماری نے ان کے دل و دماغ پر گہرا اثر ڈالا اور انہوں نے یہ قصیدہ نظم کرنا شروع کیا۔ جب یہ مکمل ہو گیا تو اسے بار بار پڑھتے اور اپنی صحت کے لئے خدا تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعا کرتے۔ ایک رات اسی حالت میں سو گئے تو خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور انہوں نے اپنا دست مبارک ان کے جسم پر پھیرا اور ان پر ایک چادر ڈال دی۔ جب یہ صبح بیدار ہوئے تو اپنے

آپ کو بالکل تندرست اور صحت یاب پایا۔ اس واقعے کا ان پر بے حد اثر ہوا اور اس کی مناسبت سے انہوں نے اپنے قصیدے کا نام ''قصیدۃ البردہ'' رکھا اور یہ آگے چل کر اسی نام سے مشہور ہوا۔

اس قصیدے کے ساتھ جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خواب میں آنے اور ایک مفلوج انسان کے صحت یاب ہو جانے کے غیر معمولی واقعات وابستہ ہوئے تو صوفیا اور اہل وطن نے اسے اپنے اذکار و وظائف میں ایک خاص درجہ دیا اور اس نظم کے بارے میں عام اہل ایمان کے اندر اس طرح کے اعتقادات رواج پا گئے کہ اس قصیدے کے ایک ایک شعر بلکہ ایک ایک لفظ میں ایسی تاثیر ہے کہ اگر اسے کسی بزرگ کی اجازت سے اور بتائی ہوئی شرائط کے ساتھ پڑھا جائے تو دل کی مرادیں بر آتی ہیں اور مصائب و آفات کا کیسا ہی ہجوم ہو، چھٹ جاتا ہے۔ اگر چہ دوسری طرف ایسے علماء اور اہل شریعت بھی ہمیشہ موجود رہے، جو اس قصیدے کو یوں بڑے شوق و جذبے سے پڑھتے تھے، لیکن اس سے وابستہ ان کرامات اور خوارق عادات کے کبھی قائل نہ ہوئے بلکہ امام ابنِ تیمیہ اور محمد بن عبدالوہاب جیسے اکابر اہل سنت نے اس طرح کے اعتقادات کو دین میں ناپسندیدہ قرار دیا۔

باب نمبر ۲۱
حسنِ انتخاب

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ وعلیٰ آلک واصحابک یا سیدی یا حبیب اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم

ذکر رسول مقبول

تو نے ہر شخص کی تقدیر میں عزت لکھی
آخری خطبے کی صورت میں وصیت لکھی

تو نے کچلے ہوئے لوگوں کا شرف لوٹایا
عدل کے ساتھ ہی احسان کی دولت لکھی

سرحد رنگ بہ عنوانِ اخوت ڈھائی
ورق دہر پہ ہر سطر محبت لکھی

تو نے ہر ذرے کو سورج سے ہم آہنگ کیا
تو نے ہر قطرے میں اک بحر کی وسعت لکھی

حسن آخر نے کیا حسن کو آخر تجھ پر
آکری رُوپ دیا، آخری سورت لکھی

تیرے اوصاف فقط تجھ سے بیاں ہوتے ہیں
نعت خود لکھی، بہ پیرایۂ سیرت لکھی

سلسلے بند کیے، مہر لگادی تو نے
صفحۂ ارض پہ اک آخری اُمت لکھی

خالد احمد تری نسبت سے ہے خالد احمد
تو نے پاتال کی قسمت میں بھی رفعت لکھی

(خالد احمد)

شانِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سیّد عرب وعجم، ہادیِ اعظم، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت وسیرتِ عظمیٰ ازل سے ابد تک زمان ومکاں پر احاطہ کیے ہوئے ہے۔ کائنات کی ہر شے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت ورسالت کے پیکراں جلال و جمال کر گرفت میں ہے۔ کائنات کا ذرہ ذرہ سرکارِ دو جہاں رحمۃ للعالمین، سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدحت ورفعت کا شاہد ہے۔ ''انّا اعطیناک الکوثر ''اور''ورفعنا لک ذِکرک'' کی دل آویز صداؤں سے زمین وآسمان گونج رہے ہیں۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام نامی، اسمِ گرامی ''محمد رسول اللہ'' اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر اتنا بلند ہوا کہ کون ومکاں کی ساری رفعتیں اور تمام بلندیاں اس اسمِ مقدّس اور اس عظیم ہستی کے سامنے پست ہو کر رہ گئیں۔ فرشِ زمیں سے عرشِ بریں تک سب اُس کے ذکرِ مبارک سے معمور ہیں۔ یہ رتبۂ بلند کُل کائنات میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا نہ کسی اور کو نصیب ہوا ہے اور نہ ہوگا۔ اس ابدی حقیقت کی ترجمانی کرتے ہوئے سیّد صبیح رحمانی کیا خوب کہتے ہیں:

کوئی مثل مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کبھی تھا، نہ ہے، نہ ہوگا

کسی اور کا یہ رتبہ کبھی تھا، نہ ہے، نہ ہوگا

مشہور مفسرِ قرآن علاّمہ سیّد محمود آلوسی قرآن کریم کی آیتِ مبارکہ ''ورفعنا لک ذکرک'' کی تفسیر میں لکھتے ہیں، ''اس سے بڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت ورفعت، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت عظمیٰ اور نام نامی کی بلندی کیا ہوگی کہ کلمۂ شہادت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نام نامی کے ساتھ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام ملا دیا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا، ملائکہ کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجا اور اہل ایمان کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام بھیجنے کا حکم دیا اور جب بھی خطاب کیا، معزز القابات سے مخاطب فرمایا، جیسے یأیّھا المدثّر، یأیھا المزّمّل، یأیّھا النّبی، یأیھا الرّسول وغیرہ۔ گزشتہ آسمانی صحیفوں میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکرِ خیر فرمایا۔ تمام انبیائے کرام علیہم السلام اور ان کی امتوں سے عہد لیا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائیں گے۔

یہ ایک تاریخی اور ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ آج کرۂ ارض پر آباد

کوئی خطۂ زمین ایسا نہیں، جہاں شب وروز سرورِ عالم، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا اعلان نہ ہو رہا ہو، 24 گھنٹوں کے 1440 منٹ میں زمین کے کسی نہ کسی کونے اور دنیا کی آبادی کے کسی نہ کسی گوشے میں اذان کی آواز ضرور سنائی دیتی ہے۔ اذان میں چونکہ خالقِ کائنات کے نام کے ساتھ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام نامی بھی بلند ہو رہا ہے، تو اسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت و رفعت اس سے بھی نمایاں ہے کہ جب تک کرۂ ارض پر اذان کی آواز گونجتی رہے گی، اللہ کے نام کے ساتھ ساتھ اس کے محبوب پیغمبر، سیّدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام نامی بھی پوری آب وتاب کے ساتھ سماعتوں میں رس گھولتا رہے گا، لادینیت کے اس دور میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین متین کی تبلیغ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت و پیغام کو عام کرنے کی کوشش پورے خلوص کے ساتھ جاری ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم گرامی لے کر، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکرِ خیر کر کے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محاسن سن کر کروڑوں دلوں کو جو سرور اور فرحت نصیب ہوتی ہے، اس کا جواب نہیں۔

اپنے تو رہے ایک طرف، بیگانوں اور متعصّب مخالفوں کو بھی بارگاہِ رسالت

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں خراج عقیدت پیش کرنے کے بغیر چارہ نہ رہا۔ اگر آپ ان حالات کو پیش نظر رکھیں، جن حالات میں یہ آیت نازل ہوئی اور پھر اس آیت کو پڑھیں تو اسے پڑھنے کا لطف دو چند ہو جائے گا، کفر وشرک کی تاریکیوں میں ڈوبی پوری دنیا مخالف ہے، مکے کے نامور سردار چراغ مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بجھانے کے درپے ہیں۔ ان حالات میں یہ آیت نازل ہوئی۔

کون تصور کر سکتا تھا کہ مکے کے اس یتیم کا ذکرِ پاک دنیا کے گوشے گوشے میں بلند ہوگا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کی روشنی سے مہذب دنیا کا بہت بڑا علاقہ منور ہوگا اور کروڑوں انسان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر جان دینے کو پانے لیے باعثِ صد افتخار وسعادت سمجھیں گے، لیکن جو وعدہ ربّ العالمین نے اپنے محبوب رسول اور برگزیدہ بندے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا تھا وہ پورا ہو کر رہا اور قیامت تک ذکر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آفتاب عالمتاب ضوفشانیاں کرتا رہیگا۔

مولانا عبدالماجد دریا بادی کیا خوب لکھتے ہیں: ''آخر خالقِ کائنات کے نام کے ساتھ جس کا نام زبانوں پر آتا ہے، اللہ کے ذکر کے ساتھ جس

بندے کا ذکر کانوں تک پہنچتا ہے، وہ کسی قیصرہ کسریٰ کا نہیں، دنیا کے کسی شاعر و ادیب کا نہیں، کسی حکیم و فلسفی کا نہیں، کسی جنرل اور سردار کا نہیں، کسی گیانی اور کسی راہب کا نہیں، کسی رشی کا نہیں، یہاں تک کہ کسی دوسرے پیغمبر کا بھی نہیں، بلکہ عبداللہ کے لختِ جگر، آمنہ کے نورِ نظر، خاکِ بطحیٰ کے اسی اُمی ویتیم کا۔ کشمیر کے سبزہ زار میں، دکن کی پہاڑیوں میں، افغانستان کی بلندیوں میں، ہمالیہ کی چوٹیوں میں، گنگا کی وادیوں میں، چین میں، جاپان میں، جاوا میں، برما میں، روس میں، مصر میں، ایران میں، عراق میں، فلسطین وعرب کی پوری سرزمین میں، ترکی میں، نجد میں، یمن میں مراکش میں، طرابلس میں، ہندوستان کے گاؤں گاؤں اور ان سب مہذب ملکوں کو چھوڑ کر خاص نافِ تمدن و مرکز تہذیب لندن، پیرس اور برلن کی آبادیوں میں ہر سال نہیں، ہر ماہ نہیں، ہر روز پانچ پانچ مرتبہ بلند و بالا میناروں سے جس نام کی پکار خالق کے نام کے ساتھ فضا میں گونجتی ہے، وہ اسی عظیم اور مقدس ہستی کا ہے، جسے بصیرت سے محروم دنیا نے ایک زمانے میں محض ایک بے کسی ویتیم کی حیثیت سے جانا تھا، یہ معنی ہیں، یتیم کے راج کے، یہ تفسیر ہے ''ورفعنا لک ذکرک'' کی۔ کسی ایک صوبے پر، کسی ایک جزیرے پر نہیں، دنیا پر، دنیا کے

دلوں پر آج حکومت ہے تو اسی یتیم کی راج ہے تو اسی اُمی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا۔

صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جبرائیل امین علیہ السلام میرے پاس آئے اور مجھ سے کہا، میرا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رب مجھ سے سوال کرتا ہے کہ میں نے کس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر بلند کیا، میں نے عرض کیا، اللہ ہی بہتر جانتا ہے، انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جب میرا ذکر کیا جائے گا تو میرے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھی ذکر کیا جائے گا۔ ''تمہارے نام کی رٹ ہے خدا کے نام کے بعد''

تکبیر میں، کلمے میں، نمازوں میں، اذاں میں
ہے نام الٰہی سے ملا نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

چنانچہ آج زمان ومکاں کا وہ کون سا گوشہ، وہ کون سی ساعت، وہ کون سا لمحہ ہے، جو ذکر حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خالی ہے، اس عالم شش جہات کے گوشے گوشے میں، گردشِ زمین کے ساتھ ساتھ ہر اذان میں ہمہ

وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام نامی بلند ہورہا ہے۔ بلند و بالا میناروں کے سرورِ کائنات کا اسم گرامی خالق کائنات کے نام نامی کے ساتھ پکارا جارہا ہے۔ دشت و جبل، صحرا اور دریا، بحرو بر، شہروں اور دیہاتوں، آبادیوں اور ویرانوں، سمندروں اور پہاڑوں، وادیوں اور گھاٹیوں میں ہمہ وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام نامی ''محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' کی پکار ہے۔ دنیا کا گوشہ گوشہ اور کرۂ ارض کا چپّہ چپّہ، سیّد عرب وعجم، ہادیِ عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نامِ مبارک کی پکار سے گونج رہا ہے۔ ''ورفعنا لک ذکرک'' بلندی ذکر کی یہ وہ تفسیر ہے جو اوراق لیل ونہار پر چودہ سال سے ثبت چلی آرہی ہے چشم روزگار اسے صدیوں سے پڑھتی چلی آرہی ہے۔ اقبال کیا خوب کہتے ہیں۔

خیمہ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے
نبضِ ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے
دشت میں، دامنِ کہسار میں، میدان میں ہے
بحر میں، موج کی آغوش میں، طوفان میں ہے
چین کے شہر، مراکش کے بیابان میں ہے

اور پوشیدہ مسلمان کے ایمان میں ہے

چشمِ اقوام یہ نظّارہ ابد تک دیکھے

رفعتِ شانِ ورفعنا لک ذکرک دیکھے

سرکارِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ طیبہ اور حیاتِ مقدسہ کا یہ تاریخی اور ابدی اعجاز ہے کہ اپنے اور بیگانے، مسلم اور غیر مسلم سب ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ثنا خواں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت و رفعت کے معترف نظر آتے ہیں، مسلمانوں کو تو اس وقت چھوڑ دیجئے۔ان کا تو دین و ایمان ہی رسول اللہ، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت ومحبت میں مضمر ہے، غیروں اور غیر مسلموں کے کیمپ میں آیئے، وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصی عظمت اور رفعت کے قائل نظر آتے ہیں۔معروف ہندو شاعر منوہر لال دل کیا خوب کہتے ہیں۔

کیا دل سے بیاں ہو ترے اخلاق کی توصیف

عالم ہوا مدّاح ترے لطف وکرم کا

ڈاکٹر میخائیل ایچ ہارٹ، مشہور امریکی ماہر فلکیات اور عیسائی مؤرّخ ہیں، انہوں نے اور ان کی اعلیٰ تعلیم یافتہ بیوی نے دنیا کی نامور اور مشہور

شخصیات کی سیرت وسوانح کا مطالعہ کیا، اس مطالعے کا حاصل انہوں نے 572 صفحات کی ایک انگریزی کتاب "The 100 Aranking of the Most Influential Persons in History" کی صورت میں دنیا کے سامنے پیش کیا۔ اس کا دنیا کی کئی زبانوں میں ترجمہ ہوا اور متعدد ایڈیشن شائع ہوئے۔ اس نے عالمی سطح پر بہت شہرت پائی، اس کتاب میں سرکارِ دو جہاں، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سرفہرست رکھا گیا ہے، کیوں کہ مصنف کے مطالعے کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا کے سب سے عظیم، منفرد اور انسانی تاریخ کے نمایاں ترین انسان ہیں۔ ہارٹ میخائیل لکھتا ہے! ''قارئین میں سے ممکن ہے کہ کچھ لوگوں کو تعجب ہو کہ میں نے دنیا جہاں کی مؤثر ترین شخصیات میں ''محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' سرفہرست کیوں رکھا ہے؟ اور وہ مجھ سے اس کی وجہ طلب کریں گے، حالانکہ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ صرف وہی ایک عظیم انسان تھے، جو دینی اور دنیوی اعتبار سے غیر معمولی طور پر کامیاب وکامران اور سرفراز ٹھہرے''۔

موصوف مزید رقمطراز ہے: ''میرا یہ انتخاب کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم دنیا کی تمام انتہائی با اثر شخصیتوں میں سرفہرست ہیں، کچھ قارئین کو اچنبھے میں ڈال سکتا ہے، کچھ اس پر معترض ہو سکتے ہیں، مگر یہ حقیقت ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تاریخ کے واحد شخص ہیں، جنہوں نے ایک عظیم ترین مذہب کی بنیاد رکھی اور اس کی اشاعت کی، ان کے وصال کے چودہ سو سال بعد آج بھی ان کے اثرات غالب اور طاقت ور ہیں''۔

مشہور مغربی مصنف ای ڈرمنگھم سیرتِ طیبہ پر اپنی کتاب "Life of Muhammad" میں اعترافِ حقیقت کے طور پر لکھتا ہے! ''محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس اعتبار سے دنیا کے وہ واحد پیغمبر ہیں، جن کی زندگی ایک کھلی کتاب کی طرح ہے، ان کی زندگی کا کوئی گوشہ مخفی نہیں، بلکہ روشن اور منور ہے''۔

مہارانی آرٹس کالج میسور (بھارت) کے صدر پروفیسر راما کرشنا راؤ اپنی کتاب ''محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، دی پرافٹ آف اسلام'' میں لکھتے ہیں: محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے نزدیک ایک عظیم مفکر ہیں۔تمام اعلیٰ اور تمام انسانی سرگرمیوں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیرو کی مانند ہیں''۔

بیسویں صدی کے اوائل 1911ء میں بیروت کے مسیحی

اخبار ''الوطن'' نے دنیا کے سامنے یہ سوال پیش کیا تھا کہ دنیا کا سب سے عظیم انسان کون ہے؟ اس کے جواب میں ایک عیسائی دانشور اور مجاعص نے لکھا: ''دنیا کا سب سے عظیم انسان وہ ہے جس نے دس برس (مدنی زندگی) کے مختصر عرصے میں ایک عظیم مذہب، ایک نئے فلسفے، ایک نئی شریعت اور ایک نئے تمدن کی بنیاد رکھی، جنگ کا قانون بدل دیا، ایک نئی قوم پیدا کی، ایک نئی طویل العمر سلطنت قائم کی، ان تمام کارناموں کے باوجود یہ عظیم انسان اُمّی اور ناخواندہ تھا، وہ کون......؟ ''محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بن عبداللہ قریشی......اسلام کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم''۔

اکیسویں صدی کے آغاز میں رابطہ عالم اسلامی مکۂ مکرمہ نے اپنے مشہور ہفت روزہ عربی جریدے ''العالم الاسلامی'' 28 ربیع الاوّل 1421ھ 30 جون 2000ء میں ایک اہم خبر انٹرنیٹ سے متعلق شائع کی کمپیوٹر سافٹ وئیر تیار کرنے والی دنیا کی مشہور کمپنی "Microsoft" نے الفِ ثالث یعنی تیسرے ہزاریے (Millennium) کے موقع پر انٹرنیٹ پر دنیا کے سامنے یہ سوال پیش کیا کہ دنیا کی وہ عظیم ترین شخصیت کون ہے؟ جس نے اپنے فکر وعمل سے انسانی تاریخ اور انسانی زندگی پر گہرے نقوش

ثبت کیے اور دنیائے انسانیت کی فکر واثر سے زیادہ متاثر ہوئی ؟ کمپنی نے رائے دہی اور شخصیت کے انتخاب کے لئے امیدوار کے طور پر 17 شخصیات نے نام ذکر کیے تھے، جن میں انبیائے کرام میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ سیّد المرسلین، خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام نامی بھی شامل تھا، سوال کے جواب میں ناظرین نے اپنے علم، مطالعے، معلومات، انسانی تاریخ اور انسانی تہذیب وتمدن کے تجزیے کی روشنی میں اپنی اپنی رائے انٹرنیٹ پر پیش کی تھی کہ انسانی تاریخ کی وہ عظیم ترین اور باا‌ثر شخصیت جس نے اپنی فکری، عملی اور اخلاقی قوت سے دنیا میں ایک عظیم اور مثالی انقلاب برپا کیا، اور انسانی فکر وتاریخ کے دھارے کو موڑ کر سسکتی اور بلکتی انسانیت کو سعادت وفلاح کی راہ پر گامزن کیا، وہ پیغمبر اسلام، سرورکائنات، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات ہے، اس موقع پر یہ حقیقت پیش نظر رہے کہ انٹرنیٹ پر رائے دہندگان میں غالب اکثریت مغرب کی مسیحی دنیا پر مشتمل تھی، جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی کو نہ صرف اکیسویں صدی بلکہ ہر صدی کا ہیرو اور عظیم انسان قرار دیا۔ سرکارِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدحت و رفعت اور

تعریف کا یہ وہ مثالی اور تاریخ ساز پہلو ہے جس کی روشنی میں اجالا بڑھتا جا رہا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر مبارک سے دنیا روشن اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین و تعلیمات کے نور سے انسانیت منور ہوتی جا رہی ہے۔

حسنِ انتخاب

☆ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

سلام اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے زمین پر رکھ دیا ہے لہٰذا اس کو آپس میں خوب پھیلاؤ۔ (الادب لمفرد از امام بخاریؒ ص ۱۴۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جتنا یہودی تم پر السلام علیکم اور آمین پر حسد کرتے ہیں اور اتنا اور کسی چیز پر نہیں کرتے۔ (الادب المفروض ۱۴۶)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے اس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم اس وقت تک بہشت میں داخل نہ ہو سکو گے جب تک کہ تم ایمان نہ لاؤ اور تم ایمان نہیں لا سکتے (یعنی صاحبِ ایمان نہیں کہلا سکتے) جب تک کہ

تم آپس میں پیار نہ کرو اور کیا میں تمہیں ایسی چیز سے آگاہ نہ کروں کہ اگر تم وہ کام کرو تو تم آپس میں محبت کرنے لگو گے؟ اور وہ یہ ہے کہ تم (آپس میں) سلام کو زیادہ پھیلاؤ۔ (سنن ابن ماجہ ص ۲۶۲)

☆ سلام......آدمیت کا احترام۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! بہترین اسلام کون سا ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ کہ تو کھانا کھلائے اور لوگوں کو سلام کہے جنہیں تو پہنچانتا ہو اور اسے بھی جسے تو پہچانتا نہ ہو۔ (یعنی ہر واقف و ناواقف کو سلام کہے)۔ (الادب المفرد ص ۱۴۹)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایک بدکار عورت کو بخش دیا گیا (اس بناء پر کہ) وہ ایک کتے کے پاس سے گزری جو کنویں کے قریب کھڑا پیاس کی وجہ سے زبان باہر نکالے ہانپ رہا تھا۔ قریب تھا کہ وہ پیاس کی شدت سے مرجائے، اس عورت نے اپنا موزہ اتارا، اپنی اوڑھنی کے ساتھ اسے باندھا

اور پھر اس (کتے) کے لئے پانی نکالا سو اس وجہ سے اس (بدکار عورت) کو بخش دیا گیا۔

عرض کیا گیا: کیا ہمیں چوپایوں (اور مویشیوں پر احسان کرنے) میں بھی ثواب ملتا ہے؟

فرمایا: ہر تر جگر کے ساتھ نیک سلوک کرنے میں اجر ہے۔(بخاریؒ، مسلمؒ)

☆ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان کسی ننگے مسلمان کو کپڑا پہناتا ہے اللہ تعالیٰ اسے جنت کے پھلوں سے کھلائے گا اور جو مسلمان کسی پیاسے شخص کو پانی پلاتا ہے اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) اسے مُہر لگی ہوئی شراب (یعنی شرابِ طہور) میں سے پلائے گا۔(ابوداؤدؒ، ترمذیؒ)

☆ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بکری ذبح کی (اور اللہ کی راہ میں تقسیم شروع کی، کچھ دیر کے بعد) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (گھر تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے پوچھا اس میں سے کس قدر باقی ہے؟

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا اس کا صرف ایک شانہ باقی رہ گیا ہے۔ فرمایا: (نہیں بلکہ) کندھے کے سوا باقی سب بچ گئی ہے۔ (یعنی ثواب کے لحاظ سے) (ترمذیؒ)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو مسلمان کسی مسلمان کو پہننے کے لئے کپڑا دیتا ہے تو جب تک اس کا ایک ٹکڑا بھی اس پر رہتا ہے وہ شخص (پہنانے والا) اللہ کی حفاظت میں رہتا ہے۔ (احمدؒ، ترمذیؒ)

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں بعض مہینے ہم پر ایسے گزر جاتے تھے کہ ہم اس میں آگ نہ جلاتے تھے اور کھانا صرف کھجور اور پانی ہوتا تھا مگر جب کہ کہیں سے تھوڑا سا گوشت لایا جاتا۔ (بخاریؒ، مسلمؒ، مشکوۃ شریف مترجم جلد دوم ص ۳۴۸، شمار ۴۰۰۸)

☆ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے ہمارے مال کی میراث نہیں ہوتی۔ ہم جو کچھ چھوڑیں صدقہ ہے۔ (بخاریؒ و مسلمؒ، مشکوۃ شریف جلد دوم ص ۴۰۹، شمار ۵۶۹۴)

☆ حضرت ابو بردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ہمارے دکھانے کے لیے ایک پیوند لگی ہوئی چادر، ایک موٹا تہبند نکالا اور فرمایا انہی دو کپڑوں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روحِ مبارک قبض کی گئی۔ (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا)۔

(بخاریؒ، مسلمؒ، مشکوۃ شریف مترجم جلد دوم ۲۷۳ شمار ۴۱۱۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی وفات کے بعد نہ تو کوئی دینار چھوڑا نہ درہم نہ کوئی بکری چھوڑی اور نہ کوئی اونٹ اور نہ کسی چیز کی وصیت کی۔ (مسلمؒ، مشکوہ شریف مترجم جلد سوم ص ۲۲۷، شمار ۵۷۱۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اصحابِ صُفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں سے ستر (۷۰) آدمیوں کو دیکھا۔ان میں سے کسی ایک شخص کے پاس بھی چادر نہ تھی۔صرف ایک تہبند تھا یا ایک کملی جس کو انہوں نے اپنی گردنوں میں باندھ رکھا تھا۔ان میں سے بعض تہبند آدھی پنڈلیوں تک تھے اور بعض ٹخنوں تک۔(جس کا تہبند اونچا ہوتا وہ) اپنے تہبند کو (نماز میں) ہاتھ سے پکڑ لیتا تاکہ اس کا ستر نہ کھل جائے۔(بخاریؒ)

انتخاب سُبل المرام

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سات سوالات اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جوابات۔

۱۔ ابتدا تبلیغ میں کون لوگ آپ کے ساتھ ہوئے؟

فرمایا: آزاد اور غلام دونوں۔

۲۔ اسلام کیا ہے؟

فرمایا: خوش کلامی اور کھانا کھلانا۔

۳۔ ایمان کیا چیز ہے؟

فرمایا: صبر اور فیاضی۔

۴۔ سب سے اچھی اسلامی صفت کیا ہے؟

فرمایا: جس کی زبان اور ہاتھ سے سب مسلمان محفوظ رہیں۔

۵۔ سب سے افضل ایمان کیا ہے؟

فرمایا: اچھے اخلاق

۶۔ سب سے بہتر نماز کون سی ہے؟

فرمایا: جس میں قیام زیادہ ہو۔

۷۔ سب سے افضل ہجرت کیا ہے؟

فرمایا جو خدا کو ناپسند ہو اسے چھوڑ دیا جائے۔ (عمرو بن عبسہ ؓ ، للکبیر واحمد بلقطہ)

☆ ابتداءً اسلام کا آغاز بیکسی سے ہوا اور بیکسی ہی میں اس کا اعادہ ہوگا۔ مبارک ہیں وہ بے کس جن کو یہ موقع ملے۔ (ابو ہریرہؓ، مسلم)

☆ ایمان کی کچھ اوپر ستّر شاخیں ہیں ان سب میں چوٹی کی چیز لا الہ الا اللہ (توحید) کا قائل ہونا ہے اور معمولی درجے کی چیز راستے سے ایذا رساں اشیاء کا ہٹا دینا ہے۔ حیا بھی ایمان ہی کی شاخ ہے۔ (ابو ہریرہؓ ، متفق علیہ)

☆ یہ تین امور بھی ایمان میں داخل ہیں:

۱۔ اپنی تنگ دستی میں دوسروں کی اعانت

۲۔ تمام عالم کے لئے سلامتی کی تڑپ

۳۔ اپنی ذات سے بھی انصاف کرنا۔ (عمار بن یاسر ؓ ، بزار)

☆ جس کی محبت اور بغض، عطا اور ترکِ عطا سب کچھ اللہ کے لئے ہو اور

اپنے ایمان کو مکمل کر لیتا ہے۔ (ابوامامہؓ ، ابوداؤد)

☆ ایک شخص نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ بہترین اسلام کونسا ہے؟

فرمایا: بھوکوں کو کھانا کھلانا اور شناسا و غیر شناسا سب کو سلام کرنا۔ (ابن عمر و بن العاصؓ، بخاری و مسلم، نسائی)

☆ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبداللہ بن رواحہ کو ایک سریے میں روانہ ہونے کا حکم دیا۔ وہ دن جمعہ کا تھا ان کے ساتھی روانہ ہو گئے لیکن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سوچا کہ میں ٹھہر کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کرلوں پھر قافلے سے جاملوں گا۔ جب وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کر چکے تو انہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھ کر پوچھا تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ کیوں نہ روانہ ہوئے؟ عرض کیا میں نے سوچا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کر کے پھر ان سے جاملوں گا۔ فرمایا کہ ساری کائنات زمین بھی تم خرچ کرڈالو تو ان کی روانگی کی فضیلت کو نہیں پاسکو گے۔ (ابن عباسؓ، ترمذی)

☆ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے جو

سواری کے جانوروں پر چڑھے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔ فرمایا کہ اچھی حالت میں ان پر سوار ہو اور اچھی حالت میں انہیں چھوڑ بھی دیا کرو۔ ان کو اپنی گفتگو کے لئے راستوں اور بازاروں میں کرسیاں نہ بنالیا کرو۔ بہتر سواریاں ایسی ہیں جو اپنے سوار سے زیادہ بہتر اور زیادہ ذکرِ الٰہی کرنے والی ہوتی ہیں۔ (معاذ بن انسؓ، احمد)

☆ جس محلے والوں کی صبح اس حال میں ہو کہ اس رات اس میں کوئی بھوکا رہ گیا تو ان لوگوں سے اللہ تعالیٰ بری الذمہ ہو گیا۔ (ابو ہریرہؓ، احمد، موصلی، بزار، اوسط)

☆ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنی سخت دلی کی شکایت کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا علاج یہ بتایا کہ یتیم کے سر پر رحمت کا ہاتھ پھیرو اور مسکین کو کھانا کھلاؤ۔ (ابو ہریرہؓ، احمدؒ)

☆ بخدا وہ مومن نہیں

بخدا وہ مومن نہیں

بخدا وہ مومن نہیں

عرض کیا گیا کہ کون یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم؟

فرمایا: وہ جس کے شر سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو۔ (ابو ہریرہؓ، بخاری و مسلم)

☆ جس نے میری ایک سُنّت کو بھی جو میرے بعد ختم ہو چکی ہو زندہ کیا وہ میرا محبّ ہے اور جو میرا محبّ ہے وہ میرے ساتھ ہوگا۔ (علیؓ، رزین)

☆ لوگو! اعمال میں اپنی برداشت کا خیال رکھو ورنہ تم ہی اکتا جاؤ گے نہ کہ خداوندکریم۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ عمل وہ ہے جس میں مداومت ہو اگرچہ وہ عمل مختصر ہو۔ (عائشہ، متفق علیہ)

☆ سہولت پیدا کرو ، دشواری پیدا نہ کرو۔

خوشخبری سناؤ ، نفرت نہ دلاؤ۔ (انسؓ ، متفق علیہ)

☆ دین سہل چیز ہے جو شخص اس میں سختی پیدا کرے گا اسی پر وہ ہی سختی مسلط رہے گی۔ (ابو ہریرہؓ، متفق علیہ)

☆ صالح سیرت عمدہ طریقہ اور میانہ روی

نبوت کے چالیس اجزا میں سے ایک خالص جزو ہے۔ (ابن عباسؓ، ابوداؤد)

☆ میں مسجد میں گیا تو دیکھا کہ سمیر بن عبدالرحمان سابقہ امتوں کے واقعات سنا رہے تھے اور دوسری طرف حمید بن عبدالرحمان علم وفن کی تعریف میں مصروف تھے۔ اسی فکر میں کہ دونوں میں سے کس کے حلقے میں بیٹھوں ، اونگھنے لگا۔

رویا میں ایک فرشتہ آیا اور بولا کہ تم یہ سوچ رہے ہو کہ دونوں میں سے کس کے پاس بیٹھوں اگر کہو تو تمہیں حمید کے حلقے میں جبرئیل علیہ السلام کو بیٹھا ہوا دکھا دوں۔ (ابن سیرینؒ، دارمی)

☆ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر جمعرات کو وعظ و نصیحت کرتے تھے۔ ایک شخص نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ اے ابو عبدالرحمٰن! میری تمنا یہ ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر روز یہ سلسلہ جاری رکھیں۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا مجھے اس سے جو چیز مانع ہے وہ یہ ہے کہ میں تم لوگوں کو اکتانا پسند نہیں کرتا۔ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم لوگوں کی اکتاہٹ کا لحاظ رکھتے ہوئے وعظ فرمایا کرتے تھے۔ اسی طرح میں بھی تم لوگوں کو وعظ و نصیحت کرتا ہوں۔ (شفیقؒ، بخاری، مسلم، ترمذی)

☆ بخدا اگر تمہاری تبلیغ سے ایک شخص کو بھی ہدایت حاصل ہو جائے تو یہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ (سہلؓ بن سعدؓ، ابوداؤد)

جو شخص اس لئے علم پڑھتا ہے کہ علما کا مقابلہ اور جہلا سے مناظرہ کر کے عوام کو اپنی طرف مائل کرے اسے اللہ تعالیٰ دوزخ میں ڈالے گا۔ (کعب بن مالکؓ، ترمذی)

☆ بدترین وہ لوگ ہیں جو شر انگیز مسائل پوچھ کر علماء کو مغالطے میں ڈالتے ہیں۔ (ابوہریرہؓ، رزین)

☆ جب تم میں سے کوئی امامت کرائے تو تخفیف سے کام لے کیونکہ مقتدیوں میں کمزور، بیمار اور بوڑھے سبھی ہوتے ہیں۔ (ابوہریرہؓ، متفق علیہ)

☆ رات کی نماز کو نہ چھوڑو اگرچہ بکری دوہنے کی مقدار کے برابر ہی کیوں نہ ہو۔ (جابرؓ، اوسط)

☆ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبل از عشاء سونے سے اور بعد از عشا بیکار باتیں کرنے سے منع فرماتے تھے۔ (ابوہریرہؓ، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی)

☆ جو شخص بھی شام کو کسی مریض کی عیادت کرتا ہے اس کے لئے ستّر ہزار فرشتے صبح تک دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں اور اس کے لئے جنت میں ایک باغ تیار ہو جاتا ہے اور جو صبح ایسا کرے اس کے لئے ستّر ہزار فرشتے شام تک دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں اور جنت میں اس کے لئے ایک باغ تیار ہو جاتا ہے۔ (علیؓ، ابوداؤد، ترمذی)

☆ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے ایک جنازہ گزرا۔ پوچھا یہ راحت دینے والا ہے یا راحت پانے والا؟ کسی نے اس بات کی وضاحت کے لئے عرض کیا۔ فرمایا: بندہ مومن مر کر دنیا کے جھنجھٹوں سے آرام پا لیتا ہے اور بندہ فاجر کے مرنے سے انسان، زمین، شجر اور دوسرے ذی روح کو آرام نصیب ہوتا ہے۔ (ابوقتادہؓ، بخاری، مسلم، موطا، نسائی)

☆ کچھ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب سے ایک جنازہ کو لیے ہوئے گزرے اور اس کی تعریفیں کیں۔ فرمایا: اس کے لئے جنت واجب ہوگئی پھر دوسرا جنازہ لے کر گزرے تو لوگوں نے اس کی برائی کی۔

فرمایا اس کے لئے دوزخ لازم ہوگئی۔

پھر فرمایا کہ تم آپس میں ہی ایک دوسرے کے گواہ عمل ہو۔
(ابو ہریرہؓ ، ابوداؤد)

☆ اگر کوئی مسلمان مرجائے اور اس کے قریب ترین پڑوسیوں میں سے تین گھرانے بھی اس کی کسی نیکی کی گواہی دیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے اپنے علم کے مطابق جس خیر کی گواہی دے رہے ہیں میں اسے قبول کرتا ہوں اور اس کی جو برائی میں جانتا ہوں اسے میں معاف کرتا ہوں۔
(ابو ہریرہؓ، احمد)

☆ میں نے تمہیں پہلے زیارتِ قبور سے روک دیا تھا (کیونکہ تم حدیث الاسلام تھے یعنی نئے نئے اسلام لائے تھے) اور اب (جبکہ توحید پختہ ہو چکی ہے) زیارت کرسکتے ہو کیونکہ قبریں تمہیں آخرت کی یاد دلاتی ہیں۔ (بریدہؓ، مسلم، اصحاب سنن)

☆ بحر و بر میں جو مال تلف ہوتا ہے وہ زکوٰۃ روک رکھنے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ (عمرؓ، اوسط)

☆ ایک عورت نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میری ماں مرگئی اور اس کے ذمے منت کا روزہ تھا تو کیا میں اس کی طرف سے روزہ رکھ لوں؟

فرمایا اگر تیری ماں پر قرض ہوتا تو اسے ادا کر دیتی تو یہ اس کی طرف سے ادا ہو جاتا یا نہیں؟

عرض کیا ہاں ہو جاتا۔

فرمایا کہ پھر اپنی ماں کی طرف سے روزہ بھی رکھ لے۔ (ابن عباسؓ، للسمۃ الامالکا)

☆ ابنِ آدم کا حق سوائے ان تین چیزوں کے اور کسی شے سے وابستہ نہیں۔

وہ گھر جس میں وہ رہے۔

وہ کپڑا جس سے وہ ستر پوشی کا کام لے۔

اور خشک روٹی و پانی۔ (عثمانؓ، ترمذی)

☆ حضرت ابوموسی اشعریؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہر مسلمان پر صدقہ کرنا لازم ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا اگر اس کے پاس صدقہ دینے کے لئے کچھ نہ ہو تو؟

فرمایا اپنے دونوں ہاتھوں سے کام لے (محنت ومشقت سے کمائے)

اپنے آپ کو بھی فائدہ پہنچائے اور صدقہ بھی کرے۔

صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا اگر اس کی بھی طاقت نہ رکھے یا ایسا نہ کر سکے۔ (تو کیا کرے؟)

فرمایا کسی حاجت مند غمگین شخص کی مدد کرے۔

صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا اگر وہ یہ بھی نہ کر سکے تو؟

فرمایا نیکی کی تلقین کرے۔

عرض کیا اگر وہ ایسا نہ کرے تو؟

فرمایا خود برائی سے باز رہے پس یہ بھی اس کے لئے صدقہ ہے۔

(بخاریؒ، مسلمؒ)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا آدمی کے ہر جوڑ پر، ہر دن، جس میں سورج طلوع ہوتا ہے صدقہ لازم ہوتا ہے۔ اگر وہ دو آدمیوں کے درمیان عدل کرے یہ اس کے لئے صدقہ ہے۔ کسی آدمی کے سوار ہونے یا اس کا سامان بار کرنے میں مدد کر دینا اس کا صدقہ ہے۔ اچھی بات کہنا صدقہ ہے۔ ہر قدم جو وہ نماز کے لئے اٹھاتا ہے، صدقہ ہے۔ اگر وہ راستے سے ایذا دینے والی

چیز کو دور کر دیتا ہے تو یہ بھی اس کا صدقہ ہے۔ (بخاریؒ و مسلمؒ)

☆ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہر انسان کو تین سو ساٹھ جوڑوں پر پیدا کیا گیا ہے (یعنی ہر انسان کے جسم میں تین سو ساٹھ جوڑ ہوتے ہیں) پس جو شخص اللہ اکبر کہے، اللہ کی حمد کرے، لا الہ الا اللہ کہے، سبحان اللہ کہے اور اللہ سے استغفار کرے اور لوگوں کے راستے سے پتھر یا ہڈی اور کانٹے (یعنی ایذا رساں چیزیں) ہٹائے یا کسی کو نیک بات بتائے اور بری بات سے روکے اور یہ سب باتیں تین سو ساٹھ تک ہو جائیں تو وہ شخص اس روز اس طرح چلتا ہے گویا اس نے اپنے آپ کو آگ سے دور رکھا ہے۔ (مسلمؒ)

☆ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان کوئی درخت لگائے یا کھیتی بوئے اس سے کوئی انسان یا پرندہ یا کوئی مویشی کھا لیتا ہے وہ اس کے لئے صدقہ بن جاتا ہے۔

اور مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جو اس میں سے چرا لیا جاتا ہے اس کے لئے بھی صدقہ

ہے۔ (بخاریؒ و مسلمؒ)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

صدقہ مال کو کم نہیں کرتا (بلکہ اس میں برکت ہوتی ہے) اور (قدرتِ انتقام کے باوجود) کسی کا قصور معاف کر دینے سے اللہ تعالیٰ اس بندے کی (جس نے دوسرے کو معاف کیا) عزت بڑھاتا ہے اور کوئی شخص ایسا نہیں جو اللہ کی رضامندی کے لئے تواضع اختیار کرے مگر یہ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اس کا مرتبہ بلند کر دیتا ہے۔ (مسلمؒ)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (مسلمان عورتوں کو مخاطب کر کے) فرمایا اے مسلمان عورتو! کوئی ہمسایہ اپنے ہمسائے کو ہدیہ یا صدقہ بھیجنے میں حقیر نہ سمجھے اگرچہ وہ بکری کی کھری ہی کیوں نہ ہو۔ (بخاریؒ، مسلمؒ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ (دونوں) سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بہترین صدقہ وہ ہے جو بے پروائی سے دیا جائے اور ان لوگوں سے صدقہ

دینا شروع کر جن کا نان نفقہ تیرے ذمے ہے۔ (بخاریؒ، مسلمؒ، عن حکیم بن حزام)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے پروردگار نے مجھ کو نو (۹) باتوں کا حکم دیا ہے۔

۱۔ ظاہر و باطن میں اللہ سے ڈرنا۔

۲۔ سچی بات کہنا غصہ اور رضامندی کی حالت میں۔

۳۔ فقر اور غنا میں میانہ روی (یعنی تنگی و فراخی ہر حالت میں اعتدال سے کام لینا)۔

۴۔ میں اس سے قرابت داری کو قائم و برقرار رکھوں جو مجھ سے قطعِ تعلق کرے۔

۵۔ میں اس شخص کو دوں جو مجھ کو محروم رکھے۔

۶۔ جو شخص مجھ پر ظلم کرے میں (باوجود قدرتِ انتقام کے) اس کو معاف کر دوں

۷۔ میری خاموشی غور فکر ہو۔

۸۔ میری گویائی ذکرِ الٰہی ہو۔

۹۔ میری نظر عبرت حاصل کرنے کے لئے ہو اور میرے پروردگار نے یہ حکم دیا ہے کہ میں امر بالمعروف کروں۔ (رزین)

☆ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میرے خلیل (جانی دوست) نے مجھ کو سات باتوں کا حکم دیا ہے کہ میں مساکین سے محبت کروں اور ان سے قریب رہوں اور یہ کہ میں اپنے سے کم درجہ لوگوں کو دیکھوں اور بالاتر لوگوں کو نہ دیکھوں اور یہ حکم دیا کہ میں قرابت داروں کی ناطے بندی کو قائم رکھوں اگرچہ خود رشتہ دار ہی قرابت کو منقطع کردیں اور یہ حکم دیا کہ میں کسی سے کوئی چیز نہ مانگوں اور یہ کہ میں سچی بات کہوں اگرچہ تلخ ہو اور یہ کہ میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں کسی کی ملامت سے نہ ڈروں اور یہ حکم دیا کہ میں اکثر لاحول ولاقوۃ الا باللہ کہتا رہوں۔ یہ تمام عادتیں اور باتیں اس خزانہ میں سے ہیں جو عرشِ الٰہی کے نیچے ہے۔ (احمدؒ)

☆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلِ بیت نے کبھی دو روز مسلسل جَو کی روٹی سے پیٹ نہیں بھرا یہاں تک کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات پائی۔ (بخاریؒ و مسلمؒ)

☆ حضرت سعید مقبری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک جماعت کے قریب سے گزرے جس کے سامنے بھنی ہوئی بکری رکھی ہوئی تھی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لوگوں نے بلایا۔ انہوں نے کھانے سے انکار کر دیا اور کہا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے اور کبھی جَو کی روٹی سے پیٹ نہ بھرا۔ (بخاریؒ)

☆ حضرت جبیر بن نفیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرسلاً روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھ کو وحی کے ذریعہ حکم نہیں دیا گیا کہ میں مال کو جمع کروں یا تجارت کروں بلکہ یہ وحی کی گئی ہے کہ تو اپنے پروردگار کی حمد کی تسبیح کر، سجدہ کرنے والوں میں ہو اور اپنے پرودگار کی عبادت کر یہاں تک کہ تو موت سے ہمکنار ہو جائے۔ (شرح السنہ)

ناصحا اوئے ناصحا! یہ تھی اور ہے میرے آقا روحی فداہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طریقت...... طریقت الاسلام

طریقت الاناب

طریقت الانام

ہر مذہب کے لئے نافذ العمل

کوئی بھی اس کا منکر نہیں

طریقت اسے اپنا کر، اس پہ کاربند ہو کر، پابند ہو کر، رحمت بن کر، کل کائنات پہ چھائی۔

ان خصائل ہی کی بدولت دین کی تمکنت تھی، آن تھی، شان تھی، آواز تھی گویا ہر شے تھی۔

یہ خصائل انسان کا وہ زیور ہیں کہ انہیں پا کر زندگی ماسوا سے مستغنی و بے نیاز ہو جاتی ہے۔

زندگی، زندگی کا نمونہ پا کر مطمئن ہوئی۔

پامال تھی، سرفراز ہوئی

مردہ تھی، زندہ ہوئی

افسردہ تھی، مسرور ہوئی

آوارہ تھی، گامزن ہوئی

سو بہ سو تھی، یکسو ہوئی

ڈانواڈول تھی، استوار ہوئی

کھسیانہ تھی، معزز ہوئی

ناتواں تھی، قوی ہوئی

رو رہی تھی، نمونہ پا کر رقص کرنے لگی

ساز بجانے لگی، راگ گانے لگی

میرے آقا روحی فداہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نمونہ:

معتبر، مستند، فلاحِ دارین کا امین۔

یہ نمونہ ہر وقت تیرے پیشِ نظر رہے۔

سلکِ مروارید کا یہ ہار تیرے گلے میں ہمیشہ لٹکتا رہے۔

چمکتا رہے، دمکتا رہے، کبھی گرد آلود نہ ہو، کبھی ماند نہ پڑے۔

اسمِ اعظم کا نقش بھی کہیں تو بے جا نہیں۔ اس نقش کو حرزِ جاں بنا،

بے شک یہ تیری جان کا شاہ مہرہ ہے۔

یاحی یا قیوم

الحمد اللحی القیوم فاللہ خیر الرازقین

واللہ ذوالفضل العظیم